سلسلۂ دار المصنفین

(۴۹)

مختصر تاریخ ہند

از

مولٰنا سید ابو ظفر صاحب ندوی، رفیق دار المصنفین

مدرسوں اور مکتبوں کے طالبعلموں کے لئے لکھی گئی

باہتمام مسعود علی ندوی

مطبع معارف اعظم گڈھ میں چھپی

بار اوّل سنہ ۱۳۵۵ھ
۱۹۳۶ء

فہرست مضامین

مختصر تاریخ ہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس زمانہ میں تعلیم کے نصاب میں تاریخ کو خاص اہمیت حاصل ہی، کیونکہ وہ قوموں کے گذشتہ کاموں کی روداد ہی، جس کے جاننے سے ہم آیندہ بحیثیت قوم کے اپنے بہت سے کاموں کی اچھائی اور برائی کو پہچان سکتے ہیں،

یہ افسوس کی بات ہے کہ ہمارے اسکولوں اور کالجوں کے نصاب کیلئے ہندوستان کی تاریخ اس لب ولہجہ میں لکھی جاتی ہی کہ جن کو پڑھ کر اس ملک کے رہنے والوں کے باہم تعلقات نہایت خراب ہوتے ہیں، بلکہ وہ اس بدقسمت ملک کی بدامنی کا سبب ہیں،

ا- ہندوستان کی یہ مختصر تاریخ اس غرض سے لکھی گئی ہی کہ ہمارے ملک کے بچے اپنے وطن کی پچھلی تاریخ اس طرح پڑھیں کہ انھیں معلوم ہو کہ اس ملک کے بنانے میں دنیا کی کن کن قوموں نے حصہ لیا ہی، واقعات کے بیان میں جذبات انگیزی سے پوری طرح بچاؤ کیا گیا ہے، تاکہ ہمارے طالب العلم واقعہ کو صرف واقعہ کی حیثیت سے پڑھیں،

۲- عام تاریخوں میں زیادہ زور دہلی کی مرکزی سلطنت پر صرف کیا گیا ہی لیکن چونکہ یہ مختصر رسالہ ہر صوبہ کے لڑکوں کے لئے لکھا گیا ہی، اسلئے اس میں دہلی کی مرکزی سلطنت کے علاوہ ہر صوبہ کی خود مختار حکومتوں کے حالات بھی اچھی طرح بیان کئے گئے ہیں۔

۳- ہر خاندان کے خاتمہ میں اس کے کارناموں پر مختصر تبصرہ کیا گیا ہے تاکہ

معلوم ہو کہ اس نے اس ملک کی بھلائی کے لئے کیا کچھ کیا،

۴- اس ملک میں اسلامی تاریخ کے بیان کا آغاز غزنین کے واقعات سے کیا جاتا ہے، حالانکہ اس ملک سے مسلمانوں کا تعلق اس سے بہت پرانا ہے، اس کتاب میں عربوں اور ہندوستان کے قبل از اسلام تعلقات اور اسلام کے بعد سندھ کے عرب فتوحات کا ذکر خاص طور سے کیا گیا ہے،

۵- دوسری کتابوں میں صرف دہلی اور دکن کی اسلامی سلطنتوں کا حال بیان کیا جاتا ہے، اس مختصر کتاب میں ان تمام اسلامی حکومتوں کا ذکر ہے جو اس ملک کے کسی صوبہ اور کسی گوشہ میں کبھی قائم ہوئیں، تاکہ اس ملک کی پوری اسلامی تاریخ نظر کے سامنے آجائے،

۶- ہندو عہد کی تاریخ بھی مناسب طور سے شروع میں اختصار کیساتھ بیان کردی گئی ہے، تاکہ ملک کی پوری مسلسل تاریخ ہم کو معلوم ہو سکے،

۷- اصل فارسی تاریخوں میں ہجری سنہ لکھا گیا ہے، اور انگریزی تاریخوں میں اسی سے حساب کر کے عیسوی سنہ درج کیا گیا ہے، اس کتاب میں اصل ہجری اور حسابی عیسوی سنہ دونوں ساتھ ساتھ لکھدیئے گئے ہیں، تاکہ جو لوگ جس سنہ سے مانوس ہیں، وہ اس سے فائدہ اٹھا سکیں،

۸- کوشش کیگئی ہے کہ زبان آسان اور طرز ادا آسان ہو، تاکہ لڑکوں کے سمجھنے میں میں دقت نہ ہو،

بایں ہمہ اس کتاب میں خامیاں ہونگی، جنکے دور کرنے کیلئے ہمکو اہل نظر احباب کے مشوروں کی حاجت ہے،

سید ابو ظفر ندوی

۲ر اپریل ۱۹۳۶ء ۸ر محرم ۱۳۵۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہندوستان کی جغرافی حالت

حدود اربعہ | ہندوستان کی شکل درحقیقت ایک جزیرہ نما کی ہے، جس کو تین طرف سے سمندر گھیرے ہوئے ہے، اس کے شمال مین کوہ ہمالیہ اور قراقرم، شمال مغرب مین سندھ کے مغربی سمت کی پہاڑیان کوہ سلیمان وغیرہ شمال مشرق مین آسام اور کچھار کی پہاڑیان، مغرب مین بحر عرب، جنوب مین بحر ہند، اور مشرق مین خلیج بنگالہ (بحر ہند) واقع ہی،

قدرتی تقسیم | ہندوستان قدرتی طور پر دو حصّون مین منقسم ہے، ایک شمال کا حصہ اور دوسرا جنوب کا حصہ، اوران دونون کے درمیان کوہ وندھیاچل ہے، جو شمالی اور جنوبی ہندوستان کو ایک دوسرے سے الگ کرتا ہے،

شمالی ہندوستان بھی تین حصّون مین ہے، (۱) شمالی مغرب کی وہ زمین جو دریائے سندھ اور اس کے معاونون سے سیراب ہوتی ہے، اور جس کے جنوب مین راجپوتانہ اور مارواڑ شامل ہے، (۲) شمال کا وہ حصہ جس کو گنگا مع اپنے

معاونون کے سیراب کرتا ہے، (۳) شمال مشرق کی وہ زمین جس کو برہم پتر سیراب کرتا ہے، جس مین آسام، منی پور، ناگا، اورکوہ ٹپکوی شامل ہین،

جنوبی ہند کی سطح مرتفع بھی متعدد حصون مین منقسم ہے، ایک حصہ وہ ہے جسے نربدا سیراب کرتا ہے، دوسرے کو تاپتی، تیسرے کو گوداوری، چوتھے کو کرسشنا، پانچوین کو کاویری، اور ایک حصہ جنوب مشرق مین ہے جسے مہاندی سیراب کرتی ہے،

آب وہوا | شمالی ہندوستان کا موسم عام طور پر یکسان ہے، یعنی جاڑون مین سخت سردی، اور گرمیون مین سخت گرمی، گرمیون کے ختم ہونے پر بارش ہوتی ہے، لیکن مشرقی حصہ مین بارش بہت زیادہ ہوتی ہے، اس لئے وہان کا موسم مرطوب اور معتدل ہوتا ہے،

جنوبی ہندوستان کی زمین جو جزیرہ نما کی شکل مین ہے، اور جسے عام طور پر دکن کہا جاتا ہے، وہان کی آب وہوا منطقہ حارہ پر واقع ہونے کے سبب سے بہت گرم ہونی چاہئے تھی، مگر چونکہ یہ خطہ سطح مرتفع پر واقع ہے، اس لئے یہان اعتدال پیدا ہوگیا ہے، اور موسم معتدل ہوتا ہے،

یہان کی زمین زیادہ زرخیز ہے، اور زراعت خوب ہوتی ہے، کاشتکار زیادہ تر اسی ملک کے قدیم باشندے ہین، جو اس کام مین خوب ماہر ہین،

———•———

ہندوستان مسلمانوں سے پہلے

ہند کی قومیں | قدیم زمانہ میں جب یہاں وحشی لوگ آباد تھے، یہاں کے رہنے والے اپنے اوزار پتھر کے بناتے تھے، یہ لوگ غاروں اور جھونپڑوں میں رہتے تھے، پھلوں پر ان کا گذارہ تھا، آگ سے یہ بالکل ناواقف تھے، اس عہد کو "پتھر کا زمانہ" کہتے ہیں،

پھر ان لوگوں نے دھات میں سے تانبہ دریافت کر کے اس کا استعمال شروع کیا، چنانچہ مختلف چیزیں اس عہد کی گنگا اور ژوب کی وادیوں، مشرقی بنگال اور سندھ میں بکثرت دستیاب ہوئی ہیں، اس عہد میں لوگ تانبہ کو تاؤ دیکر سخت کر ڈالتے اور اس سے مختلف قسم کے اوزار بناتے، اس عہد کو "تانبہ کا زمانہ" کہتے ہیں،

عرصۂ دراز گذرنے پر ان لوگوں کو لوہے کا علم ہوا، اور اس سے ہر قسم کے اوزار بنانے لگے، اس کو "لوہے کا زمانہ" کہتے ہیں، ویدوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے، کہ اس عہد میں لوہا استعمال کیا جاتا تھا،

پرانے زمانہ سے ہندوستان میں ایک قوم بستی تھی جس کا قد چھوٹا، رنگت کالی تھی، اور ناک کچھ چپٹی ہوتی تھی، یہ قوم پورے ہندوستان میں بسی ہوئی تھی، اور خاص طرح کا تمدن بھی رکھتی تھی، یہ لوگ کاشتکاری سے

اچھی طرح واقف تھے، کپڑا بننا ان کو خوب آتا تھا، تجارت بھی کرتے تھے آریوں کے آنے سے پہلے یہ بہت خوش حال تھے، یہ بڑے بہادر تھے، ان کے بعض سرداروں نے چالیس برس تک آریوں کا مقابلہ کیا، ان کے مختلف قبیلوں کے نام جدا جدا تھے، جو ہندوستان کے مختلف مقامات میں آباد تھے، ان میں سے بعض کے نام گونڈ، بھیل، کول، سنتال، ٹوڈا، اور دیت وغیرہ ہیں،

جنوبی ہندوستان میں انہی کے بھائی ڈراوڑ ہیں، جو قریب قریب انہی کے ہم شکل ہیں، ان لوگوں کی اپنی خاص زبان ہے، جو آریوں کی زبان سنسکرت سے بہت کم متاثر ہوئی ہے، تامل (ٹمل) تلیگو (تلنگی) کناری (کنڑی) ملایالم (مالاباری) اس وقت بھی جنوبی ہند کے باشندوں کی مادری زبانیں ہیں، وہ جانوروں کی پرورش کرنا جانتے تھے، ان کے یہاں گائے اور گھوڑے ہوتے تھے، مندر اور مکانوں کی تعمیر سے آگاہ تھے، ان کی تجارت مصر، بابل، سوریا (شام) کریٹ سے بخوبی تھی، کیا عجب ہے کہ جزیرہ لنکا جہاں ان کی کافی آبادی تھی، اس کے مادی فلاح کے اسباب یہی ہوں، جنکا والمیک نے زریں الفاظ میں خاکہ کھینچا ہے،

قیاس غالب ہے کہ ڈراویڈی قبیلوں کا نظام وحشی جانوروں کے اصول پر تھا، قبائل کے نام جانوروں کے نام پر رکھتے تھے، ایک قبیلہ میں متعدد خاندان شامل ہوتے، ان میں رشتہ ماں کی طرف سے لیا جاتا، ڈراویڈی قوم کے مادرانہ سلسلۂ نسب کی دلیل یہ ہے کہ اس قوم کے بچے کھچے اخلاف میں یہ رسم اب تک جنوبی ہند میں باقی ہے، بیاہ شادی کا طریقہ بھی غیر معین طور پر تھا،

آخر میں تعدد شوہر یعنی ایک عورت کے متعدد شوہروں کا رواج زیادہ ہوگیا تھا، یہ لوگ اپنے باپ دادوں کی روحوں کو مقدس مانتے تھے،

آریہ | آریہ قوم وسط ایشیا کی رہنے والی ہے، جہاں ہزارہا قبائل بود وباش رکھتے تھے اور اپنے چوپایوں کے لیئے چراگاہیں تلاش کرتے ہوئے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہتے، انہی میں سے بعض قبائل جو "ارل جھیل" کے پاس تھے، وہاں سے آہستہ آہستہ پہاڑی دروں سے گذر کر سندھ میں پہنچے، پھر اصلی باشندوں سے جنگ کر کے پنجاب پر قابض ہوگئے،

یہ قومیں عرصۂ دراز تک آگے نہ بڑھ سکیں، اور اسی جگہ زراعت میں مصروف رہیں، لیکن جب آریوں کے دوسرے قبیلے باہر سے آئے تو مجبوراً ان نوواردوں کے لئے ان کو جگہ خالی کرنی پڑی، اور انھوں نے گنگا کی زرخیر وادیوں پر قبضہ کرلیا، اور رفتہ رفتہ بنگال اور ترہٹ مین بھی پھیل گئے، آریوں نے اس ملک کا نام "آریہ ورت" رکھا،

منگولین | آریوں کے بعد منگولین شمال مشرق سے ہند میں وارد ہوئے، اور آسام مشرقی بنگال، بھوٹان، نیپال میں یہ لوگ آباد ہوگئے، ان کا چہرہ قدرے طباقی، ناک چپٹی، سر ذرا بڑا، اور آنکھیں کچھ چھوٹی ہوتی ہیں، ان لوگوں کی نسلین آج بھی موجود ہیں، اور نیپالیوں کو دیکھ کر تم ان کو معلوم کر سکتے ہو،

ہن اور گوجر | عیسوی سنہ کی پانچویں اور چوتھی صدی میں سفید ہن اور گوجر شمالی ہند کے دروں سے بکثرت ہندوستان میں داخل ہوئے، سندھ، پنجاب، راجپوتانہ اور گجرات ہوکر دکن تک پہنچے، اور اپنی بڑی بڑی سلطنتیں قائم کرلیں، پھر گنگا کی

وادیوں پر قبضہ کر کے آسام تک پہنچ گئے، ان کی خالص نسلیں آج بھی راجپوتانہ میں موجود ہیں،

مسلمان | ساتویں صدی عیسوی کے اختتام پر مسلمانوں نے سندھ پر قبضہ شروع کیا جس کے بعد سے برابر بارہویں صدی تک یہ ہندوستان میں آتے رہے، اور ملک کے ایک بڑے حصہ پر قابض ہو کر یہاں مقیم ہو گئے، انہی دنوں پارسی بھی ایران سے آکر ہندوستان میں آباد ہو گئے، جو بمبئی اور گجرات میں آج بھی موجود ہیں،

اہل یورپ | ۱۶۰۰ء صدی سے یورپ کے لوگ بھی یہاں مقیم ہیں، جن میں اب بڑا حصہ انگریزوں کا ہے،

وید | ہندوؤں کی مقدس کتاب کا نام وید ہے، اور یہ چار ہیں، رگوید، یجروید، سام وید، اتھروید، ان میں سے رگ وید تو آریوں نے سندھ ہی میں تیار کر لی تھی، باقی کی تکمیل گنگا کی وادیوں میں پہنچکر کی گئی، رگوید میں تمام تر منتر (دعائیں) ہیں، جو مختلف اوقات میں مختلف ضرورتوں کے وقت پڑھے جاتے تھے، یجروید میں منتروں کے علاوہ عقائد کا بھی بیان ہے، اور قربانی کے متعلق رسوم کو تفصیل سے بتایا ہے، سام وید میں ان منتروں کو یکجا کر دیا ہے، جو رگ وید میں مختلف موقعوں پر لکھے گئے، تاکہ رسومات ادا کرتے وقت آسانی ہو، یہ تمام صحیفے ۱۵۰۰ء ق م میں تصنیف ہوئے جو سینہ بہ سینہ برہمنوں سے منتقل ہوتے ہوئے بیاس جی کے عہد میں کتابی شکل میں آئے،

بعض لوگ اتھروید کو ویدوں میں شمار نہیں کرتے، کیونکہ ان میں زیادہ تر جادو اور ٹونے کے متعلق منتر ہیں، لیکن چونکہ مختلف قسم کے منتر ہونے کے باعث

اس کو شمالی ہند کے برہمن ویدوں میں شمار کرتے ہیں، اس لئے اس کو چوتھے درجہ میں سمجھا جاتا ہے، تقریباً چھ سو (۶۰۰ ق م) کی تصنیف ہے،

ان ویدوں کی تشریح اور بعض منتروں کی تفصیل جس کتاب میں بیان کیگئی ہے، اس کو برہمنا کہتے ہیں، درحقیقت یہ رسالے ویدوں کے آخر میں ضمیمہ کے طور پر ہیں، جو ۸۰۰ اور ۶۰۰ ق م کے درمیان میں تیار ہوئے،

آریوں میں جب ذہنی ترقی زیادہ ہوئی تو اُپ نِشد (اُپنشِد) تصنیف کی گئی، جو رِگ وید کے فلسفیانہ اور مذہبی بھجنوں کی تشریح ہے، یہ غالباً ۵۰۰ ق م میں لکھی گئی، اسی طرح پران چوتھی صدی ق م میں تیار کئے گئے،

منو سمرتی قانون کی مشہور کتاب ہے، جس میں اخلاقی، مذہبی اور سیاسی قوانین منو نے درج کئے ہیں، اس کے علاوہ بھی دوسری کتابیں اس قسم کی لکھی گئیں، مگر سب سے قدیم اور مستند کتاب دھرم شاستروں میں یہی منو کا مجموعۂ قوانین ہے،

مہابھارت | اب آرین ہندوستان کے ایک وسیع زرخیز حصے پر قابض تھے، گاؤں اور قصبے آباد ہو چکے تھے، قبائلی حکومت کے بجائے شخصی اور موروثی حکومت کا رواج ہو گیا تھا، اور ایک دوسرے کے حقوق غصب کرنے کے لئے ہر وقت بر سر پیکار رہتے، اس وقت تک مندرجہ ذیل ریاستیں قائم ہو چکی تھیں، (۱) سندھ جس میں پنجاب شامل تھا (۲) اودھ (کوشل) (۳) مغربی بہار (۴) مشرقی بہار (۵) بنگال (۶) آسام (۷) ہمالیہ کی متعدد پہاڑی ریاستیں، (۸) مشرقی راجپوتانہ (۹) ناگپور (۱۰) گجرات جس میں کاٹھیاواڑ شامل ہے،

ان کے علاوہ دکن میں دراوڑوں کی سلطنتیں موجود تھیں،

ان لوگوں میں راجہ بھرت ایک زبردست راجہ گذرا ہے، جس نے فتوحات کے ذریعہ اپنی سلطنت زیادہ وسیع کرلی تھی، اسی کے نام پر اس وسیع سلطنت کا نام "بھارت ورش" ہوگیا،

ہستنا پور اس کا پایہ تخت تھا، جو شہر دہلی سے شمال مغرب میں گنگا کے کنارے ساٹھ میل کے فاصلہ پر واقع تھا، بھرت راجہ کی چھٹی پشت میں پانڈو بڑا طاقتور راجہ ہوا، اس کا بڑا بھائی دھرت راشٹر تھا، جو آنکھوں سے معذور ہونے کے باعث تخت سے محروم رہا، پانڈو ایک عرصہ کے بعد ترک دنیا کر کے مع اہل وعیال کے جنگلوں میں چلا گیا، اور اپنے بڑے بھائی دھرت راشٹر کو تخت سپرد کر دیا، اس کے ایک ۱۰۰ سو لڑکے تھے، ان میں سے بڑا "دریودھن" تھا، یہ اپنے باپ کی طرف سے سلطنت کرتا تھا، دھرت کی اولاد کو "کورو" کہتے تھے، اور پانڈو کی اولاد کو پانڈو،

پانڈو کچھ دنوں کے بعد مرگیا، اور اس کی "رانی مادری" اس کے ساتھ ستی ہوگئی، اور دوسری رانی "کنتی" اپنے دونوں بیٹوں "نکل" اور "سہدیو" اور تین بیٹے پہلے محل کے "بھیم" "ارجن" "یدھشٹر" کو لے کر ہستنا پور ان کے چچا دھرت کے پاس چلی آئی، اور سب بآرام رہنے لگے،

کچھ دنوں کے بعد دھرت نے اپنے بھائی کے لڑکے یدھشٹر کو ولی عہد بنایا، یہ بات اس کے بڑے لڑکے دریودھن کو سخت ناگوار ہوئی، اس نے اپنے باپ سے شکایت کی، اور کہا کہ آپ نے مجھے سلطنت سے محروم کر دیا اب اس جینے سے مرجانا بہتر ہے، بہت سمجھایا مگر نہ مانا، تو مجبور ہو کر دھرت نے

پانچوں لڑکوں کو جو عام طور پر اپنے باپ کے نام پر پانڈو مشہور ہیں بلا کر فہمایش کی کہ تم اپنی ماں کو لے کر وارناوت (الہٰ آباد) چلے جاؤ اور جب میں طلب کروں تو آجانا، پانڈو چلے گئے، لیکن دریودھن کے حسد کی آگ نہ بجھی، اس نے اس مکان میں آگ لگوا دی، جہاں پانڈو رہتے تھے، پانڈوں کو اس کی خبر ہو گئی تھی، وہ نکل بھاگے، مگر ایک بھیل کی عورت مع اپنے پانچ بچوں کے جل گئی، کوروان لوگوں کو پانڈو سمجھ کر مطمئن ہو گئے،

پانڈو جنگل اور پہاڑوں میں گھومتے پھرتے موجودہ صوبہ بہار کے مقام "آرہ" میں آبسے، مگر کوروں کے ڈر سے یہاں بھی نہ ٹھہرے اور قنوج کے طرف چلے گئے، وہاں راجہ پنچال کی لڑکی دروپدی کا سویمبر (انتخاب شوہر) ہونے والا تھا، پانڈو بھی پہنچے، دروپدی نے ارجن کو پسند کیا، اور اس عہد کی رسم کے مطابق دروپدی کی شادی ویاس جی (بیاس جی) نے پانچ بھائیوں (پانڈو) سے کر دی، جب کوروں کو اس کی خبر ہوئی تو بہت گھبرائے اور آپس میں مشورہ کرنے لگے آخر بھیشم پتامہ نے جو دونوں کے دادا کا بھائی تھا، یہ فیصلہ کیا کہ دونوں میں سلطنت برابر برابر بانٹ دی جائے، کیونکہ ارجن کا خسر راجہ پنچال اس کا زبردست حامی پیدا ہو گیا ہے،

چنانچہ راجہ دھرت نے ان کو بلا کر کھانڈا پرست کا علاقہ دیدیا، جہاں پانڈو نے "اندرپرست" (موجودہ پرانی دہلی) آباد کر کے اس کو پایہ تخت بنایا، اور خوش اسلوبی سے راج کرنے لگے، لیکن دریودھن جب راجہ یدھشٹر کے راج سوجگ کے موقعہ پر اندرپرست آیا، تو ان کی شان و شوکت دیکھ کر جل گیا،

اور ہستنا پور واپس آکر آپس میں مشورہ کرکے ان کو بلایا، پانڈوؤں کی خوب دعوت اور آؤ بھگت کی، اور آخر میں جوا کھیل کر پانڈوؤں سے انکی ہر چیز جیت لی، پھر طے پایا کہ پانڈو بارہ برس جنگل میں بسر کرنے کے بعد ایک برس پوشیدہ طور پر زندگی بسر کریں، پانڈو جب بارہ برس کے بعد ایک برس گجرات کے مقام دھولکہ میں زندگی بسر کر چکے، تو وہاں کے راجہ کو ان کا حال معلوم ہوا، اس نے اپنی لڑکی سے ارجن کی شادی کردی، جو کرشن مہاراج کی حقیقی بہن سبھدار کے بطن سے تھی،

کرشن | کرشن کا خاندان یادو (جادو) کہلاتا تھا، ان کا وطن مدھورا (متھرا) تھا، ان کے خاندان سے راجہ کنش نے سلطنت چھین لی، کرشن مہاراج جب پیدا ہوئے تو دشمنوں کے خوف سے ان کو ایک دودھ بیچنے والی کے سپرد کردیا، جس نے ان کی پرورش بڑی احتیاط سے کی، کرشن مہاراج جنگل کی تازہ اور آزاد آب و ہوا میں پرورش پاکر جوان ہوئے، انھوں نے اپنی آبائی ریاست غاصب کو قتل کرکے حاصل کی، مقتول کے رشتہ دار (ناگ پور کا راجہ جراسندھ) اور دوسرے حلیفوں نے مل کر کرشن مہاراج کو شکست دی، وہ اپنے لشکر کو لے کر کاٹھیاواڑ کے قدیم دوارکا (موجودہ سومناتھ کے پاس غرق شدہ شہر) کے طرف چلے گئے، اور وہاں اپنی ایک مستقل سلطنت قائم کی،

اس عہد میں کابل سے لے کر آسام تک اور سندھ سے لے کر گجرات (مع کاٹھیاواڑ) مالوہ، اور راجپوتانہ تک میں آریوں اور غیر آریوں کی متعدد حکومتیں قائم تھیں، اور ابھی تک ذاتوں کی تقسیم کا خیال پیدا نہ ہوا تھا، لیکن غیر آریہ سے نفرت عام طور پر باقی تھی، جیسا کہ ہر عہد میں غیر ملکی حکومتوں سے ہوتی ہے، باوجود

اس کے ایک دوسرے کے ساتھ شادی بیاہ کی رسم جاری تھی، خصوصاً شاہی خاندان کے لوگ اس میں زیادہ پیش پیش تھے،

پانڈو کی مظلومیت کا چرچا ہر جگہ تھا، اور ارجن کی شادی یادو خاندان میں ہو جانے پر قدرتی طور سے کرشن مہاراج پانڈو کے طرفدار ہو گئے، اور پھر ایسا بڑا حصہ اس جنگ میں لیا کہ اس مہابھارت کے ہیرو بن گئے،

کرشن مہاراج نے پہلے تو کوروں کو بہت سمجھایا لیکن جب وہ کسی طرح راضی نہ ہوئے تو پانڈو کے طرفدار آرین راجاؤں کے علاوہ ملک کے اصلی باشندے بھیلوں کی ایک زبردست فوج لے کر وہ کوروکشتر (کروچھیتر) کے میدان میں آ پہنچے،

اٹھارہ دن کی خونریز جنگ کے بعد کورو تباہ ہوئے اور پانڈو جیتے، ہستناپور اور اندرپرست کے تخت پر ۳۶ برس یدھشٹر نے حکومت کی،

رامائن | آج ہم جس جگہ کو اجودھیا کہتے ہیں وہ کوشل (اودھ) کا پایہ تخت تھا، اس کا بانی "اکشواکو" نامی ایک راجہ تھا، عرصہ کے بعد اسی خاندان میں رام چندر جی پیدا ہوئے جن کے باپ کا نام راجہ "دسرتھ" تھا، راجہ دسرتھ نے رام چندر کو ولیعہد بنایا، جس پر ان کی سوتیلی ماں کیکئی نے جو راجہ سندھ کی لڑکی تھی، راجہ کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ اس کا اپنا لڑکا تخت نشین ہو، اور رام چندر (سوتیلا لڑکا) چودہ برس جلاوطن رہے، رام چندر جی کی شادی راجہ متھلا (ترہٹ) کی لڑکی سیتا جی سے ہوئی تھی، اور لچھمن جو رام چندر جی کا بھائی تھا، یہ دونوں بھی اس جلاوطنی میں ساتھ ہوئے، الہ آباد سے ہو کر وسط ہند میں پہنچے، اور پھر وہاں سے دکن کے جنگلوں میں گھومتے رہے، جہاں ملک کے اصلی باشندوں (غیر آرین) کی متعدد حکومتیں

تھیں، لنکا کا راجہ راون نے جو آریہ نہ تھا، جب سیتا کی خوبصورتی کا حال سنا تو چپ چاپ آکر اُن کو لنکا اٹھالے گیا،

رام اور لچھمن دونوں باہر گئے ہوئے تھے، واپس آکر اس واقعہ سے آگاہ ہوئے، رام چندر جی، کشکندہ (دکن) کے راجہ سگریو (جس کو پہلے وہ ایک جنگ میں مدد دے چکے تھے) کی مدد سے سمندر پار ہو کر لنکا پہنچے اور راون کو قتل کر کے سیتا جی کو واپس لائے،

چودہ برس کی مدت ختم کر کے وہ اجودھیا میں بڑی شان سے داخل ہوئے، اور عرصہ تک حکومت کرتے رہے، یہ واقعہ غالبًا پانچویں صدی قبل مسیح کا ہے، (سنہ ۵۰۰ ق م)،

برہمن اس عہد کی قابل ذکر بات برہمنوں کا زور ہے، اس وقت ان لوگوں نے اس قدر ترقی کر لی تھی کہ سلطنت سے لے کر شخصی زندگی کے ہر پہلو تک پر وہ چھائے تھے، دین و دنیا کا کوئی کام ان کی شرکت کے بغیر انجام نہیں پاتا تھا، قربانی اور بھینٹ کا اس زمانہ میں اتنا رواج تھا کہ ان کے خیال میں ہر مشکل معاملہ کا حل اسی سے ہوا کرتا تھا، اور اس کا سر انجام دینا اکیلے برہمنوں ہی کا کام تھا، برہمن سب سے اونچے اور اعلیٰ شمار کئے جانے لگے، اور باقی ان سے نیچے، اور غیر آریہ "شدر" یعنی ناپاک اور کمینے قرار دیئے گئے، اور اب تقسیم یوں کی گئی کہ سب سے اونچے برہمن، پھر کشتری (چھتری) یعنی فوجی لوگ جن میں راجہ بھی داخل ہے۔ اس کے بعد ویش یعنی تجارت، زراعت، اور صنعت والے لوگ، یہ تینوں آرین نسل سے تھے، ان کے علاوہ سب شدر کہلائے جو آرین نہ تھے

بدھ

ذات پات اور قربانی کے مسئلہ کو برہمنوں نے اتنا بڑھا دیا تھا، اور اس سختی سے اس پر عمل کرتے تھے کہ عام لوگ اس سے تنگ آگئے، اس لئے قدرتی طور پر اس کا ردعمل ضروری تھا، جو مہاتما بدھ کی شکل میں نمودار ہوا، مہاتما گوتم بدھ کے عہد یعنی چھٹی صدی ق م میں مندرجہ ذیل ریاستیں تھیں، جن کے معاشرتی تعلقات ایک دوسرے کے ساتھ قائم تھے، اور کبھی کبھی آپس میں سیاسی تعلقات خراب ہوکر لڑائی تک نوبت پہنچ جاتی تھی،

ان ریاستوں کی مجموعی تعداد سولہ تھی، جن میں سے بعض بہت ہی چھوٹی اور بعض دوسروں کی مطیع اور باجگذار تھیں،

(۱)	گندھارہ	پایہ تخت		ٹکسلا
(۲)	کورو	〃		اندرپرست
(۳)	پنچال	〃	(کمپلا)	قنوج
(۴)	مکس	〃		•
(۵)	سورسین	〃	(متھرا)	مدھورا
(۶)	اونتی (مالوہ)	〃		اجین
(۷)	لچھوی	〃		ویسالی
(۸)	وجین	〃	(ترہٹ)	متھلا
(۹)	ودیہائی	〃		ودیہا
(۱۰)	کوشل	〃	ساوتھی	(سراوتی)
(۱۱)	مگدھ	〃		راج گڑھیا

(۱۲)	کاسی	پایہ تخت	بنارس
(۱۳)	وتسون (یا وم سا)	"	کوسمبی (کوسمبی)
(۱۴)	انگا	"	بھاگلپور کا علاقہ شہر چمپا
(۱۵)	ساکیا قوم	"	کپل وستو
(۱۶)	کمبوجا	"	دوارکا

ان میں سب سے زیادہ طاقتور مگدھ کی سلطنت تھی، جو شروع میں تو چھوٹی ہی ریاست تھی، لیکن رفتہ رفتہ بڑی بن گئی، تاریخی زمانہ مین سب سے پہلے راجہ کا نام "سیس ناگ" ہے، جو تقریباً ۶۵۰ ق م میں تھا، ایک عرصہ تک اس خاندان نے حکومت کی، اس کی پانچویں پشت میں راجہ بم بسار گذرا ہے، جس نے فتوحات کے ذریعہ اپنی سلطنت کو بہت وسیع کیا، اور راج گڑھ (موجودہ راجگیر متصل قصبہ بہار) نیا شہر آباد کر کے اس نے اپنا پایہ تخت بنایا،

اسی عہد میں گوتم بدھ موجود تھا، اس کا باپ سدودھن (سدھودن) ساکیا قوم کا راجہ تھا، اور کپل وستو اس کا پایہ تخت جو آج نیپال کے حدود میں ضلع بستی کے شمال جانب واقع ہے، راجہ کی بڑی رانی "مہا مایا" کے بطن سے لم بنی باغ میں تلار ندی کے کنارے گوتم پیدا ہوا، ۲۹ برس اس نے شاہزادوں کی طرح دنیاداری کی زندگی گذاری، اس نے شادی بھی کی اور ایک لڑکا بھی ہوا، اس کے بعد اس نے دنیا ترک کر دی، اور جنگلوں میں رہ کر ریاضت کرتا رہا، ایک دن جب کہ "نرنجرا" ندی کے کنارے بیٹھا تھا کہ اسے عرفان حقیقی کی تجلی ہوئی، اسی دن سے اس کو بدھ یعنی عارف کہنے لگے، اس نے اسی برس کی عمر پائی، اور تمام عمر اپنے مذہب

کی تبلیغ میں بسر کی،

اس نے تمام انسانوں میں مساوات کی بنیاد ڈالی، ذات پات کی قید دور کی، قربانی اور بھینٹ کو بے اثر بتایا، اور ضبط نفس کے ذریعہ نروان (نجات) پانے کی ترغیب دی، ۴۸۳ ق م میں کشن گڑھ کے مقام پر جو دریاے راپتی اور گنڈک کے مقام اتصال (سنگم) پر واقع ہے، بدھ نے وفات پائی،

جین گوتم بدھ کا ہم عصر ایک اور شاہزادہ تھا، اور یہ وردھ مان (مہابیر) ویسالی کے راجہ کا لڑکا تھا، سلطنت چھوڑ کر سادھوؤں کے ایک فرقہ میں داخل ہوا، اس فرقہ کا بانی "پارسوا ناتھ" تھا، چالیس برس کی عمر میں غیر مطمئن ہو کر اس جماعت سے الگ ہو گیا، اور خود ایک جماعت کا بانی بنا، اور تمام عمر صوبہ بہار کے مختلف شہروں میں اپنے مذہب کی تبلیغ کرتا رہا، ضلع پٹنہ کے مقام پاوا (پاپا) میں جو نوادہ اور قصبہ بہار کے بیچ میں واقع ہے، وفات پائی، ۴۶۷ ق م اس کی وفات سمجھی جاتی ہے، مہابیر اپنی ماں کی طرف سے مگدھ، اور انگا کے راجہ کا رشتہ دار تھا، مہابیر بھی قربانی اور بھینٹ کا سخت مخالف تھا، اس کے مذہب کا بنیادی اصول یہ تھا کہ ہر ذی حیات کی عزت کرنی چاہیئے اور کسی زندہ کو ستانا بڑا گناہ ہے، اور انسان ریاضت کے ذریعہ اپنے جسم اور روح کو مغلوب کر کے آواگون سے نجات پا سکتا ہے، اس مذہب کے سخت قیود کے سبب اس کو کچھ زیادہ فروغ نہ ہوا، بخلاف بودھ مذہب کے کہ اس کی اشاعت ایشیا کے ایک بڑے حصے میں ہوئی، اور آج بھی لنکا، جاپان، چین، سیام، اور برما میں موجود ہے، اور جین ہندوستان کے بعض خطوں کے سوا دنیا کے کسی حصہ میں موجود نہیں،

مگدھ کی سلطنت جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے کہ اس وقت مگدھ کی سلطنت سب سے زیادہ طاقتور تھی، یہاں کا راجہ بم بسار نے اپنی سلطنت کو خوب مضبوط کر کے فتوحات کا دروازہ کھولا، سب سے پہلے اس نے "انگا" کی سلطنت کو اپنے قلمرو میں شامل کیا، پھر کوشل کی راجکماری سے شادی کی، جس کے ذریعہ بنارس (کاشی) کی ریاست جہیز میں ملی، بم بسار نے دوسری شادی لچھوی قبیلہ میں کی، اس سبب سے اس کی طاقت بہت بڑھ گئی، اس نے ۲۸ برس حکومت کی،

اس کے بعد اس کا لڑکا "اجات شترو" تخت کا مالک ہوا، اس کے باپ کے مرنے پر رانی کوشل بھی وفات پاگئی تھی، اس لئے راجہ کوشل نے بنارس کا علاقہ واپس لے لیا، اس سبب سے اجات شترو نے راجہ کوشل پر حملہ کر دیا، فتحیاب ہونے کے بعد راجہ کوشل کی لڑکی سے شادی کر لی، اور اب کوشل کی ریاست بھی مگدھ کی سلطنت میں شامل ہو گئی،

کچھ دنوں کے بعد اس نے لچھویوں کا پایہ تخت ویسالی چھین لیا، اور ان کے حملوں کو روکنے کے لئے پاٹلی کے مقام پر گنگا کے کنارے ایک قلعہ کی بنیاد رکھی، یہی آبادی بڑھتے بڑھتے ایک عظیم الشان شہر پاٹلی پتر ہو گیا جس کو آجکل پٹنہ کہتے ہیں، تقریباً ۵۲۷ھ ق م مین اسنے وفات پائی،

اجات شترو کے بعد درسک، اور اسکا جانشین راجہ اُدے اور پھر نندی وردھن ہوئے، پھر اس کا لڑکا مہانندن ہوا، اور اسی پر ۴۱۵ھ ق م میں اس خاندان کا خاتمہ ہو گیا،

نند خاندان کی سلطنت مہانندن کی ایک رانی نیچ ذات کی تھی، اسی سے نند نامی

ایک لڑکا تھا، جب اس کو تخت سے محروم کر دیا گیا، تو اپنی چالاکیوں سے اس پر قابض ہو کر اس خاندان کا بانی بنا، یہ واقعہ تقریباً ۳۴۱ء ق م کا ہے، اس خاندان کے نو راجوں نے تقریباً نوے برس حکومت کی، اس کے آخری تاجدار کا نام بقول یونانی مورخین "زندراس" تھا، گو نیچ خاندان ہونے کے باعث لوگ نفرت کرتے تھے، اور اسی سبب سے برہمنوں نے ۹۰ برس سمرت سے نکال دیئے، مگر سلطنت کی دولت مندی اور فوجی قوت بڑی اعلیٰ تھی، سکندر کے ہندوستان پر حملہ کرنے کے وقت اس خاندان کا حکمراں مہاپدما تھا، اس کے پاس بقول یونانی مورخین دو لاکھ پیادے، بیس ہزار سوار دو ہزار جنگی رتھیں، اور تین چار ہزار جنگی ہاتھی موجود تھے، سکندر کی فوجوں نے جب یہ معلوم کیا تو ان کی ہمت پست ہوگئی، اور بددل ہو کر آگے بڑھنے سے انکار کر دیا، ۳۲۲ء ق م میں اس سلطنت کا چراغ گل ہوگیا،

سکندر کا حملہ ایران کے شہنشاہ دارا گشتاسپ نے سندھ اور پنجاب کا علاقہ فتح کر کے اپنی سلطنت کا ایک صوبہ بنا لیا تھا، اس وقت اس کی آمدنی دس لاکھ پونڈ ایران کے شاہی خزانہ میں داخل ہوتی تھی، ایک فوج بھی یہاں سے تیر انداز ول کی بھرتی کر کے ایران بھیجی جاتی تھی، چنانچہ سکندر سے جنگ کے وقت دارا کی فوج میں یہ تیرانداز سپاہی موجود تھے،

سکندر اسی دعویٰ پر کہ یہ ملک ایران کا ایک صوبہ ہے، اس پر قبضہ کرنے کے لئے آگے بڑھا تھا،

سکندر شمالی یونان یعنی مقدونیہ کا بادشاہ تھا، اس نے ایران فتح کرنے کے

بعد ۳۲۶ سنہ ق م میں ہندوستان پر حملہ کیا، وہ سندھ عبور کر کے ٹکسلا کی سلطنت میں داخل ہوا۔ راجہ اس کا مطیع ہوکر اس کے ساتھ ہو گیا، سکندر آگے بڑھا اور جہلم کے پاس کا راجہ پورس اپنی فوج لے کر اس کے مقابلہ کو نکلا، لیکن شکست کھا کر یہ بھی مطیع ہو گیا، اب فوج نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا، اس لئے مجبوراً فوج کا کچھ حصہ سمندر کی راہ سے اور کچھ سکندر کے ساتھ خشکی کے راستہ سے ایران سے واپس گیا، سکندر ۳۲۳ سنہ ق م میں بابل پہنچکر مر گیا،

سکندر کے مرنے پر اس کی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اس کے سپہ سالاروں میں تقسیم ہو گئی پنجاب اور سندھ بھی یونانی قبضہ سے نکل کر خود مختار ہو گئے،

سلطنت موریا | ہندوستان سے سکندر کے جاتے ہی نند خاندان کے خلاف ایک سازش کی گئی، اور اسی خاندان کے ایک راج کمار نے جس کا نام چندر گپت تھا، نند خاندان کا خاتمہ کر کے خود تخت پر بیٹھ گیا، اس سازش کو کامیاب بنانے میں اس کا برہمن وزیر "چانکیا" بہت کار آمد ثابت ہوا، اسی کی تصنیف "ارتھ شاستر" نامی کتاب ہے، جس سے اس زمانہ کی سیاسی اور خصوصاً اقتصادی حالت معلوم ہوتی ہے،

۳۲۲ سنہ ق م میں چندر گپت تخت پر بیٹھا، اس کی ماں کا نام موریا تھا اسی لئے اس سلطنت کا نام موریا ہو گیا، اور اس کا دار السلطنت پاٹلی پتر (پٹنہ) بنا، اس نے اپنی فوجی طاقت کو بہت ترقی دی، اور تمام شمالی ہندوستان پر قابض ہو گیا،

سکندر کا ایک سپہ سالار جس کا نام سلوکس تھا، سکندر کے مشرقی مفتوحہ

ملک اس کے حصّہ میں آئے، ۳۰۵ سنہ ق م میں اس نے چاہا کہ ہندوستان پر بھی قبضہ کرے، چنانچہ وہ ایک بڑی فوج لے کر پنجاب مین آدھمکا، مگر چندر گپت کی بہادر فوجوں نے شکست دے کر اس کو ہندوستان سے باہر نکال دیا، سندھ بلوچستان اور افغانستان کا علاقہ چندر گپت نے فاتحانہ حیثیت سے حاصل کیا، آخر سلوکس نے اس سے ربط و محبت بڑھانے کے لئے اپنی لڑکی اس سے بیاہ دی، اور ایک سفیر پاٹلی پتر (پٹنہ) کے دربار میں روانہ کیا، جس کا نام "میگس تھی نیز" تھا، اس نے اس عہد کے کچھ حالات ایک کتاب میں لکھے، جس کے ذریعہ بہت سے حالات آج ہم تک پہنچے ہیں،

اس وقت چندر گپت ہندوستان کا پہلا شہنشاہ تھا، جس کے ماتحت جنوبی ہند کے علاوہ بنگال سے افغانستان تک کا علاقہ تھا، اس وقت اس کے پاس چھ لاکھ پیادے، تیس ہزار سوار، نو ہزار جنگی ہاتھی تھے، اس نے تقریباً چوبیس برس حکومت کی،

۲۹۸ سنہ ق م میں اس کا لڑکا بندو سار حکمراں ہوا جس نے سلطنت کو اور زیادہ وسعت دی، ۲۷۲ سنہ ق م میں اپنے باپ کے بعد اشوک وردھن سلطنت کا مالک ہوا، اس نے پہلے خانہ جنگی کا خاتمہ کیا، پھر ۲۶۹ سنہ ق م میں تخت نشین ہوا، آٹھ برس کے بعد کلنگ (اڑیسہ) کی سلطنت پر حملہ آور ہوا، جو اس سے متصل دکن کے جانب تھی، جس کے پاس ساٹھ ہزار پیادے دس ہزار سوار، سات سو جنگی ہاتھی تھے پھر بھی اشوک نے اس کو شکست دے کر اپنی سلطنت میں شامل کر لیا، اس وقت بنگال اور نیپال سے

لے کر افغانستان تک مع گجرات اور مالوہ کے اس کی سلطنت میں شامل تھے، یہ بودھ مذہب کا پیرو تھا، اس نے اپنے احکام متعدد لاٹوں پر نقش کرائے جو آج تک موجود ہیں، اس نے بودھ مذہب کے پھیلانے کے لئے سارے ایشیا بلکہ مصر تک میں تبلیغی مشن بھیجے،

۲۳۲ء ق م میں ہند کا یہ پہلا شہنشاہ وفات پاگیا، اور اس کے پوتے سلطنت کے وارث ہوئے، جن میں سے ایک کا نام دسرتھ، اور دوسرے کا ساہیتی تھا، بعد کے چھ اور بادشاہوں کے صرف نام ہمیں ملتے ہیں،

۱۸۵ء ق م میں اس خاندان کا خاتمہ اس طرح ہوا کہ آخری راجہ کو اس کے سپہ سالار پشی متر قتل کرکے خود ملک کا مالک بن بیٹھا،

پشی متر شنگ خاندان سے تھا، پنجاب کے سوا باقی تمام شمالی ہندوستان اس کے زیر نگین تھے، اس کے عہد میں یونانی بادشاہ "میننڈر" نامی ہندوستان پر حملہ کرکے گنگا تک پہنچ گیا، مگر پشی متر نے ان کو واپسی پر مجبور کردیا، اس کا خاندان مگدھ کے پایہ تخت پاٹلی پتر میں ایک سو بارہ سال تک حکمراں رہا،

۷۳ء ق م میں اس خاندان کے آخری راجہ کو اس کے وزیر "بسودیو" نے مار کر خود تخت حاصل کیا، اس خاندان کا نام "کانو" ہے، ۴۵ سال تک اس خاندان کے چار راجے حکمراں رہے، ۲۷ء ق م میں اندھیرا (دکن) کا راجہ کانو کے خاندان کا خاتمہ کرکے سلطنت کا مالک ہوگیا، پھر باختر کے یونانی بادشاہوں نے شمال مغرب مالوہ، گجرات وغیرہ فتح کرکے اپنے ناظم مقرر کئے، ان کو "ست راپ" کہتے تھے، اندھیرا سلطنت پر یہ غالب آئے، اور عرصہ تک

باختر کے ماتحت حکمراں رہ کر پھر خود مختار ہو گئے، اس کے بعد وسط ایشیا کے تاتاری جن کو "یوچی" کہتے ہیں، آندھی کے طرح اٹھے اور پنجاب تک پھیل گئے، یہ لوگ یوں تو "یوچی" کہلاتے تھے، مگر ان کے متعدد قبیلوں نے الگ الگ سلطنت قائم کی، ان میں سے کشاں قبیلہ سب سے زیادہ زبردست تھا، ۵۰ء میں انکا بادشاہ گڈفی سس تھا، اس کا جانشین "کنشک" ہوا، ۱۲۰ء میں اس کا بڑا عروج تھا، اس نے پشاور کو پایہ تخت قرار دیا، وہ کابل، کشمیر، اور تمام شمالی ہندوستان بلکہ نربدا تک کا حکمراں تھا، وہ بدھ مذہب کا بڑا حامی تھا ۱۵۲ء میں اس نے کاشغر اور ختن یعنی چینی ترکستان بھی فتح کرلیا،

۱۵۳ء میں ہوشک اس کا جانشین ہوا، اور ۱۸۲ء میں واسو دیو تخت و تاج کا وارث بنا، اس کے بعد سلطنت میں زوال آگیا اور ملک مختلف حاکموں میں تقسیم ہو کر کئی چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہو گئیں جو ۳۲۰ء تک رہیں،

گپت خاندان کی حکومت

گپت نامی رئیس ایک چھوٹی ریاست کا حاکم تھا، اس کا پوتا چندر گپت ۳۰۸ء میں لچھوی قوم میں شادی کر کے بڑا طاقتور بن گیا، اس عورت کا نام کمار دیوی تھا، غالباً یہ بڑی زبردست عورت تھی، کیونکہ سکوں میں چندر گپت کے ساتھ اس کا نام بھی کندہ تھا، اور اس کا لڑکا سمدر گپت اپنی ماں پر بڑا فخر کرتا تھا، ۳۲۰ء میں مگدھ کے پایہ تخت پاٹلی پتر میں چندر گپت تخت نشین ہوا، اور اسی یادگار میں اس نے اپنا سمت الگ جاری کیا،

۳۳۰ء میں اس کا نامور لڑکا سمدر گپت تخت و تاج کا مالک ہوا، اس نے

اول شمالی علاقوں کو فتح کیا، پھر ۳۴۸ء میں دکھن کے علاقے اس کی سلطنت میں شامل ہوئے، ۳۵۰ء میں پایہ تخت واپس آکر "اشومیدھ" کی رسم ادا کی، اور یہ اس طرح کی جاتی کہ ایک گھوڑا چھوڑ دیا جاتا اور اس کے پیچھے فوج ہوتی، اگر کوئی راجہ اس گھوڑے کو پکڑتا تو اس کو جنگ کر کے مغلوب کر لیتے، اور اس طرح ایک سال تک تمام ملک میں وہ گھوڑا پھرتا رہتا، اس کے بعد پایہ تخت میں اسکی قربانی کیجاتی، اور راجہ اس کا گوشت کھاتا، اور لوگوں کی دھوم سے دعوت کرتا، اس وقت سے وہ شہنشاہ سمجھا جاتا،

اس وقت سمدر گپت پنجاب اور سندھ کے علاوہ تمام شمالی اور جنوبی ہندوستان کا شہنشاہ تھا، اس کے دربار میں غیر ممالک کے سفیر رہتے تھے، لنکا کا بھی سفیر اس کے دربار میں آیا تھا، اس کے دربار کا مشہور شاعر ہریشن لکھتا ہے کہ وہ عالم، شاعر، بہادر اور موسیقی کا ماہر ہے، ۳۷۵ء کے قریب اس نے وفات پائی اس کے بعد اس کا لڑکا چندر گپت ثانی تخت نشین ہوا، اس نے اپنا لقب بکرماجیت رکھا، اس نے مالوہ، کاٹھیاواڑ، گجرات بھی "شترپ" خاندان سے چھین کر اپنی مملکت میں شامل کر لیا، بکرمی سمت جو پہلے مالوی سمت کہلاتا تھا، اس نے اپنے نام سے جاری کیا، جو آج تک مستعمل ہے، اسی کے عہد میں چینی سیاح "فاہیان" آیا ہے، جس نے ہندوستان کے بہت سے حالات تحریر کئے ہیں، یہ برہمنی مذہب کا بڑا حامی تھا، اس نے ہندو مذہب کو دوبارہ زندہ کیا، بودھ مذہب کا زوال اسی عہد سے شروع ہوا، سنسکرت زبان پھر سرکاری تسلیم کیگئی، منو کا دھرم شاستر، کالی داس کی شاعری، آریہ بھٹ کی ہیئت اور ہندسہ سب

اسی عہد کی یادگار ہیں،

۴۱۳ء میں اس کا لڑکا کمار گپت ملک کا وارث ہوا، اس نے بھی بڑی شان سے سلطنت کی، مگر آخر زمانہ میں سفید ہنوں سے اس کا سخت مقابلہ کرنا پڑا، ۴۵۵ء میں اس کا لڑکا سکند گپت تخت پر بیٹھا، مگر ان سفید ہنوں نے ۴۶۵ء میں اس کی سلطنت کے اکثر حصوں پر قبضہ کر لیا، خاص مگدھ کی سلطنت ان کے قبضہ میں رہ گئی، ۴۶۷ء میں پورگپت مگدھ کا راجہ ہوا، اس نے خالص سونے کی اتنی بڑی اشرفی ضرب کرائی کہ اس سے پہلے کسی نے نہیں دیکھی تھی ۴۸۵ء میں اس کا لڑکا نرسم گپت بالادت ہوا، اس نے نالندا کے وہار میں بہت بڑی عمارت تعمیر کرائی، اس کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے سفید ہنوں کو مالوہ کے راجہ (یشو دھرمن) کے ساتھ مل کر سخت شکست دی، اور ہنوں کے سردار مہر گل کو بھگا دیا، یہ واقعہ تقریباً ۵۲۸ء کا ہے،

سفید ہن وسط ایشیا کے تاتاری جن کو ہندوستان کے لوگوں نے ہُن کہا ہے، پانچویں صدی کے آخر میں "ترمان" نامی سردار کے ماتحت ہندوستان پر حملہ آور ہوئے، انھوں نے پنجاب، دوآبہ، اور وسط ہند کے ممالک فتح کر لئے اور مالوہ کو اپنا پایہ تخت بنایا، اسی کا ماتحت افسر "بھٹ مارک" گوجر تھا جس نے کاٹھیاواڑ میں "ولبھی پور" آباد کر کے اس کو پایہ تخت بنایا، اور خاندان ولبھی کا بانی ہوا،

ترمان تقریباً ۵۰۲ء میں وفات پا گیا تو اس کا لڑکا مہر گل جانشین ہوا، اور باپ کی طرح اس نے بھی اپنا لقب مہاراجہ رکھا، یہ بڑا سفاک اور ظالم تھا،

اس لئے ہندوستان کے متعدد رئیسوں نے مل کر اس کو ۵۲۸ء میں سخت شکست دی، یہ بھاگ کر کشمیر چلا گیا، جہاں کے بادشاہ کو فریب سے قتل کر کے خود تخت کا مالک بن بیٹھا، ۵۴۲ء میں اس کی وفات ہوئی، اس سے ہندوستان میں ہن لوگوں کا زوال ہوگیا، اور جو لوگ یہاں رہ گئے وہ ہندوستانیوں میں مل کر اپنی خصوصیات کھو بیٹھے،

ہرش کی سلطنت

۶۰۵ء میں تھانیسر کا بہادر راجہ "پربھاکر" مر گیا، تو اس کی جگہ اس کا بڑا لڑکا "راج وردھن" جو پنجاب میں ہنوں سے لڑ رہا تھا، پایہ تخت میں پہنچکر تخت نشین ہوا، لیکن جنگ مالوہ میں وہ جلد مارا گیا، تو ہرش تخت نشین کیا گیا، (۶۰۶ء)

اس نے پچاس ہزار پیادہ، بیس ہزار سوار اور پانچہزار ہاتھی لے کر مشرقی بنگال کے علاوہ تمام شمالی ہند فتح کر لیا، اب اس نے دکن کی طرف رخ کیا، اس وقت ایک لاکھ سوار اور ساٹھ ہزار جنگی ہاتھی اس کے ہمرکاب تھے، اس نے نربدا تک کا ملک فتح کر لیا، مگر آگے نہ بڑھ سکا، کیونکہ چالوکیہ خاندان کے با اقتدار راجہ نے اس کو ۶۲۰ء میں شکست دے کر واپسی پر مجبور کر دیا، لیکن اس شکست کا بدلہ گجرات اور کاٹھیاواڑ کی فتح سے نکل آیا،

یہ علم کا بڑا قدرداں تھا، ہر مذہب کے لوگوں سے رواداری برتتا تھا، مگر آخر میں بودھ مذہب اختیار کرنے سے جانوروں کا ذبح کرنا ممنوع قرار دیا، اور اس جرم کی سزا بڑی سخت دیتا تھا، ۶۴۷ء میں وفات پاگیا، اس کا پایہ تخت قنوج تھا، اسی کے زمانہ میں "ہیون تسانگ" مشہور

چینی سیاح آیا ہے، جس نے اپنے سفرنامہ میں ہندوستان کے چشم دید حالات لکھے ہیں، اس نے تمام مذاہب کے علما کو قنوج میں جمع کر کے مناظرہ کرایا، پھر الہ آباد میں پنج سالہ جشن بڑے دھوم سے منایا، اس نے ہر مذہب کے علما اور فقرا کو اسقدر بخشش دی کہ اس کا خزانہ خالی ہو گیا، یہ واقعہ ۶۴۳ء کا ہے،

راجپوت اور گوجر

ہرش کے بعد اس کی سلطنت کمزور ہو کر متعدد حاکموں میں تقسیم ہو گئی، اور آخر گوجروں نے اس پر قبضہ کر لیا، یہ گوجر درحقیقت گرجستان کے رہنے والے تھے، پانچویں صدی عیسوی میں جب ہنوں نے ہندوستان پر حملہ کیا تو یہ گوجران کے ساتھ تھے، یہ ہنوں کے ماتحت ملک کے حکمراں رہے، جب ہنوں کو زوال ہوا تو یہ خود مختار ہو گئے، ان کی سلطنت پنجاب، راجپوتانہ اور کاٹھیاواڑ میں قائم ہوئی، ان کا شمالی پایہ تخت بھیل مان اور جنوبی "ولبھی پور" تھا، جب ان کی طاقت زیادہ ہو گئی تو مالوہ پر بھی قبضہ کر کے پایہ تخت اجین کو بنایا، اور کچھ دنوں کے بعد مغربی دکن کو زیر تصرف لائے، ابتدا میں بھروچ ان کا پایہ تخت تھا، ان کے چار قبیلے سب سے زیادہ مشہور ہیں، چوہان، پریہار (پرہار) سولنکی، پرمار، یہ لوگ مذہب کے اعتبار سے سورج پرست تھے، اور غیر ملکی ہونے کے باعث یہاں کے لوگ ان کو ملچھ (نجس) سمجھتے تھے، ہندوستانی رعایا کے اثر سے ابتدا میں کچھ لوگ بدھ ہو گئے، جن کو برہمن اپنا بدترین دشمن سمجھتے تھے، وہ ڈرے کہ کہیں یہ حاکم قوم بدھ مذہب اختیار کر کے، اشوک اور ہرش کے زمانہ کی یاد تازہ نہ کر دے، اس لئے برہمنوں نے ان کو آبو پہاڑ پر غسل آتشین سے پاک کر کے ہندو مذہب میں داخل کر لیا، اور ان کو راجپوت کا خطاب

دیا، پھر دوسری نسل کے لوگ بھی جو کسی زمانہ میں تخت و تاج کے مالک تھے اپنے کو راجپوت کہنے لگے، اس طرح سے راجپوتوں میں مختلف قوم و نسل کے لوگ شامل ہو گئے،

۸۱۶ء میں بھیل مان کا راجہ ناگ بھٹ نے قنوج کی سلطنت پر قبضہ کر لیا، اور پھر اس کے خاندان نے اس شہر قنوج کو مبارک سمجھ کر پایہ تخت قرار دیا، ۸۲۵ء میں اس کا لڑکا رام دیو تخت نشین ہوا،

۸۴۰ء کے بعد راجہ مہیر جو راجہ بھوج کے لقب سے مشہور ہے، اس نے پچاس سال تک بڑی شان سے سلطنت کی، نربدا سے لیکر ستلج تک اور مشرق میں بہار تک اس کی سلطنت تھی، ۸۹۰ء میں اس کے مرنے پر مہندر پال وارث ہوا، اور جب ۹۰۸ء میں مرا ہے تو کوئی طاقت ور شخص ایسا نہ تھا جو سلطنت کو بچاتا، اگرچہ یہ سلطنت بہت کمزور ہو گئی پھر بھی محمود غزنوی کے وقت تک موجود تھی، ۱۰۹۰ء میں گوجروں کی اس سلطنت کا خاتمہ بندیل کھنڈ کے چندیلوں نے کیا، اور یہی چندیلے قنوج کے راجہ تھے، جنکا خاتمہ غوری نے کیا،

جس وقت محمود غزنوی نے ہندوستان پر حملہ شروع کیا ہے اس وقت ہندوستان میں چھوٹی چھوٹی بہت سی ریاستیں قائم تھیں، جیسے لاہور، قنوج، اجمیر، کالنجر، نودیا (بنگال) اجین، پٹن (گجرات) اور اڑیسہ، ان ریاستوں کے مالک نسل کے اعتبار سے تقریباً سب گوجر تھے جو اپنے آپ کو راجپوت کہتے تھے، جنوب میں، راشٹر کوٹ، چالوکیہ، ہوسل، جادونبی، پلو، چولا، پانڈیا خاندان حکمراں تھے ان میں سے چند کے سوا باقی سب ملک کے اصلی باشندے تھے، جنھوں نے اپنے زور بازو سے سلطنت قائم کر رکھی تھی،

عرب اور ہندوستان کے تعلقات

ہندوستان کے جنوب کا ملک قدرتی طور پر کچھ ایسا واقع ہے کہ اس حصہ کو بحیرۂ عرب گھیرے ہوئے ہے، اس کے سامنے عمان ہے، اس کے دائیں خلیج فارس، اور اس کے بائیں خلیج عدن ہے، عدن یمن کا پرانا بندرگاہ ہے، حضرموت گجرات کے سامنے واقع ہے، اور بحرین، خلیج فارس کا بحری مرکز ہے،

پس ان طبعی سہولتوں کے باعث ہندوستان اور عرب میں تعلقات کا پیدا ہونا ایک قدرتی امر ہے، چنانچہ تاریخی شہادتوں سے اس کی پوری تصدیق ہوتی ہے،

یہ ملک عربوں کو اس قدر پیارا تھا کہ اس کے نام (ہند) کو انھوں نے عشق و عاشقی کا موضوع قرار دیا، اور یہ حالت غالبًا تجارتی تعلقات کی کثرت کی بنا پر پیدا ہوئی ہوگی، کیونکہ ہندوستان ہمیشہ سے قوموں کی نگاہوں میں تجارت کا مرکز رہا ہے، یہ تاجر ہندوستان سے تجارتی مال جہازوں کے ذریعہ ہندوستانی بندرگاہوں سے لے کر یمن پہنچاتے اور یہاں سے بحر احمر کے کنارے کنارے خشکی کے راستہ یہ مال شام جاتا، جہاں سے بحر روم ہو کر مصر اور یورپ میں فروخت ہوتا،

۲۰۰۰ سنہ ق م میں عرب تاجر جن کو کنعانی اور آرامی کہا جاتا تھا، اور اب

فینقی کہتے ہیں، یہ جہاز رانی کے ذریعہ تجارت کرنے میں بڑے ماہر تھے، دراصل
یہ بحرین کے رہنے والے تھے، جو شام میں جاکر آباد ہو گئے، وہ بحر روم کے
کنارے کنارے یونان پہنچتے اور وہاں سے یورپ چلے جاتے، اسی
طرح مشرق میں بحرین، یا بحر احمر کے ذریعہ ایران، اور ہندوستان کے ساحل
بہ ساحل، چین تک اپنا مال لیجاتے، اور پھر وہاں کی چیز یورپ پہنچاتے،
۱۰۰۰ ق م میں یمن کی ایک قوم سبا نے بھی اس تجارت میں کافی
حصہ لیا، جنوبی ہندوستان سے ان کے تجارتی تعلقات بڑے وسیع
تھے، یہ ہندوستان سے چمڑا، زین، پوست، گلنگہ (ایک قسم کی خوشبودار
پتی) جاوتری، ہڑبھیڑا، آبنوس، کچھوے کی ہڈی، کباب چینی، مخمل، راانگا، لوبان
بید، مصبر، ہاتھی کے دانت، مختلف نباتات کے تاروں کا کپڑا، ہلدی، لونگ
الائچی، سیاہ مرچ، دار چینی، ڈلی، ناریل، املی، خصوصیت سے لے جاکر غیر ممالک
میں فروخت کرتے، چنانچہ بعض چیزوں کے نام عربی میں سنسکرت سے آئے
ہوئے جو موجود ہیں، وہ اس کی شہادت میں پیش کئے جا سکتے ہیں، مثلاً مشک
فلفل، کافور، زنجبیل، صندل، نارجیل، قرنفل، جائفل، وغیرہ،

اسی طرح بعض ناموں کے ساتھ لفظ ہندی لگانے سے اس کا ثبوت
ملتا ہے، جیسے عود ہندی، قسط ہندی، تمر ہندی، لوہے کے سامان میں سے
خالص فولاد کی تلوار، ہندوستان ہی سے جاتی تھی، اس لئے عربی میں ہندی
اور ہند بطور وصف تلوار کے استعمال کیا جاتا ہے،

اس کے علاوہ اور چیزیں بھی یہ تاجر ہندوستان سے باہر لیجاتے تھے، چنانچہ

مورخ جوزیفس نے لکھا ہے کہ سوپارہ (متصل ممبئی) اور رورکھ (متصل بھروچ) بندر سے حضرت سلیمانؑ کے عہد میں (۹۵۰ ق م) ہاتھی کے دانت، بندر، مور وغیرہ کی فلسطین میں تجارت ہوتی تھی، کپڑوں کی تجارت بھی ان عربوں کا محبوب مشغلہ تھا، ہندوستانی کپڑوں میں ململ، چھینٹ اور رومال خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، جن کو عربی میں قرقس دکرپاس یا کپاس) شیت اور فوطہ لکھتے ہیں کہتے ہیں کہ مصر کی ممی میں بعض کپڑے ہندوستان کے بنے ہوئے ملے ہیں، جس سے ہندوستان کی وسیع پیمانہ پر تجارت کا پتہ چلتا ہے،

بحری راستہ کے علاوہ خشکی سے بھی یہ لوگ تجارت کرتے تھے، چنانچہ سندھ سے بلوچستان اور وہاں سے ایران ہوکر بابل میں یہ لوگ پہلے پہنچے، اور وہاں سے پھر شام جاتے، ساتویں صدی ق م تک یہ تعلقات وسیع پیمانہ پر قائم تھے، ہندوستان سے بابل اور بابل سے ہندوستان بکثرت آمدورفت تھی، جس کی شہادت آثار قدیمہ سے اب بکثرت مل رہی ہے،

عربوں کے تعلقات ہندوستان سے صرف تجارت کے نہ تھے، بلکہ علمی بھی تھے، ۸۰۰ ق م سے پہلے ہندوستان میں لکھنے کا رواج نہ تھا، یہی عرب تاجر تھے جو خشکی (بابل) اور تری دونوں طرف سے حروف ہندوستان میں لائے، اور اسی سبب سے خاندان موریہ اور خاندان اندھرا کے تمام کتبات آرامی حروف میں نظر آتے ہیں، اسی طرح حساب کا طریقہ بھی قدیم میں آرامی طرز کا تھا، اشوک کے کتبات اسکی شہادت میں پیش کیے جاسکتے ہیں، یہ حروف داہنے طرف سے بائیں جانب کو لکھے اور پڑھے جاتے تھے، ان کو "آرین پالی" کہتے ہیں، اور گندھارا لپی کے نام

سے مشہور تھا، ساتویں صدی قبل م میں ہندوستان کے لوگ عربی سے بھی واقف تھے، اور غالبًا آمد و رفت کی کثرت اور تجارتی ضروریات کی بنا پر اس زبان سے کچھ لوگ آشنا تھے، سوامی دیا نند جی نے ستیارتھ پرکاش میں لکھا ہے، کہ کوروؤں نے لاکھ کا گھر بنا کر جب پانڈوں کو جلا دینا چاہا تو ودر جی نے عربی زبان میں اس راز سے ان کو آگاہ کیا، اور یدہشتر نے اس عربی میں ان کو جواب دیا،

عہد اسلام میں یہ تعلقات اور زیادہ وسیع ہو گئے، مسلمان عربوں نے بہت سی کتابوں کا ترجمہ سنسکرت سے عربی میں کرایا، بغداد میں اس کے لئے خاص محکمہ قائم تھا، بڑے بڑے پنڈتوں اور ویدوں (حکیم) کو ہندوستان سے بغداد بلایا گیا، ان میں سے منکہ (مانک)، بجے کر، کلپ راے، سندباد، بہلہ کا بیٹا، اور دھنہ کا بیٹا مشہور لوگ تھے،

سیاسی اعتبار سے یہ واقعہ کبھی فراموش نہ کرنا چاہئے، کہ شہنشاہ ایران کا بلوچستان اور سندھ پر اکثر قبضہ رہا ہے، اس تعلق سے بعض جنگجو قبیلے فوج میں بھرتی ہو کر ایرانیوں کے دوش بدوش غنیم سے لڑتے، ان میں سندھ کی جاٹ اور میدقوم زیادہ ممتاز رہی، چنانچہ شروع اسلام میں جب ایرانیوں اور عربوں سے لڑائی ہوئی تو ایرانی فوج میں یہ شامل تھے، ایران کے فتح ہو جانے کے بعد یہ لوگ مسلمان ہو کر مسلمانوں کی قوتِ بازو بن گئے، غرض جب مسلمان ایران کے شہنشاہ ہو گئے تو سرحدی معاملات اور اتفاقی امور کے علاوہ قدرتی طور پر ان کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ شہنشاہ

ایران ہونے کی حیثیت سے سندھ اور بلوچستان پر ان کا قبضہ رہے،

تجارتی لحاظ سے بھی ایک بندرگاہ کی ضرورت تھی، جو عرب سے متصل ہو اور لنکا جانے والے تجارتی جہازوں کی حفاظت اس کے ذریعہ سے ہو سکے، سندھ کا مشہور بندرگاہ "دیبل" (ٹھٹھہ) ان امور کے لئے بہت زیادہ موزون تھا، اس کے علاوہ اکثر باغی اسلامی علاقوں سے بھاگ کر سندھ میں پناہ لیتے، اور راجہ ان کی مدد کرتا، جس کے باعث ملک میں بدنظمی پیدا ہو جاتی، سندھ اور کاٹھیاواڑ کے سواحل پر بہت سے بحری ڈاکو تھے جو اسلامی جہازوں پر چھاپے مارتے تھے، ان اسباب سے سندھ پر قبضہ کرنا عربوں کو ضروری ہو گیا،

سندھ میں عربوں کی حکومت

اسلامی قوت کی ابتدا

عرب کے ملک میں دنیا کے دو مشہور پاک شہر ہیں، ان میں سے ایک کا نام مکہ، اور دوسرے کا نام مدینہ ہے، شروع میں اسلام کی طاقت انھیں دونوں شہروں میں پیدا ہوئی، اور بڑھی،

مکہ میں اسلام کے آخری پیغمبر حضرت محمد صلعم پیدا ہوئے، آپ کے والد کا انتقال پہلے ہی ہو چکا تھا، اور چند برس کے بعد آپ کی والدہ بھی وفات پاگئیں، اب آپؐ اپنے دادا عبدالمطلب کے پاس رہنے لگے اور ان کے بھی رحلت کر جانے پر اپنے بزرگ چچا ابو طالب کے ساتھ ایک عرصہ تک رہے، ۲۵ برس کی عمر میں آپ نے حضرت خدیجہؓ سے شادی کی، چالیس برس کی عمر سے آپ پر قرآن اترنا شروع ہوا، اور آپ پیغمبر ہوئے، اس دن سے آپ بارہ برس تک مکہ میں لوگوں کو خدا کا وعظ سُنا سنا کر اسلام کی منادی کرتے رہے، جب مکہ میں مشرکوں اور کافروں نے آپ کو بہت ستایا تو خدا کے حکم سے آپ مدینہ چلے گئے،

آپ کے مدینہ پہنچنے پر آہستہ آہستہ سارے مسلمان یہاں جمع ہو گئے، اور انھوں نے مل کر بڑی طاقت پیدا کر لی، چنانچہ دس برس میں تمام عرب مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا، یہاں تک کہ آپ نے سنہ ۱۱ھ میں مدینہ میں وفات پائی

مسلمان ہندوستان میں آپ کی وفات کے بعد عام مسلمانوں کی رائے سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے جانشین یعنی خلیفہ ہوئے، اس وقت سے مسلمانوں نے عراق اور شام کے بادشاہوں پر حملہ شروع کیا، دو ڈھائی برس کے بعد جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی وفات پائی، تو مسلمانوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا، ان کے زمانہ میں شام و مصر، اور ایران کا بہت بڑا حصہ فتح ہوا، سنہ ۱۵ھ ۶۳۶ء میں حکم ثقفی نے عمان اور بحرین کے گورنر عثمان کے اشارہ سے تھانہ (علاقہ بمبئی) پر حملہ کیا، کچھ دنوں کے بعد بھروچ پر فوجکشی کی، اسی زمانہ میں مغیرہ نے دیبل (دیول سندھ کا بندرگاہ) پر حملہ کیا، تیسرے خلیفہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں حکیم ابن جبلہ سرکاری طور پر ہندوستان کے متعلق تحقیقات کرکے واپس گئے،

سنہ ۳۹ھ ۶۵۹ء میں چوتھے خلیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے حارث عبدی آئے، اور سرحد کا انتظام کرتے رہے سنہ ۴۴ھ ۶۶۴ء میں امیر معاویہ نے مہلب کو بھیجا جنھوں نے بڑی خوبی سے سرحد کا انتظام کیا، اس وقت سے سرحدی انتظامات کے لئے یہ ایک مستقل عہدہ ہو گیا، سرحد اور سندھ کے مفتوحہ علاقے اسی کی نگرانی میں رہتے، مہلب کے بعد یکے بادیگرے لوگ اس عہدہ پر مقرر ہوتے رہے،

سنہ ۸۶ھ ۷۰۵ء میں جب ولید بن عبدالملک دمشق میں بادشاہ ہوا، تو حجاج ابن یوسف ثقفی عراق کا حاکم تھا، جس کے ماتحت بلوچستان، مکران اور سندھ کے سرحدی علاقے بھی تھے، اس وقت اسلام کی حکومت ایشیا، یورپ اور افریقہ میں پھیلی ہوئی تھی، اس لئے بادشاہ اسلام کے دربار میں ہر ملک کے بادشاہ ہدیہ کے ساتھ اپنے سفیر بھیجتے رہتے، لنکا کا راجہ بھی انہی میں سے تھا، جو دربارِ خلافت سے

سیاسی یا اخلاقی ربط بڑھانا چاہتا تھا،

چنانچہ اتفاقی طور پر اس کو اس کا موقع مل گیا، یعنی لنکا میں جو عرب تاجر رہتے تھے ان کے مرجانے پر راجہ نے ان کی عورتوں کو اپنے تحفوں کے ساتھ حجاج بن یوسف کی درمیانگی سے خلیفہ کے پاس روانہ کیا، ان جہازوں کو سندھیوں نے دیبل (ٹھٹھ) کے پاس لوٹ لیا، جب اس کی خبر حجاج کو ملی، تو سندھ کے راجہ داہر کو اس کی طرف توجہ دلائی، اور شریف عرب خواتین کی واپسی کا مطالبہ کیا، راجہ داہر نے جواب دیا کہ یہ کام بحری قزاقوں کا ہے، اور وہ میرے دست رس سے باہر ہیں،

حجاج نے سرحد کے افسر عبداللہ کو لکھا کہ دیبل کا بحری راستہ چونکہ مسلمانوں کے لئے خطرناک ہے، اس لئے کچھ فوج لے جاکر امن قائم کردو، عبداللہ جنگ میں مارے گئے، ان کی جگہ بدیل بجلی کو مقرر کیا گیا، مگر وہ بھی گھوڑے کے ٹھوکر کھانے سے گر کر مر گئے، تب حجاج نے محمد بن قاسم ثقفی کو پوری تیاری کے ساتھ شیراز کے راستہ سے روانہ کیا،

محمد بن قاسم ۹۳ھ ۷۱۱ء جمعہ کے دن دیبل پہنچا، سمندر کے راستہ سے بھی لڑائی کا سامان آگیا، اسی میں وہ منجنیق بھی تھی، جس کا نام "العروس" تھا، اور جس کو پرانے زمانہ کی توپ سمجھنا چاہئے، وہ پانچسو آدمی کی طاقت سے چلائی جاتی تھی، سب سے پہلے محمد بن قاسم نے اسی منجنیق کے ذریعہ دیبل کا قلعہ فتح کیا، پھر آگے قدم بڑھا کر نیرون کو فتح کیا، اس کے بعد آہستہ آہستہ اس نے سندھ پر قبضہ کرنا شروع کر دیا، تین برس کے اندر کشمیر کی حد سے لے کر "کچھ" تک اور سمندر (بحر عرب) سے سرحد مالوہ راجپوتانہ، ماڑواڑ، اور دریائے راوی کے کنارے تک فتح کر کے کنوج (سندھ)

کی ایک چھوٹی سی ریاست) کی طرف بڑھا، اس وقت اس کے پاس پچاس ہزار فوج تھی، جس میں زیادہ تعداد ہندوستانیوں کی تھی۔

۹۶ھ میں خلیفہ ولید نے وفات پائی، اور سلیمان اس کی جگہ تخت پر بیٹھا، اس وقت حجاج تو مر چکا تھا، جو مشرقی علاقہ کا والی تھا، مگر اس کے ماتحت حاکم محمد بن قاسم والی سندھ، قتیبہ بن مسلم والی ترکستان، موسیٰ والی افریقہ وغیرہ زندہ تھے، اور یہی وہ لوگ تھے، جو سلیمان کے خلیفہ ہونے کے مخالف تھے۔

سلیمان نے خلیفہ ہوکر ان سب سے بدلہ لیا، چنانچہ اس کے حکم سے محمد بن قاسم ۹۶ھ میں معزول کرکے عراق واپس بلایا گیا اور اپنے تمام خاندان کیساتھ "واسط" (کوفہ) کے قیدخانہ میں عرصہ تک قید رہ کر، خلیفہ کے خلاف سازش کے جرم میں قتل کیا گیا، اسی سے معلوم ہوا کہ راجہ داہر کی دو بیٹیوں کا جو قصہ عام تاریخوں میں درج نظر آتا ہے، وہ سرتاپا غلط ہے۔

محمد بن قاسم کے بعد ایک کے بعد دوسرے سندھ کے والی مقرر ہوتے رہے، ان والیوں میں جنید خاص کر ذکر کے قابل ہے، یہ ۱۰۷ھ میں سندھ کا والی ہوا، یہ بڑا بہادر اور مدبر تھا، سندھ کا معقول بندوبست کرکے، سرحدی معاملات کے قطعی فیصلے کے لئے گوجروں کے ملک کی طرف بڑھا، سندھ سے پہلے مرمد (ماڑوار) آیا، اور یہاں سے مانڈل (ویرم گام کے پاس) اور پھر دھنج (پٹن کے پاس) پہنچا، اور وہاں سے بھروچ بندرگاہ گیا، اور اس کے ایک افسر حبیب نامی نے اجین (مالوہ) پر دھاوا کیا، وہاں سے بہریمد (سرحد ماڑوار) اور پھر بھیلمان (گوجروں کا پایہ تخت) کو فتح کرتے ہوئے، مال غنیمت لیکر

سندھ واپس آگیا، اسی عہد میں شہر جیپائٹ (بیاس ندی سے مغرب جانب دس میل پر) کی ریاست مطیع ہوئی، اور سندھ کی مملکت میں مقبوضات کا اضافہ ہوا،

جنید کے بعد تمیم اور پھر حکم بن عوانہ کلبی سندھ کے والی ہوکر آئے، اسی کے ساتھ محمد بن قاسم کا لڑکا عمر بن محمد بن قاسم سندھ آیا، حکم نے یہاں ایک نیا شہر "محفوظہ" بسایا، کچھ دنوں کے بعد عمر بن محمد بن قاسم نے دوسرا شہر "منصورہ" آباد کیا، جو صدیوں سندھ کا پایہ تخت رہا،

حکم کے بعد محمد بن قاسم کا لڑکا عمر بن محمد اور پھر یزید عزار سندھ کے حاکم ہوئے اسی زمانہ میں ایک شخص منصور بن جمہور باغی ہوکر سندھ پر قابض ہوگیا،

۱۳۲ھ ۷۴۹ء میں امیہ کے خاندان کی جگہ حضرت عباسؓ کا خاندان برسرِ عروج ہوا، اور ملک عراق میں بغداد کو اپنا پایہ تخت بنایا، اس عہد میں سب سے پہلے مغلس کو سندھ بھیجا گیا، جو جلد مارا گیا، پھر موسیٰ بن کعب تمیمی آیا، جس نے باغی منصور بن جمہور کو شکست دے کر سندھ پر قبضہ حاصل کیا، تمیمی کے بعد عیینہ اور پھر عمر بن حفص یہاں کا والی ہوا، چونکہ یہ سادات کا بڑا حامی تھا، اس لئے سندھ میں بھی ان کا اثر قائم ہوگیا، اور شیعیت کی بنیاد اسی وقت سے سندھ میں پڑی،

۱۴۱ھ ۷۵۸ء میں منصور عباسی کے حکم سے ہشام والی ہوکر آیا، جس نے عمر بن جمل کو جہازوں کے بیڑے کا افسر بنا کر گجرات کے بندرگاہوں پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا، وہ لوٹ مار کر واپس آیا، ہشام کو اس سے اطمینان نہ ہوا، وہ خود ایک بیڑا لے کر گندھار (متصل بھروچ) بندر پر حملہ آور ہوا، اور اپنی فتح کی یادگار میں یہاں ایک مسجد بنوائی، یہ گجرات میں مسلمانوں کی پہلی مسجد ہے، واپس آکر اس نے کشمیر

کا سرحدی علاقہ بھی فتح کرلیا، خلیفہ نے اس کی اعلیٰ لیاقت دیکھ کر کرمان کا صوبہ بھی اس کے سپرد کردیا،

۱۵۹ھ/۷۷۵ء میں خلیفہ مہدی کے حکم سے گجرات پر عبدالملک نے حملہ کیا، اور ۱۶۰ھ/۷۷۶ء میں بھاڑبھوت (متصل بھروچ) پر اس نے قبضہ کرلیا، لیکن اتفاق سے یہاں وبا پھیل گئی، جس سے ایک ہزار مسلمان مرگئے، ۱۶۱ھ/۷۷۷ء میں کئی حاکموں کے بعد مصبح بن عمر تغلبی سندھ کا حاکم مقرر ہوا، اسی کے عہد سے یمنی اور حجازی کا جھگڑا شروع ہوا، جس نے سندھ کی اسلامی حکومت کو سخت نقصان پہنچایا، ۱۶۴ھ/۷۸۰ء میں لیث سندھ کا حاکم ہوا، دو برس تک اس کو جاٹوں نے بہت ستایا، ۱۶۵ھ/۷۸۱ء میں تازہ دم عرب فوج جب بصرہ سے آئی تو یہ فساد ختم ہوا،

۱۷۰ھ/۷۸۶ء میں ہارون الرشید کے زمانہ میں طیفور حمیری حاکم ہو کر آیا، اس کے عہد میں حجازیوں اور یمنیوں کا جھگڑا بہت بڑھ گیا، اس لئے اس کو معزول کرکے کئی حاکم متواتر بھیجے گئے، مگر کسی سے سندھ کا معقول بندوبست نہ ہوسکا، آخر ۱۸۴ھ/۸۰۰ء میں داؤد مہلبی کو یہ علاقہ سپرد کیا گیا، پہلے تو اس کا بھائی مغیرہ آیا، مگر سندھی عربوں نے اس کی دال نہ گلنے دی، مجبوراً وہ خود سندھ پہنچا، اور تمام سندھ کا معقول بندوبست کیا، جہاں تک ممکن ہوسکا اس نے نزاریوں (حجازی) کی طاقت توڑی، اور ملک میں ان کو منتشر کردیا،

اسی زمانہ میں ہارون الرشید کی طلب پر ہندوستان سے ۱۹۳ھ/۸۰۹ء میں ایک طبیب (وید) "گنگا" نامی بغداد گیا تھا، اور ایک اور طبیب منکہ نامی تھا جس کے علاج سے خلیفہ بیماری سے اچھا ہوا تھا،

۲۰۵ھ/۸۲۰ء میں بیس برس حکومت کرکے بڑی نیک نامی کے ساتھ داؤد بن
یزید بن حاتم مہلبی دنیا سے رخصت ہوگیا، خلیفہ مامون الرشید نے اس کے لڑکے
بشر کو باپ کی جگہ پر بحال رکھا، چند سال کے بعد اس نے باغیانہ رویہ اختیار کیا، اسلئے
حاجب بن صالح کو روانہ کیا گیا جو ناکام واپس آیا،

آخر مامون نے غسان تغلبی کو سندھ روانہ کیا، وہ ۲۱۳ھ/۸۲۸ء میں منصورہ پہنچا،
بشر نے اطاعت قبول کرلی، غسان تمام معاملات درست کرکے موسیٰ برمکی کو
خلیفہ کے حکم کے مطابق سندھ سپرد کردیا، اور عراق چلا گیا، ۲۲۱ھ/۸۳۵ء میں موسیٰ مرگیا،
اور اس کا لڑکا عمران بن موسیٰ سندھ کا حاکم مقرر ہوا،

عمران باپ کی جگہ مقرر ہوکر بڑی مستعدی سے سندھ کا انتظام کرنے لگا،
قیقان کے جاٹ جو باغی ہوگئے تھے، ان کو تابعدار بنایا، اور ان کی سرکشی روکنے
کے لئے ایک چھاؤنی قائم کی، اس کا نام "بیضار" رکھا، قندابیل کے سرکشوں کو
زیر کیا، اس کے بعد جاٹوں کی خبر لی، اور سخت سزا دیکر مید کی طرف چلا، اس
سرکش قوم کو زیر کرنے میں مصروف تھا، کہ پھر حجازی اور یمنی جھگڑا شروع ہوا،
حجازیوں کا ایک سردار عمر بن عبدالعزیز ہباری اچانک اس پر آپڑا، اور عمران
مارا گیا، اس کے مرنے پر ۲۳۶ھ/۸۵۰ء میں عنبسہ بن اسحاق ضبی حاکم ہوا، مگر اس کا سارا
وقت ان باغیوں سے لڑنے میں صرف ہوا، جو عمران کے قتل سے صوبے دبا
بیٹھے تھے، اس نے اپنے آخری عہد میں ایک بڑا قید خانہ تیار کیا، اور دیبل کی فصیل
سڑک، اور مکانات کی درستی میں بڑی دلچسپی سے وقت صرف کیا،

۲۳۵ھ/۸۴۹ء میں ہارون سندھ کا حاکم ہوا، مگر اس نے حجازیوں اور یمنیوں کا

توازن قائم نہیں رکھا، اس کا خطرناک نتیجہ یہ نکلا کہ ۲۴۰ھ ۸۵۴ء میں حجازیوں کے سردار عمر بن عبدالعزیز ہباری نے اس کو قتل کر دیا، اور شہر پر قبضہ کر کے خلیفہ متوکل سے یہ درخواست کی کہ سندھ کا صوبہ اگر اس کے سپرد ہو تو اس کا بہترین انتظام کریگا، چنانچہ خلیفہ متوکل نے اسکی درخواست قبول کر لی،

خاندان ہباری اس خاندان کا بانی عمر بن عبدالعزیز بن منذر بن زبیر بن عبدالرحمٰن بن ہبار بن اسود ہے، عرصہ سے یہ خاندان سندھ میں آباد تھا، اور سندھی عربوں میں سب سے زیادہ ممتاز تھا، منصورہ سے تھوڑے فاصلہ پر "بانیہ" ایک جگہ تھی، وہ اس کا وطن تھا، اس نے آہستہ آہستہ طاقت پیدا کی، یہانتک کہ ۲۴۰ھ ۸۵۴ء میں سندھ کا حاکم ہو گیا، جو برائے نام خلیفہ کا ماتحت تھا، اس نے اپنا پایہ تخت منصورہ ہی کو قائم رکھا، ۲۷۰ھ ۸۸۳ء میں اس کا لڑکا عبداللہ بن عمر تخت پر بیٹھا، لیکن ۲۷۹ھ ۸۹۲ء میں ایک عام بلوہ ہو گیا، اور صمہ جو بنو کندہ کا غلام تھا، سندھ پر قبضہ کر بیٹھا،

کچھ دنوں کے بعد عبداللہ نے اپنی حالت سنبھالی، اور اپنا موروثی ملک غاصب سے چھین کر پھر سندھ کا مالک ہو گیا، بنو سامہ کا خاندان عمان میں آباد تھا، اس کی شاخ بنو منبہ ملتان میں بس گئی تھی، غالباً اس قسم کی بدامنی سے فائدہ اٹھا کر ملتان کے بنو سامہ نے ۲۹۰ھ ۹۰۲ء میں اپنی خودمختاری کا اعلان کر دیا، اس وقت سے سندھ کے دو حصے ہو گئے، شمالی حصہ کا پایہ تخت ملتان ہوا، اور جنوبی حصہ کا منصورہ، ۳۰۰ھ ۹۱۲ء میں ملتان کا حاکم ابو اللباب منبہ بن اسد قریشی تھا ۳۰۳ھ ۹۱۵ء میں عبداللہ کے بعد اس کا لڑکا عمر بن عبداللہ ہباری منصورہ میں تخت پر بیٹھا، اور اسی طرح ۳۷۵ھ ۹۸۵ء تک ایک کے بعد دوسرے بادشاہ ہوتے

رہے، لیکن اسی وقت سے اسماعیلیوں کا اثر بڑھنے لگ گیا تھا، تب بھی ۴۰۱ھ ۱۰۱۰ء تک یہ خاندان حکومت کرتا رہا،

سندھ میں اسماعیلی | اسماعیلی، شیعوں کا ایک فرقہ ہے، جو اس زمانہ میں مصر اور شمالی افریقہ پر قابض تھا، ان کا امام مصر کے پایہ تخت قاہرہ میں رہتا تھا، نسب کے لحاظ سے وہ فاطمی یعنی حضرت فاطمہؓ کی اولاد سے تھا، ان کے داعی اور مبلغ عباسیوں کے دور دست صوبوں میں جا کر اپنا مذہب پھیلاتے تھے، ۲۷۰ھ ۸۸۴ء میں عبداللہ المہدی کے زمانہ میں ہثیم نامی ان کا پہلا داعی سندھ میں آیا، اور اپنے کام میں مصروف ہو گیا، اسکے بعد یکے بادیگرے داعی آتے رہے، اور ملک کو انقلاب کے لیے تیار کرتے رہے، یہ لوگ اپنا کام بہت ہی مخفی طور پر انجام دیتے تھے، ان کو قاہرہ سے تمام احکام ملتے، یہانتک کہ اسماعیلی امام عبدالعزیز باللہ فاطمی المتوفی ۳۸۶ھ ۹۹۶ء کے عہد میں جلم بن شیبان کو فوجی مدد کے ساتھ سندھ بھیجا گیا، جس نے اچانک سندھ میں بنو سامہ قریشی سے ۳۶۷ھ ۹۷۷ء میں حکومت چھین لی، اور خود قبضہ کر لیا،

جلم بن شیبان | اس نے ملتان پر قبضہ کر کے فاطمی خلیفہ کا سکہ اور خطبہ جاری کر دیا، سندھ میں پہلا اسماعیلی حاکم یہی جلم بن شیبان ہے، ملتان کے اس پرانے مندر کو جس کو محمد بن قاسم کے زمانہ سے اس وقت تک کسی مسلمان بادشاہ نے نہیں چھوا تھا، اس نے گرا کر جامع مسجد بنا ڈالا، اور محمد بن قاسم کے زمانہ کی جامع مسجد جو موجود تھی، اس کو بند کرا دیا،

اس نے اپنے مذہب کی تبلیغ کے ساتھ، سلطنت کو بہت مضبوط بنایا، آس پاس کے ہمسایہ ہندو راجاؤں سے ربط وضبط بڑھا کر ایک دوسرے کی امداد کرنے کا

معاہدہ کرلیا،

سنہ ۳۷۵ھ ۹۸۵ء میں شیخ حمید تخت پر بیٹھا، پھر شیخ نصر متوفی سنہ ۳۹۰ھ ۹۹۹ء اس کے بعد اس کا لڑکا ابو الفتوح داؤد تخت پر بیٹھا، اس نے لاہور کے راجہ جے پال کو محمود غزنوی کے مقابل میں فوجی امداد دی تھی، اس جرم میں سلطان محمود غزنوی سنہ ۴۰۱ھ ۱۰۱۰ء میں ملتان فتح کر کے داؤد کو غزنہ لے گیا، جہاں کچھ دنوں کے بعد وہ مرگیا، اسمٰعیلی یہاں سے بھاگ کر غالباً منصورہ پہنچے اور اچانک منصورہ پر قابض ہوگئے، مگر سنہ ۴۱۹ھ ۱۰۲۵ء میں محمود غزنوی نے ریاست منصورہ پر بھی قبضہ کرلیا، اور اس وقت سے سندھ کا کل علاقہ غزنوی بادشاہوں کے ماتحت ہوگیا،

غزنوی خاندان

بغداد کے عباسی خلیفوں کی کمزوری پر صوبہ کے حاکم عام طور پر خود مختار ہو گئے، ان میں بخارا کا حاکم اسمٰعیل سامانی بھی تھا، اس کے مرجانے کے بعد اسکا ایک ترک امیر الپ تگین ناراض ہو کر غزنہ پہنچا، جہاں اس نے ایک خود مختار حکومت کی بنا ڈالی، اس کا داماد سبکتگین ایک ترک تھا جو اس کے مرنے پر غزنہ کا حاکم ہوا، کابل اور پشاور پر قبضہ کر کے حکومت کرنے لگا، لاہور کے راجہ جے پال سے سرحد کے متعلق اکثر جھگڑا رہتا، یہانتک کہ ایک دفعہ لڑائی کی نوبت پہنچی، جس میں جے پال نے شکست پائی اور خراج ادا کرنے پر صلح ہو گئی، راجہ جیپال کے مرنے پر، اس کے جانشین انند پال نے خراج دینے سے انکار کر دیا، ادھر غزنہ کے تخت پر باپ کی جگہ محمود بیٹھا، جب اس کو معلوم ہوا کہ انند پال لڑائی کی تیاری میں مصروف ہے تو وہ لاہور کی طرف فوج لے کر بڑھا، انند پال نے بھی قنوج، میرٹھ، متھرا، کالنجر، مالوہ، اجمیر، گجرات اور گوالیار کے راجاؤں کو اپنی مدد کے لیے بلایا، محمود نے پشاور کے پاس ان سب کی فوجوں کو شکست دی اور مال غنیمت لے کر واپس گیا،

لیکن قدرتی طور پر یہ بات اس کو بری معلوم ہوئی، کہ ان راجاؤں نے انند پال کے ساتھ شریک ہو کر بلا ضرورت اس کو لڑائی کی دعوت دی، اسلئے

محمود نے بھی ایک ایک کر کے سب سے بدلہ لیا، سب سے پہلے لاہور کو اپنی سلطنت میں شامل کر کے ایاز کو وہاں کا حاکم مقرر کیا، اسی طرح سندھ پر بھی قبضہ کر کے ایک حاکم کے ماتحت کر دیا، باقی ممالک جیسے کشمیر، قنوج، کالنجر، کوہ بالاناتھ، گوالیار، گجرات وغیرہ بھی آہستہ آہستہ سال بسال اس کے باجگذار ہوتے گئے، محمود بڑا بہادر، سپہ سالار، مدبر اور سخی بادشاہ تھا، یہ پہلا بادشاہ ہے، جس نے ہندوستان کے شمال میں اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی، اور ہندی زبان میں اپنا سکہ جاری کیا، اس کے اچانک حملوں سے ہندوستان کانپ جاتا تھا،

۴۱۶ھ / ۱۰۲۵ء میں اس کا مشہور حملہ سومناتھ (گجرات) پر ہوا، ملتان سے بیکانیر ہوتے ہوئے تین سو پچاس میل کا لق و دق ریگستانی میدان طے کر کے اجمیر اور آبو ہو کر گجرات پہنچا، اور پھر سومناتھ پٹن فتح کر کے چھوٹے رن کے راستے سے ریگستان کو طے کرتا ہوا ملتان پہنچ گیا، الغرض سکندر کی طرح محمود بھی اپنے وقت کا بڑا فاتح تھا، اس نے کبھی شکست کا منہ نہیں دیکھا، اس کی فوج میں ہندو بڑے بڑے عہدوں پر مقرر تھے، اس کی ساری عمر میں ایک واقعہ بھی ہندو کو بہ جبر مسلمان بنانے کا، اور امن کی حالت میں کسی مندر توڑنے کا نہیں ملتا، کالنجر اور گوالیار اس کی باجگذار ریاستیں تھیں، جہاں عموماً سیاسی مجرم غزنہ سے بھیجے جاتے تھے، ۴۲۱ھ / ۱۰۳۰ء میں غزنہ میں محمود وفات پا گیا،

محمد غزنوی محمود کے بعد اس کا بڑا لڑکا محمد تخت پر بیٹھا، مگر دوسرے بھائیوں سے اس کی نہیں بنی، پہلے چند امیر اس سے باغی ہو گئے، اس کے بھائی مسعود کی طرف روانہ ہوئے جن کی گرفتاری کے لئے، سوبند رائے ایک ہندو سپہ سالار کو فوج دیکر

بھیجا گیا، جو نا کامیاب رہا، پھر مسعود کے آنے کی خبر سنکر خود ایک فوج جرار کیساتھ مقابلہ کو نکلا، جب فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو امیروں نے محمد کو گرفتار کر کے قید کر دیا، اور سب کے سب سلطان مسعود سے مل گئے،

سلطان مسعود غزنوی

سلطان مسعود بڑا سخی اور بہادر تھا، اس کو تیر اندازی میں بڑا ملکہ تھا اس کا گرز مشکل سے کوئی اٹھا سکتا تھا، اس نے احمد بن حسن میمندی کو جو سلطان کے باجگذار راجہ کالنجر کے قلعہ میں قید تھا، بلا کر وزیر بنایا، ۴۲۱ھ (۱۰۳۰ء) میں مکران اور ریکیج کو فتح کر کے اپنا خطبہ اور سکہ جاری کیا، ۴۲۴ھ (۱۰۳۲ء) میں قلعہ سرستی (جو کشمیر کے پاس تھا) کو فتح کیا، ۴۲۶ھ (۱۰۳۴ء) میں ہندوستان کے والی احمد نے بغاوت کی، اسکی سرکوبی کے لئے ایک ہندو سپہ سالار ناتھ بھیجا گیا، جو ناکامیاب رہا، پھر سپہ سالار تلک آیا، جس نے بڑی بہادری سے بغاوت فرو کی، ۴۲۷ھ (۱۰۳۵ء) میں قلعہ ہانسی اور سون پت فتح کیا، واپس جاتے ہوئے لاہور میں اپنے لڑکے کو یہاں کا حاکم اور ایاز کو اسکا اتالیق بنایا، پھر جب ملتان میں بغاوت ہوئی تو اسی کو ملتان میں امن قائم کرنے کے لئے روانہ کیا، جس نے باغیوں کی سرکوبی کر کے امن قائم کر دیا، جب ۴۳۰ھ (۱۰۳۸ء) میں سلجوقی ترکوں سے شکست کھائی تو گھبرا کر ہند میں راج دھانی بنانے کا ارادہ کیا، لیکن اس کے امیر اس رائے سے متفق نہ تھے، اس لئے راستہ ہی میں اس کو قید کر دیا، اور سلطان محمد کو قید سے نکال کر بادشاہ بنایا، محمد نے اپنے ایک لڑکے کو لاہور اور ملتان کا حاکم بنا کر بھیجا، سلطان مسعود کچھ دنوں ایک قلعہ میں قید رہا، پھر ۴۳۳ھ (۱۰۴۱ء) میں قتل کر دیا گیا،

سلطان مودود بن مسعود غزنوی

شاہزادہ مودود کو جب باپ کے قتل کی خبر معلوم ہوئی تو پہلے غزنہ پہنچا، جب دربار کے امیر اس سے متفق ہو گئے تو ایک فوج

کے ساتھ سلطان محمد کا مقابلہ کیا، جس میں کامیاب رہا، غزنہ کا تخت حاصل کرنے کے بعد ابونصر محمد بن احمد کو لاہور کا حاکم بنایا، سلطان ملتان سے لاہور آیا، اور سندھ سے لے کر ہانسی اور تھانیسر تک کا بہترین انتظام کرکے غزنہ واپس گیا، ۴۳۵ھ ۱۰۴۴ء میں سلجوقیوں کے ساتھ سلطان کو جنگ میں مشغول دیکھ کر دہلی کے راجہ نے ہانسی اور تھانیسر پر قبضہ کرلیا، اور پھر نگرکوٹ کا قلعہ چار مہینہ کے محاصرہ کے بعد فتح ہوگیا، ۴۴۰ھ ۱۰۴۸ء میں سلطان نے اپنے لڑکے ابوالقاسم محمود کو لاہور کا حاکم بنا کر روانہ کیا، اور غزنہ کے کوتوال ابوعلی کو ہند کا سپہ سالار اعظم بنا کر ان کے ساتھ کردیا، جو پشاور، کشمیر، اور ملتان کی بغاوت دور کرکے غزنہ واپس گیا، رجب ۴۴۱ھ ۱۰۴۹ء میں قولنج کی بیماری سے سلطان مودود انتقال کرگیا،

علی بن مسعود غزنوی

سلطان مودود کے مرنے پر علی بن ربیع نے اس کے تین سال کے بچے کو تخت پر بٹھایا، مگر غزنہ کے ارکان سلطنت اس پر راضی نہ ہوئے، اس لئے اس کو تخت سے اتار کر سلطان علی بن مسعود کو بادشاہ بنایا، علی بن ربیع ایک جماعت کے ساتھ ہندوستان آیا، اور پشاور سے سندھ تک اپنے قبضہ میں لے آیا، عبدالرزاق بن احمد میمندی جس کو سلطان مودود نے سیستان کا حاکم بنا کر بھیجا تھا، سلطان کی وفات کی خبر پاکر بغاوت پر آمادہ ہوگیا، عبدالرشید بن محمود غزنوی کو جو بست کے قلعہ میں قید تھا، سردار بنا کر غزنہ جا پہنچا، علی بن مسعود ناکامیاب رہا،

سلطان عبدالرشید بن محمود غزنوی

۴۴۳ھ ۱۰۵۱ء میں سلطان عبدالرشید تخت کا مالک ہوا، اس نے علی ابن ربیع کو جو ہندوستان اور سندھ پر قابض ہوگیا تھا، مختلف تدبیروں سے غزنہ واپس بلایا، اور اس کی جگہ نوشتگین کرخی کو ہندوستان اور سندھ

کا حاکم بناکر اور بھاری فوج دے کر روانہ کیا اس نے ہندوستان پہنچکر نگر کوٹ کے قلعہ کو چند روز کے محاصرہ میں فتح کرلیا، سیستان کے حاکم طغرل نے بغاوت کر کے غزنہ پر قبضہ کرلیا، اور محمود کے خاندان سے اکثر وارثوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا، اور خود سلطان بنکر تخت نشین ہوا، نوشتگین لاہور کے حاکم کو جب یہ معلوم ہوا تو غزنہ کے امیروں کو سخت غیرت دلائی، چنانچہ لوگوں نے طغرل کو قتل کر دیا،

فرخ زاد بن مسعود غزنوی غزنہ کے امیروں کی متفقہ رائے سے بادشاہ ہوا، اور نوشتگین اسکا وزیر بنا، لیکن اس بادشاہ کا سارا وقت سلجوقیوں سے مقابلہ میں صرف ہو گیا، اور چونکہ اس نے دو دفعہ سلجوقیوں کو شکست دی، اسلئے عام رعایا پر اس کا اچھا اثر پڑا، ۴۵۰ھ ۱۰۵۸ء میں قولنج کے عارضہ سے مرگیا،

سلطان ابراہیم بن مسعود غزنوی غزنہ کے تخت پر جب بیٹھا تو سلجوقیوں کی طرف سے اس کو ڈر تھا، لیکن صلح کے بعد اطمینان سے اس نے ہندوستان کے صوبے فتح کرنے شروع کئے، ۴۶۲ھ ۱۰۶۹ء میں اجودھن کا قلعہ فتح ہوا، پھر قلعہ روپال کو قبضہ میں لایا پھر بیتی کال کو بڑی مشکل سے فتح کیا جس سے بیشمار مال غنیمت حاصل کر کے غزنہ واپس ہوا، یہ بادشاہ نہایت نیک اور بہادر تھا، خوشنویسی میں کمال رکھتا تھا، ہر سال اپنے ہاتھ سے ایک قرآن پاک لکھ کر مدینہ منورہ اور دوسرا مکہ معظمہ بھیجا کرتا تھا، تقریبا چالیس برس اس نے حکومت کی، ۴۹۲ھ ۱۰۹۸ء میں انتقال کر گیا،

سلطان مسعود بن ابراہیم باپ کے بعد یہ تخت پر بیٹھا، اس کے زمانہ میں طغاتگین لاہور کا حاکم بنایا گیا جس نے گنگا پار ہو کر مختلف صوبوں کو فتح کیا، اور لوٹ کا مال لے کر لاہور واپس آیا، سلطان نہ صرف سخی بلکہ اپنی نیکیوں کے سبب سے

بھی مشہور تھا، ۱۶ برس حکومت کر کے ۵۰۸ھ (۱۱۱۴ء) میں مرگیا، اس کے بعد اس کا لڑکا ارسلان شاہ غزنہ کا بادشاہ ہوا، سلطان سنجر سلجوقی نے جب غزنہ کو لے لیا، تو یہ ہندوستان چلا آیا اور سنجر کے چلے جانے کے بعد ہندی فوج لے کر غزنہ پر چڑھائی کی، لیکن سنجر کے واپس آنے پر پھر پہاڑوں میں جا نکلا، لوگ اس کو گرفتار کر کے غزنہ لائے جہاں یہ قتل کر دیا گیا،

اس نے صرف تین برس سلطنت کی، اس کے زمانہ میں ہندوستان کا حاکم محمد باہلیم تھا،

بہرام شاہ بن مسعود

بہرام شاہ جو سلطان ابراہیم کا پوتا تھا، ۵۱۱ھ (۱۱۱۷ء) میں اپنے ماموں سلطان سنجر سلجوقی کی مدد سے غزنہ کے تخت پر بیٹھا،

محمد باہلیم جو ہندوستان کا حاکم تھا، باغی ہوگیا، بہرام شاہ نے خود ہندوستان آکر ۵۱۴ھ (۱۱۲۰ء) میں اس کو گرفتار کر کے قید کر دیا، کچھ دنوں کے بعد معاف کر کے پھر ہندوستان کا حاکم بنایا، اس نے کوہ سوالک کے پاس ناگور نامی قلعہ کو فتح کیا، اور اپنے اہل و عیال اور مال و دولت کو اس محفوظ مقام میں رکھ کر، ایک زبردست لشکر تیار کیا، ہندو راجاؤں پر اکثر غالب آتا رہا، جس سے مغرور ہو کر اس نے پھر بغاوت کی، سلطان بہرام شاہ غزنوی پھر ہندوستان آیا اور ملتان کے مقام پر دونوں کی فوجوں میں سخت لڑائی ہوئی، جس میں بہرام شاہ نے فتح پائی، اور باغی مارے گئے، بہرام شاہ حسین بن ابراہیم علوی کو ہندوستان کا حاکم بنا کر غزنہ کی طرف واپس گیا، جب سیف الدین غوری نے غزنہ پر حملہ کیا تو بہرام شاہ اپنے میں مقابلہ کی طاقت نہ دیکھ کر ہندوستان چلا آیا، جاڑے کے موسم میں غزنہ پر پھر قبضہ کر لیا، لیکن علاء الدین غوری نے ایسی شکست

دی کہ ہندوستان واپس آکر اسی غم و غصہ کے سبب ۵۴۷ھ (۱۱۵۲ء) میں دنیا سے چل بسا،

خسرو شاہ بن بہرام شاہ باپ کے بعد تخت پر بیٹھا، اور جب علاء الدین غوری نے خاص شہر غزنہ کی طرف رخ کیا تو یہ ڈر کر لاہور آگیا، اور اسی کو مستقل دار الحکومت قرار دیا، علاء الدین غوری جب غزنہ کو تباہ کرکے غور واپس گیا تو خسرو شاہ نے پھر غزنہ پر قبضہ کرنا چاہا، لیکن بد قسمتی سے ترکمان غزنہ پر آپڑے، اس لئے خسرو شاہ ناکام ہندوستان واپس آیا، آٹھ سال حکومت کرکے ۵۵۵ھ (۱۱۶۰ء) میں وفات پائی،

خسرو ملک بن خسرو شاہ خسرو ملک لاہور میں اپنے باپ کے تخت سلطنت پر بیٹھا، اور ہندوستان کے غزنوی مقبوضات پر مستقل طور سے حکومت کرنے لگا،

۵۷۶ھ (۱۱۸۰ء) میں شہاب الدین غوری نے لاہور پر حملہ کیا، خسرو ملک قلعہ بند ہو گیا اس لئے شہاب الدین اس وقت غزنہ واپس چلا گیا، ۵۸۰ھ (۱۱۸۴ء) میں وہ پھر ہندوستان آیا، اور سیالکوٹ کا قلعہ تعمیر کرکے واپس گیا، ۵۸۲ھ (۱۱۸۶ء) میں جب لاہور آیا تو خسرو ملک کو گرفتار کرکے غزنہ لے گیا، جہاں وہ مر گیا، اس وقت سے ہندوستان غزنوی خاندان سے نکل کر غوری خاندان کے قبضہ میں آگیا،

غوری اور ان کے غلاموں کی سلطنت

سلطان شہاب الدین غوری کابل کے حدود میں غزنہ سے پرے ایک پہاڑ کا نام غور ہے، شہاب الدین محمد غوری کا خاندان مدت سے وہاں مقیم تھا جب غزنہ کا حکمران خاندان کمزور ہو گیا تو یہ خاندان طاقتور ہو کر غزنہ اور ہندوستان پر قابض ہو گیا، شہاب الدین محمد ۵۳۲ھ ۱۱۳۷ء میں غور میں پیدا ہوا، اور اپنے بھائی غیاث الدین محمد کے بادشاہ ہونے پر اس کا شریک سلطنت بنا، اور اپنا وقت زیادہ تر ہندوستان میں فتوحات حاصل کرنے اور حملوں میں بسر کیا، ۵۷۱ھ ۱۱۷۵ء میں سب سے پہلے اس نے ملتان پر حملہ کیا جہاں اسماعیلیوں نے دوبارہ قوت حاصل کر لی تھی، پھر سندھ کے شہر اوچ (اوچھ) فتح کیا، ۵۷۴ھ ۱۱۷۷ء میں اُچ کے راستہ ریگستان کو طے کر کے گجرات میں داخل ہوا، گجرات کا راجہ مول راج دوم اور اس کے چچا بھیم دیو ثانی سے جنگ ہوئی، مگر محمد غوری شکست کھا کر واپس گیا، اور سندھ پر علی کرماخ کو حاکم بنا گیا، ۵۸۲ھ ۱۱۸۶ء میں جب لاہور فتح ہوا، تو یہ علاقہ بھی اس کے سپرد ہوا، ۵۸۶ھ ۱۱۹۲ء میں شہاب الدین غوری نے بھٹنڈا پر قبضہ کر لیا، جو دہلی کے راجہ رائے پتھورا کے قبضہ میں تھا، یہ سنکر راجہ لڑائی کے لئے آمادہ ہو گیا، محمد غوری گو اس کے لئے تیار نہ تھا، بلکہ غزنہ واپس جا رہا تھا کہ راجہ کی آمد سنکر لڑنے کیلئے وہ بھی چل پڑا، موضع ترائن میں دونوں کا مقابلہ ہوا، محمد غوری شکست کھا کر غزنہ

چلا گیا، ایک سال کے بعد ۵۸۸ھ (۱۱۹۲ء) میں غوری پھر آیا، اور اسی میدان میں ایک
سخت جنگ کے بعد رائے پتھورا مارا گیا، اور دہلی پر محمد غوری کا قبضہ ہو گیا، اس
فتح سے قلعہ سرستی، ہانسی، سمانہ اور کہرام وغیرہ سب اس کی سلطنت میں داخل
ہوئے، اجمیر میں رائے پتھورا کے لڑکے کو راج گدی پر بیٹھا کے محمد غوری غزنہ واپس
ہوا، اور مفتوحہ ممالک اپنے غلام قطب الدین ایبک کے سپرد کر گیا، جس نے
پہلے کہرام اور پھر دہلی کو پایہ تخت بنایا،

اسی سال میرٹھ فتح ہوا، ۵۸۹ھ (۱۱۹۴ء) میں علی گڈھ پر قطب الدین نے قبضہ کیا،
۵۹۰ھ (۱۱۹۵ء) میں شہاب الدین کو پھر ہندوستان آنا پڑا تاکہ راجہ قنوج سے سرحدی
جنگ کا فیصلہ کرے، اٹاوہ کے پاس دونوں کا مقابلہ ہوا، راجہ قنوج جے چند
مارا گیا، اور قنوج سے لے کر بنارس تک کا ملک غوری کے قبضہ میں آگیا، ۶۰۲ھ (۱۲۰۶ء)
میں کھوکھروں کے فساد کے سبب محمد غوری پھر ہندوستان آیا، اور واپسی کے
وقت رات کو ایک کھوکھر نے جو غالباً اسماعیلی تھا، خیمہ میں گھس کر سلطان شہاب الدین
محمد غوری کو شہید کر ڈالا، لاش غزنہ جاکر دفن ہوئی اور اس کی سلطنت اس کے
مختلف غلام افسروں میں تقسیم ہو گئی، جن میں سے بلاذر، ناصر الدین قباچہ اور قطب الدین
ایبک تین مشہور ترک سپہ سالار تھے،

قطب الدین ایبک

غزنین پر بلاذر نے، سندھ پر ناصر الدین قباچہ نے اور ہندوستان پر
قطب الدین ایبک نے قبضہ کیا، ہندوستان کے لوگوں نے
قطب الدین کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا، اس نے اپنا پایہ تخت پہلے لاہور کو بنایا،
تاکہ سرحدی انتظام ہمیشہ مکمل رکھے، اور کسی کو ہندوستان پر حملہ کی جرأت نہ ہو

اس نے دہلی میں ایک عالیشان مسجد تیار کی، جس کا نام قوت الاسلام رکھا، اس کا ایک مینارہ جس کو لوگ قطب کی لاٹھ (یا قطب مینار) کہتے ہیں، اس کی بنیاد اسی نے رکھی تھی، ۵۹۱ھ ۱۱۹۴ء میں اس نے گجرات کا پایہ تخت پٹن فتح کر لیا، اور تاوان جنگ لے کر واپس آیا، ۵۹۲ھ ۱۱۹۵ء میں چندراوتی، آبو اور ناگور کے راجاؤں نے مل کر اجمیر اس سے چھین لینا چاہا، اس نے اجمیر میں قیام کر کے انتظام کرنا شروع کیا، اور تازہ دم امدادی فوج منگوا کر ان کو شکست دی، ۵۹۳ھ ۱۱۹۶ء میں اس نے دوبارہ گجرات فتح کر لیا، اور وہاں اپنا ایک نائب مقرر کر کے واپس آیا، مگر گجرات کے راجہ نے اس سے ملک چھین لیا، قطب الدین اس وقت قباچہ اور یلدوز سے لڑائی میں مشغول تھا، اسلئے قطب الدین اسطرف توجہ نہ کر سکا،

اس کے ایک بہادر افسر محمد بختیار خلجی نے ۵۹۶ھ ۱۱۹۹ء میں بہار اور بنگال کو فتح کر کے اس کی حکومت میں شامل کیا،

قطب الدین ایک سپہ سالار ہونے کی حیثیت سے جتنا بہادر اور محنتی تھا، بادشاہ ہو جانے کے بعد بھی اتنا ہی محنتی اور بہادر رہا، وہ بڑا سخی داتا تھا، اسی لئے اس کو لکھ بخش کہتے ہیں، لاہور میں چوگان کھیلتے ہوئے گھوڑے سے گر کر ۶۰۶ھ ۱۲۱۰ء میں مر گیا، اسکے مرنے پر لوگوں نے اس کے لڑکے "آرام شاہ" کو لاہور میں بادشاہ بنایا، مگر ایک ہی سال کے اندر وہ معزول ہو گیا،

سلطان شمس الدین التمش

التمش ایک ترکی غلام تھا، جس نے قطب الدین کے ماتحت اچھے اچھے کام انجام دیے، جس سے خوش ہو کر قطب الدین نے اپنی لڑکی بیاہ دی تھی، اور بیانہ کا حاکم بنایا تھا، ۶۰۷ھ ۱۲۱۰ء میں آرام شاہ کی جگہ

وہ دہلی کے ارکانِ سلطنت کے اتفاق رائے سے تخت پر بیٹھا، سنہ ۶۱۲ھ ۱۲۱۸ء میں غزنہ کے امیر تاج الدین یلدوز نے پنجاب پر قبضہ کرنا چاہا، التمش ایک خونخوار لشکر کے ساتھ اس کے مقابلہ پر آیا، یلدوز شکست کھا کر گرفتار ہوا، سنہ ۶۱۴ھ ۱۲۱۷ء میں ناصر الدین قباچہ نے پنجاب پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا، مگر ناکامیاب رہا، سنہ ۶۱۸ھ ۱۲۲۱ء میں چنگیز خاں، تاتاری خوارزم شاہ کے پیچھے پیچھے سندھ تک آیا، لیکن دریا کے اسی طرف سے جلد واپس گیا، سنہ ۶۲۲ھ ۱۲۲۵ء میں التمش نے بنگالہ کے باغیوں کی سرکوبی کی، سنہ ۶۲۵ھ ۱۲۲۸ء میں اس نے سندھ کی طرف توجہ کی، سندھ کے امیر ناصر الدین قباچہ نے اس سے شکست کھا کر اور پانی میں ڈوب کر جان دی، التمش نے سندھ پر قبضہ کر لیا، پھر رنتھنبور کا قلعہ فتح کیا، سنہ ۶۲۹ھ ۱۲۳۱ء میں گوالیار بھی فتح ہو گیا، اور سنہ ۶۳۰ھ ۱۲۳۲ء میں مالوہ کا تمام ملک اس کے زیر نگیں ہوا، آخر سنہ ۶۳۳ھ ۱۲۳۶ء میں دہلی کا یہ مشہور سلطان وفات پا گیا، پشاور سے بندھیاچل تک اور ساحل سندھ سے برہم پتر تک سارا شمالی ہندوستان اوس کی حکومت میں تھا، اور صحیح معنوں میں وہ ہندوستان کا پہلا خود مختار سلطان ہوا،

سلطانہ رضیہ بیگم شمس الدین التمش کا چھوٹا لڑکا رکن الدین باپ کے بعد تخت پر بیٹھا، مگر چونکہ وہ سمجھ دار نہ تھا، اس لئے محل والے اس سے ناراض ہو کر فساد پر آمادہ ہوئے، اور آخر اسکو قید کر دیا، اس کے بعد اس کی بہن سلطانہ رضیہ تخت پر بیٹھی، ہندوستان میں یہی ایک مسلمان عورت ہے، جس نے دہلی کے تخت پر جلوس کیا، اس نے ہمت اور بلند حوصلگی سے سلطنت کی، وہ مردانہ لباس پہنکر تخت پر بیٹھتی اور سلطنت کے سارے کام انجام دیتی، لیکن ترک امیروں کو ایک عورت کی حکومت پسند نہ آئی، تین ہی سال کے بعد شورش

کرکے اس کو قید کر دیا، لیکن جس امیر کے پاس اس کو قید کیا تھا، رضیہ نے اسی سے شادی کر لی، ادھر دہلی کے تخت پر رضیہ کا بھائی بہرام قابض ہو گیا تھا، رضیہ ایک فوج کے ساتھ مقابلہ کو نکلی، مگر ۶۳۷ھ ۱۲۳۹ء میں شکست کھا کر بھاگ نکلی، چند دہاتیوں نے مال کی لالچ سے اس کو قتل کر ڈالا، ۶۳۹ھ ۱۲۴۱ء میں جب مغل (تاتاری) لاہور تک پہنچ گئے، اور سلطان بہرام سے اس کا کوئی معقول بندوبست نہ ہو سکا تو فوجی باغیوں نے محل میں گھس کر اس کو قتل کر دیا، اس کے بعد رکن الدین کے لڑکے علاء الدین کو بادشاہ بنایا، اس نے اپنے پرانے ترکی افسروں کی مدد سے مغلوں پر فتح تو پائی، لیکن اپنی بد اطواری سے لوگوں کو ناخوش کر دیا، اس لئے لوگوں نے سازش کر کے ۶۴۴ھ ۱۲۴۶ء میں اس کو بھی قتل کر ڈالا،

سلطان ناصر الدین محمود

یہ سلطان التمش کا سب سے چھوٹا لڑکا ہے، نہایت متقی، پرہیز گار اور سیدھی طبیعت کا آدمی تھا، اس کی بادشاہی کا اصلی بانی بلبن نامی ایک ترک افسر ہے، بلبن جس کو اب الغ خاں کا خطاب مل گیا تھا، بڑا بہادر مدبر تھا، اس کی وزارت سے شمسی خاندان کی سلطنت مضبوط ہو گئی، اور مفسد ترکوں کے حوصلے پست ہو گئے، سلطان ناصر الدین صوفیانہ طبیعت کا آدمی تھا، اس کی صرف ایک ہی بیگم تھی جو اپنے ہاتھ سے کھانا پکاتی اور بادشاہ اپنے ہاتھ سے کتابیں لکھ کر بیچتا، اور اسی کی آمدنی سے زندگی گذارتا، چونکہ دوبار تاتاری مغلوں کو اس کے زمانہ میں شکست ہوئی تھی، اس سبب سے مغلوں نے بھی ہندوستان کا لوہا مان لیا، اور دوستانہ تعلقات قائم کرنے کے لئے ایک سفیر بھیجا، جس کو مرعوب کرنے کے لئے ایک شاندار دربار میں

باریاب کیا گیا، ۶۶۴ھ ۱۲۶۶ء میں سلطان لاولد انتقال کر گیا، ان ترکی غلاموں کے زمانہ میں صرف یہی ایک ایسا موروثی بادشاہ گذرا ہے، جس نے امن کے ساتھ بیس برس سلطنت کی،

سلطان غیاث الدین بلبن

بلبن دراصل ایک ترک غلام تھا، شمس الدین التمش نے اس کو خرید کر فوجی اور شاہی آداب سیکھائے اور اپنی لڑکی سے اسکی شادی کر دی، جب ناصر الدین محمود لاولد مر گیا تو بادشاہی کا تاج اس نے اپنے سر پر رکھا، اور سلطان غیاث الدین بلبن اپنا نام اختیار کیا، اس کی بہادری اور جنگی تدبیروں سے تمام افسر اس سے ڈرتے اور فرمانبردار رہے، اس نے ملک کا بہترین انتظام کیا، مغلوں کے بار بار حملوں کو ہمیشہ روکتا رہا، اس کی عمر بھر ساری توجہ مغلوں کے روک تھام میں رہی، اسی سبب سے اس کی سلطنت میں کوئی نیا صوبہ داخل نہیں ہوا، فوجوں کو کبھی بیکار رہنے نہیں دیتا، جاڑوں میں شکار کے بہانہ ان کو لئے لئے پھرتا، ۶۷۸ھ ۱۲۷۹ء میں بنگال کے حاکم طغرل نے جب بغاوت کی تو خود جا کر اس نے اس کو شکست دی، اور اپنے لڑکے بغرا خاں کو اس کی جگہ حاکم بنا کر واپس آیا، ملتان اور تمام صوبہ پنجاب کا انتظام اس کے لائق لڑکے محمد کے سپرد تھا، ۶۸۳ھ ۱۲۹۴ء میں تاتاری مغلوں کا ایک لشکر اچانک آپڑا، سلطان محمد نے بڑی بہادری سے مقابلہ کر کے ان کو شکست دی، مگر وہ خود اس لڑائی میں نماز پڑھتے ہوئے شہید ہو گیا، اور مشہور شاعر امیر خسرو جو اس کے مصاحب تھے مغلوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئے، اس حادثہ سے سلطان بلبن کی کمر ٹوٹ گئی اور وہ روز بروز بیمار اور کمزور ہوتا گیا، آخر اسی برس کی عمر میں بیس سال حکومت

کر کے ۶۸۵ھ ۱۲۸۶ء میں انتقال کر گیا،

سلطان معزالدین کیقباد

سلطان بلبن کے بعد بغرا خاں کا لڑکا، کیقباد معزالدین کے لقب سے امیروں کے مشورہ سے دہلی کی سلطنت کا بادشاہ بنا، لیکن کم ہمت اور عیاش تھا، شراب و کباب میں سارا وقت صرف کرنے لگا، بدقسمتی سے اس کا وزیر نظام الدین بھی بدطینت نکلا، اس کے مشورہ سے اپنے باپ بغرا خاں پر جو بنگالہ کا حاکم تھا، فوج کشی کی، گو آخر میں صلح ہو جانے پر بغرا خاں نے اپنے بیٹے کو بہت سمجھایا، لیکن دہلی واپس آکر تمام نصیحتیں یک لخت بھول گیا، آخر درباری امیروں نے تنگ آکر زہر سے نظام الدین کا کام تمام کر دیا، دربار کے امیروں میں سے فیروز خلجی سب سے زیادہ طاقتور تھا، اس سبب سے وزارت کا عہدہ اسی کے سپرد ہوا، تین برس کیقباد نے حکومت کی، اس عرصہ میں وہ اس قدر بیمار اور کمزور ہو گیا تھا کہ اس کا عدم وجود برابر تھا، ترک امیروں کو خلجیوں کی وزارت پسند نہ آئی، کیقباد کے چھوٹے لڑکے کو اپنے قبضہ میں کر کے فساد کے لئے آمادہ ہو گئے، لیکن فیروز خلجی ایک تجربہ کار اور سن رسیدہ افسر تھا، اس نے خلجیوں کو جمع کر کے شہزادہ کو ترکوں سے چھین لیا، اور ترکوں کی باغی فوج کو تلوار کے گھاٹ اتار کر منتشر کر دیا، اور کیقباد کو قتل کرا کر خود تخت کا مالک بن بیٹھا، کیقباد غلاموں کے خاندان کا آخری بادشاہ تھا، دوسرے لفظوں میں گویا اس پر ہندوستان میں ترکوں کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا، یہ واقعہ ۶۸۷ھ ۱۲۸۸ء کا ہے،

ترکی حکومت کے کام

ان ترکوں کی حکومت سو برس رہی، اس عرصہ میں ہمالیہ سے

لے کر بندھیاچل تک اور سندھ کے کناروں سے برہم پتر تک سارا شمالی ہندوستان ان کے زیر حکومت رہا، انھوں نے اپنے زمانہ کا بڑا حصہ فتوحات اور ملک کو بڑھانے میں صرف کیا، سب سے بڑا اہم کام یہ انجام دیا کہ مغلوں اور تاتاری وحشیوں کو ہند میں گھسنے نہ دیا، گو دشمن کی عدم موجودگی میں وہ خانہ جنگی میں مبتلا ہو جاتے لیکن دشمن کے آتے ہی سب ایک ہو کر دشمن کا مقابلہ کرتے۔ یہ ترک گو نرے سپاہی تھے، پھر بھی علماء کی قدر دانی میں کمی نہیں کرتے تھے، اسی لئے قاضی منہاج سراج جیسے صاحب علم، حسن نظامی جیسے مورخ، عوفی جیسے ادیب اور خسرو جیسے شاعر ان کے دربار میں نظر آتے تھے، بار بار تاتاری حملوں کے سبب سے وہ لڑائیوں میں اس قدر مشغول رہے کہ ملک کی زراعت اور صنعت و حرفت پر توجہ نہ کر سکے لیکن اس میں شک نہیں کہ ان کے زمانہ میں تجارت کو کافی فروغ حاصل تھا، اور اسی لئے ہمیشہ ہم غزنہ اور ترکستان کے قافلے دہلی میں آتے جاتے دیکھتے ہیں، مشک، عنبر، سامانِ جنگ، گھوڑے اور غلام کی تجارت زیادہ تھی،

ان کے عہد میں عورتیں بھی سیاسی اور غیر سیاسی کاموں میں حصہ لیتی تھیں رضیہ سلطانہ خود ہتھیار لگا کر گھوڑے پر سوار ہوتی، اور لڑائیوں میں بھی حصہ لیتی، فوجی حالت بہت اعلیٰ، اور رسد رسانی کا محکمہ بہت اچھا تھا، اسی سبب سے باہر کے حملہ آوروں کو انھوں نے ملک میں گھسنے نہ دیا، اور غفلت سے کبھی کبھی آگئے تو وہ ٹھہر نہ سکے، بادشاہ فرصت کے دنوں میں فوج کو آرام لینے نہ دیتا تھا، بلکہ شکار کے بہانہ ان کو ادھر ادھر مصروف رکھتا، سپاہیوں کو تنخواہیں نقد ملتی تھیں، اور لڑائی کے وقت رنگروٹوں کا بہم پہنچانا ان بڑے بڑے افسروں

کا فرض ہوتا، جن کو بڑی بڑی جاگیریں اسی لئے ملی تھیں،

ملک کے مختلف حصوں پر ایک ایک حاکم مقرر ہوتا جس کو فوجی اور ملکی ہر قسم کے اختیارات حاصل ہوتے، سالانہ خراج اور لڑائی میں دشمن سے جو سامان ہاتھ آتا، اس میں سے عمدہ چیزیں سلطان کے پاس دہلی بھیجتا رہتا، ان کے زمانہ میں عدالتی انتظام قاضیوں کے سپرد تھا، قاضیوں کا افسر اعلیٰ جس کو قاضی القضاۃ کہتے تھے دہلی میں رہتا، ہندوؤں کو ہر قسم کی مذہبی آزادی تھی، امن کی حالت میں کبھی کوئی مندر توڑا نہ گیا،

ان کا دربار بڑا شاندار ہوتا، دائیں جانب شاہی خاندان کے لوگ اور بائیں جانب امیر، وزیر، فوجی اور ملکی افسر ہوتے، دوسرے ملکوں کے سفیر بھی آتے تھے، ناصر الدین محمود کے عہد میں تاتاری سفیر جب آیا تھا، تو اس پر اثر ڈالنے کے لئے دربار بڑا شاندار سجایا گیا، ان کے زمانہ میں عمارتیں بہ کثرت تیار ہوئیں لعل کوشک، مسجد قوۃ الاسلام، قطب مینار، مختلف قلعے، اور عالیشان قصر تیار کئے گئے،

خلجی بادشاہ

جلال الدین فیروز شاہ خلجی

خلج ترکستان میں ایک قبیلہ کا نام تھا، جلال الدین اسی قبیلہ سے تھا، یہ عرصۂ دراز سے افغانستان میں رہ پڑا تھا، سلطان محمود غزنوی کے زمانہ میں یہ لوگ سپاہی بنکر شروع شروع فوج میں داخل ہوئے، پھر غوریوں کے زمانہ میں انھوں نے بہت ترقی کی، اور بڑے بڑے عہدے پائے، معز الدین کیقباد کے اخیر زمانہ میں انھیں لوگوں میں سے فیروز خلجی جیسا کہ پہلے کہا گیا، سپہ سالار اور وزیر ہو گیا، کیقباد کے مرنے کے بعد ستر برس کی عمر میں تخت شاہی پر بیٹھا، اور اپنا لقب "جلال الدین" رکھا، نہایت نیک نیت اور رحم دل بادشاہ تھا، شروع شروع میں چند بغاوتوں کو فرو کرنے میں وقت صرف کیا، اور مالوہ کو دوبارہ اپنے قبضہ میں لایا، اپنے بیٹے ارکلی خاں کو ملتان میں سرحدی حاکم مقرر کیا، ۶۹۱ھ ۱۲۹۱ء میں پنجاب پر پھر مغلوں کے حملے شروع ہو گئے تھے، ان کے مقابلہ کے لیے خود لاہور پہنچا، اور متعدد بار شکست دے کر انکو ملک سے نکال دیا، کئی ہزار مغل قیدی جب اس کے سامنے پیش کئے گئے تو اس نے سب کو معاف کر کے وطن جانے کی اجازت دیدی، خونخوار مغلوں پر اس رحم کا یہ اثر ہوا کہ وہ سب مسلمان ہو گئے،

یہ اپنے بھتیجے علاء الدین کو جو اس کا داماد بھی تھا، بہت چاہتا تھا، لیکن علاء الدین اپنی ساس ملکہ جہاں کی تیز زبانی سے بڑا پریشان رہتا، چنانچہ دہلی سے وہ (الہ آباد

کے پاس) کڑا چلا گیا، جہاں کی حکومت اسکے سپرد ہوئی تھی، ۶۹۲ھ ۱۲۹۲ء میں جب مالوہ پر
بعض باغیوں کی سرکوبی کے لئے دوبارہ حملہ کیا گیا، تو علاءالدین کی شرکت سے متعدد
قلعے فتح ہوگئے، اور امن ہر طرف نظر آنے لگا، سلطان جلال الدین اس کی اس
بہادری سے بہت خوش ہوا، ملک علاءالدین نے اپنے چچا کو خوش دیکھ کر "چندیری"
پر حملہ کی اجازت حاصل کی، اس بہانہ سے علاءالدین چار ہزار چیدہ سوار ساتھ لے کر
"کڑے" سے دکن کی طرف روانہ ہوا،

دکن پر مسلمانوں کا یہ پہلا حملہ تھا، علاءالدین خلجی جس بے سروسامانی سے تھوڑی
سی فوج کے ساتھ ایسا دلیرانہ حملہ کرکے کامیاب آیا ہے وہ تاریخ کا یادگار واقعہ ہے،
جب ندی، نالے، پہاڑ، جنگل اور دشمنوں کے ملک کو طے کرتا ہوا دیوگڑھ پہنچا
تو راجہ دیوا سے دیکھ کر حیران رہ گیا، علاءالدین نے اس تھوڑی سی فوج سے راجہ کو کئی بار
شکست دی، آخر صلح کے شرائط طے ہوئے، اور بیشمار دولت ساتھ لے کر "کڑا" واپس
آیا، یہ واقعہ ۶۹۴ھ ۱۲۹۴ء کا ہے، اس چند مہینے کے عرصہ میں سلطان جلال الدین کو اس کی
بالکل خبر نہ ملی، علاءالدین کے پاس آنے پر جب اس کو اس کی خبر ہوئی تو فتحیابی سے
بے حد خوش ہوا، اور ملاقات کا شوق ظاہر کرکے اپنے پاس بلایا، علاءالدین نے عذر
کیا کہ دشمنوں کے کہنے سننے سے آپ کہیں آزردہ نہ ہوں، آخر تسلی اور تشفی کے خیال
سے جلال الدین خود کڑے کی طرف اس سے ملنے کے لئے روانہ ہوا، سلطنت کے
امیروں نے منع کیا، مگر نہ مانا، آخر کڑا پہنچکر جب وہ اپنے پیارے بھتیجے علاءالدین سے
گلے مل رہا تھا کہ علاءالدین کے آدمیوں نے اس نیکدل انسان کو قتل کر ڈالا،

سلطان علاءالدین خلجی اس واقعہ کے بعد علاءالدین نے ۶۹۶ھ ۱۲۹۶ء میں دہلی کے تخت پر

قدم رکھا، اور زر پاشی کے ذریعہ اکثر امیروں کو اپنا کر لیا، ملکہ جہاں اور سلطان جلال الدین کے لڑکوں کو ایک قلعہ میں نظر بند کر دیا، جب ہر طرف سے اس کو اطمینان کامل ہو گیا تو ملک کے انتظام میں مشغول ہوا، ۶۹۷ھ ۱۲۹۷ء میں راجہ گجرات کا وزیر مادھو جو راجہ سے ناراض ہو کر دہلی آیا تھا، دربار میں حاضر ہوا اور گجرات فتح کرنے کا شوق دلایا، سلطان علاء الدین نے ملک نصرت اور الغ خاں کو گجرات کے لئے روانہ کر دیا، ان دونوں نے بیس ہزار فوج سے گجرات فتح کر لیا، راجہ کرن باگھیلا، بھاگ کر دکن پہنچا، الغ خاں کامیاب ہو کر واپس ہوا، راجہ کی رانی کملا دیوی، اور اس کی لڑکی دیول دیوی بھی دہلی پہنچ گئیں، دیول دیوی کی شادی شاہزادہ ولی عہد خضر خاں سے کر دی گئی،

اسی سال مغلوں نے دو لاکھ فوج کے ساتھ دہلی پر حملہ کیا، علاء الدین کو قلعہ بند ہونے کا مشورہ دیا گیا، مگر مغلوں کے ڈر سے مخلوق دہلی میں اس قدر جمع ہو گئی تھی کہ تل رکھنے کی جگہ نہ تھی، علاء الدین اپنی فوج کو لے کر باہر نکلا، اور بڑی بہادری سے جنگ کر کے مغلوں کو ایسی شکست دی کہ عرصہ تک ان کو ہندوستان کی طرف آنکھ اٹھانے کی ہمت نہیں ہوئی، مگر اس کا بہترین سپہ سالار ظفر خاں اس لڑائی میں شہید ہو گیا، ۶۹۹ھ ۱۲۹۹ء میں الماس بیگ الغ خاں کو، رنتھنبور فتح کرنے کے لئے بھیجا، جو اسی سال فتح ہو گیا، ۷۰۲ھ ۱۳۰۲ء میں اس نے چتوڑ پر حملہ کر کے فتح کر لیا، اور راجہ مالدیو کو اس کا حاکم بنایا، ملک کافور جو کھنبائت کے ایک بغدادی تاجر سے چھین کر دہلی لایا گیا تھا، اور آہستہ آہستہ بلند درجہ پر پہنچ گیا تھا، ۷۰۶ھ ۱۳۰۶ء میں اس کے ماتحت ایک زبردست فوج دکن فتح کرنے کے لئے علاء الدین نے روانہ کی، مالوہ سے یہ فوج دکن کی طرف ایک سیلاب کی طرح بڑھی، اور دیکھتے دیکھتے تمام دکن پر

چھاگئی، ۱۲ ۷۱۲ھ ۱۳۱۲ء تک کافور نے دھور سمندر (متصل میسور) پر اپنی فتح کا نقارہ بجایا، اور ایک مسجد یادگار کے طور پر بنائی، جو جہانگیر بادشاہ کے عہد تک موجود تھی کافور سارے دکن کو فتح کر کے بڑی شان کے ساتھ دہلی پہنچا،

اب علاء الدین بڈھا ہو گیا تھا، اس کی صحت روز بروز خراب ہونے لگی، بیماری سے مزاج میں فرق آگیا، اس کی سخت گیری بڑھتی گئی، ادھر ملک کافور نے اس کو سب لوگوں سے بدگمان کرادیا، یہانتک کہ اپنے بیٹوں اور بیگموں کو بھی مشکوک بنا کے محل میں نظر بند کرادیا، اور پھر اپنے حریف گجرات کے حاکم الپ خاں کو بھی قتل کرادیا، غرض اسی حالت میں ۱۶ ۷۱۶ھ ۱۳۱۶ء میں علاء الدین انتقال کر گیا، وہ گو اَن پڑھ تھا، لیکن حکمرانی کی بہت اچھی قابلیت اس میں تھی، اس نے شراب کا بیچنا جرم قرار دیا، رشوت کی روک تھام کی، غلہ کی قیمت مقرر کر کے اس کو بے حد سستا کر دیا، اس نے بداخلاقی دور کرنے کے لئے اچھے اچھے قانون اور سخت سزائیں مقرر کیں، بنگال سے گجرات تک اور پنجاب سے دکن تک اس کی سلطنت پھیلی تھی (یہ گویا پورے ملک ہندوستان کا پہلا مسلمان شہنشاہ تھا)،

سلطان قطب الدین مبارک شاہ

ملک کافور نے علاء الدین خلجی کے بعد برائے نام اس کے سب سے چھوٹے لڑکے کو تخت پر بٹھایا، خضر خاں اور اسکے بھائی کو جو گوالیار کے قلعہ میں قید تھا، اندھا کر دیا، اور مبارک شاہ کو قتل کرنے کے لئے دو سپاہی بھیجے، لیکن اپنی والدہ کی تدبیروں سے یہ بچ گیا، اور خود ملک کافور مارا گیا، مبارک شاہ سلطان قطب الدین کے لقب سے دہلی کا بادشاہ ہوا. اس نے بڑے بڑے امیروں کے بجائے معمولی لوگوں کو بڑے بڑے عہدے دیئے

انھیں میں سے ایک نو مسلم خسرو خاں حسن گجراتی بھی تھا جسکو سپہ سالار بنایا، دکن میں چند راجے باغی ہوگئے تھے، ان کی سرکوبی کے لئے ایک بھاری فوج کے ساتھ قطب الدین دکن روانہ ہوا، پھر ایک بار تمام دکن میں زلزلہ آگیا، ہر باغی کو تہ تیغ کرتا ہوا، دہلی واپس آیا، اور خسرو خاں کو معبر جس کو اب مدراس کہتے ہیں فتح کرنے کے لئے چھوڑ دیا،

خسرو خاں جب دہلی آیا، تو قطب الدین کو عیش میں ڈوبا ہوا پایا، خسرو خاں کی فتوحات سے قطب الدین اس قدر خوش ہوا کہ سلطنت کے تمام کاروبار اسکے سپرد کرکے خود عیش وعشرت میں مصروف ہوگیا، خسرو خاں نے اس وقت کو غنیمت سمجھا، اس نے اپنے رشتہ داروں کو بڑے بڑے عہدے بانٹے اور چالیس ہزار فوج اپنے ہم قوموں سے بھرتی کرکے ۱۳۲۰ء میں قطب الدین کو قتل کر ڈالا، خسرو خاں نے تخت پر قدم رکھتے ہی خلجی خاندان کے تمام شاہزادوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا، اس سے اطمینان کرکے خلجی امیروں کو بڑے بڑے خطاب اور جاگیریں اور عہدے دے کر اپنا طرفدار بنایا، ان ہی میں سے ایک ہونہار افسر محمد جونا تغلق بھی تھا، جو اگرچہ اس وقت چپ رہا، مگر ہر وقت موقع کا منتظر رہا، اور وقت ملتے ہی اپنے باپ ملک تغلق کے پاس پہنچ گیا، جو سرحدی صوبہ کا حاکم تھا، وہ بیٹے کو دیکھ کر بہت خوش ہوا، اور سندھ اور پنجاب کی مختصر مگر چیدہ فوج لے کر دہلی کی طرف بڑھا،

خسرو خاں گجراتی جو پٹن کا رہنے والا اور قوم کا "بھرواڑ" (گڈریا) تھا، اپنی قومی فوج کو لے کر مقابلہ کے لئے دہلی سے باہر نکلا، ایک ہی لڑائی میں خسرو خاں نے شکست کھائی، ملک تغلق کامیابی کے ساتھ دہلی میں داخل ہوا، خسرو خاں گرفتار ہو کر مارا گیا، اور خلجی خاندان کا کوئی وارث نہ رہنے کے سبب ملک تغلق دہلی کا بادشاہ بنایا گیا،

خلجی خاندان نے تقریباً چالیس برس حکومت کی، اب تک مسلمانوں کی سلطنت جو صرف شمالی ہندوستان میں تھی، ان لوگوں نے اس کو دھور سمندر تک پہنچا دی، گجرات اور دکن کا علاقہ فتح کیا، اور دکن اور تلنگ کے راجاؤں کو باجگذار بنایا، علاء الدین صحیح طور پر ہندوستان کا شاہنشاہ تھا، اشوک کے بعد سے پھر کسی کو ایسی حکومت نہ ملی تھی، مغلوں کے حملے ابھی تک جاری تھے، خلجی بادشاہ اس کو بڑی بہادری سے روکتے رہے، فوجی قوت بڑی اعلیٰ تھی، الغ خاں، ظفر خاں، الپ خاں تغلق بڑے تجربہ کار سپہ سالاروں کی بدولت ہر جگہ نمایاں کامیابی ہوتی، دربار کا طریقہ وہی ترکوں جیسا رہا، علاء الدین خلجی کے زمانہ میں غیر ممالک کے سفیر بار بار آئے اور گئے، اس زمانہ میں بھی سیاسی معاملات میں عورتوں کا کافی اثر تھا، چنانچہ ملکہ جہاں ہی کے مشورہ سے گجرات کا علاقہ ہندوستان کی سلطنت میں داخل کیا گیا،

تجارت کو اس زمانہ میں ترکوں کے وقت سے زیادہ ترقی ہوئی، غیر ملکی تاجر بہار اور بنگال تک جاتے، گجرات اور دکن کے بندرگاہوں سے بھی تجارت کو ترقی ہوئی، کھنبائت اور بھروچ کی بندرگاہوں سے روئی، چمڑا، ململ، ہتھیار، گینڈے کی ڈھال اور مسالہ کی نکاسی ہوتی، سونا، چاندی، گھوڑا، وغیرہ باہر سے آتے تھے، ارزانی کا بادشاہ خاص خیال رکھتا تھا، نرخ کا خاص محکمہ تھا، علاء الدین کے زمانہ میں جیسی ارزانی ہوئی، ہندوستان میں پھر کبھی نہیں ہوئی، اس زمانہ میں بڑی کثرت سے عمارتیں بنیں، خصوصاً مسجدیں، مقبرے، سرائیں، خانقاہیں، ملک کے ہر گوشہ میں تیار ہوئیں، گجرات پٹن میں الپ خاں کی مسجد اس کاریگری سے بنی کہ ہر ماہ کا چاند آخری تاریخ کو اس کے برج سے نظر آجاتا تھا،

پاک پٹن اور دہلی میں حضرت فرید شکر گنج اور حضرت نظام الدینؒ کی خانقاہ بڑی آباد تھی، صوفیوں کے ذریعہ اشاعت اسلام میں کافی ترقی ہو رہی تھی،

مختلف مدارس بھی قائم تھے، امیر خسرو شاعر، ضیاء برنی مورخ، مولانا یعقوب مفسر اس زمانہ میں تھے، علاء الدین کے زمانہ میں شراب پینا، بڑا سخت جرم تھا، اخلاقی مجرم کو بڑی سخت سزا دیتا تھا، فوجوں کو نقد تنخواہ ملتی، سرحدی مقامات پر ہوشیار اور بہادر افسر مقرر کئے جاتے، ملک کے بڑے بڑے حصوں پر والی اور ان کے ماتحت عامل ہوتے، مقررہ خراج دہلی کو بھیجتے، سرحدی مقامات کے علاوہ بعض دفعہ جلد جلد حاکم تبدیل ہوتے، ان کا تغیر و تبدل صرف بادشاہ کے ہاتھ میں ہوتا، چاندی، سونا، تانبہ، تین دھات کے سکے ہوتے، جن میں قیمت، بادشاہ کا نام، سنہ اور پایہ تخت کا نام ہوتا، اور دوسری طرف عباسی خلفاء کا،

اس عہد میں ہندوؤں کو بڑے بڑے عہدے ملے، علاء الدین اور قطب الدین کے دربار میں ہندو امیر حاضر رہتے، بہت سے ہندوؤں نے مسلمان ہو کر بڑی ترقی کی، ملک خسرو ہندو ہی تھا، جو مسلمان ہو کر بادشاہ کا نائب ہو گیا،

تغلق

سلطان غیاث الدین تغلق

ملک تغلق علاء الدین خلجی کے ابتدائی زمانہ میں ملتان میں ایک ادنیٰ سپاہی کی حیثیت سے علاء الدین خلجی کے بھائی الغ خاں کی فوج میں بھرتی ہوگیا، اور پھر اپنی ذاتی قابلیت سے کچھ دنوں کے بعد سرحدی صوبہ کا گورنر بن گیا، اور قسمت نے جب ساتھ دیا تو ۷۲۰ھ ۱۳۲۰ء میں بادشاہ ہوگیا، اور غیاث الدین اپنا شاہی لقب مقرر کیا،

غیاث الدین تغلق دہلی کے انتظام سے فراغت پاکر صوبوں کے انتظام میں مشغول ہوا، شمالی ہندوستان کے صوبوں میں اپنے معتبر افسروں کو مقرر کیا، رعایا کے ذمہ جو مالگذاری باقی تھی اس میں بہت کمی کردی، جس کے سبب باقی خراج بآسانی وصول ہوگیا، شراب بنانا جرم قرار دیا، غرض ایک ہی برس میں رعایا خوشحال اور سلطنت کے سارے افسر نہال ہوگئے، دکن کے راجاؤں نے خسرو کی بدنظمی کے سبب سے باغی ہوکر، سالانہ خراج بھیجنے سے انکار کردیا تھا، غیاث الدین نے اپنے بیٹے محمد جونا کو ایک بڑا لشکر دے کر ان کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا، محمد جونا نے وہاں پہنچکر اکثر راجاؤں کو فرمانبردار بنایا، مگر اسی درمیان میں وبا اس زور کی پھیلی کہ لشکر کے جانوروں اور آدمیوں کی بڑی تعداد تلف ہوگئی، اتفاق سے ڈاک کی بدنظمی کے سبب سے ایک مہینہ تک دہلی سے سلطان غیاث الدین کی کوئی

خبر نہیں ملی، اس بہانہ سے چند مفسدوں نے بادشاہ کی موت کی خبر مشہور کردی، سپاہی اس خبر سے پریشان ہوکر منتشر ہوگئے، چند دنوں کے بعد بادشاہ کا فرمان پہنچا، تب محمد جونا باقی فوج کو لئے ہوئے دہلی آیا، غیاث الدین تغلق نے تحقیقات کے بعد سب مفسدوں کو سخت سزائیں دیں، اور چند مہینوں کے بعد زبردست فوج کے ساتھ محمد جونا کو پھر دکن روانہ کیا، اس دفعہ محمد جونا ابتدا ہی سے تمام قلعے اور شہر فتح کرتے ہوئے چلا، اور ۷۲۳ھ ۱۳۲۳ء میں آخر سارے دکن کو فتح کرکے اور راجاؤں کو باجگذار بنا کر واپس آیا،

۷۲۴ھ ۱۳۲۳ء میں بنگال کے حاکم نے جو بغرا خاں کے خاندان سے تھا، بغاوت کی تو محمد جونا کو دہلی میں اپنی جگہ بٹھا کر خود بنگال روانہ ہوگیا، وہاں تمام باغیوں کی کافی گوشمالی کرکے ۷۲۵ھ ۱۳۲۴ء میں واپس لوٹا، محمد جونا اور ارکین دولت استقبال کیلئے دہلی سے چند میل آگے پہنچے، اور بادشاہ کے حکم سے لکڑی کا ایک عارضی مکان تیار کرایا، تاکہ بادشاہ تھوڑا دم لے لے، جب غیاث الدین تغلق وہاں پہنچا تو تھوڑی دیر آرام کے بعد کھانا کھانے میں مشغول ہوا، اور فوج کو کوچ کا حکم دیا، بادشاہ ابھی کھانے سے فارغ نہ ہوا تھا، کہ اچانک مکان کی چھت گر پڑی، سلطان غیاث الدین تغلق اور اس کا چھوٹا لڑکا محمود دونوں دب کر مرگئے۔

سلطان محمد تغلق اب غیاث الدین تغلق کا صرف ایک لڑکا محمد جونا تھا، جو سلطان محمد تغلق کے نام سے ۷۲۵ھ ۱۳۲۴ء میں دہلی کا بادشاہ ہوا، محمد تغلق دو تین سال تک تو بڑے آرام سے رہا، بنگال، گجرات، اور دکن سے سالانہ خراج اسی آسانی سے دہلی تک پہنچتا رہا، جیسا کہ صوبہ دہلی اور اودھ کا خراج آتا تھا، ۷۲۷ھ ۱۳۲۶ء میں مغلوں

نے حملہ کیا، جن کو محمد تغلق کی بہادری نے ناکام واپس کیا، اور چونکہ دکن کے صوبے بڑی محنت سے حاصل کئے تھے، اس لئے مغلوں سے بچنے اور دکن کی حفاظت کے خیال سے پایہ تخت دہلی سے دولت آباد کو بدل دیا، لیکن جب اس نے اپنی غلطی محسوس کی، تو پھر دہلی واپس آیا، اس دور دراز سفر میں مالی اور جانی نقصان کے سبب سے اکثر امیر ناراض ہو گئے۔ اس کو نئے نئے ملکوں کے فتح کرنے کا بہت شوق تھا، چنانچہ خسرو ملک کی ماتحتی میں ایک لاکھ فوج دے کر تبت اور چین کے فتح کرنے کے لئے بھیجا، یہ فوج چین کی سرحد پر پہنچکر برسات کا موسم آجانے سے تباہ ہو گئی، اسی طرح تین لاکھ ستر ہزار سوار خراسان اور ماوراء النہر کی فتح کے لئے تیار کئے، ان بڑے بڑے خیالی کاموں میں خزانہ خالی ہو گیا، تو سونے کے بجائے تانبہ کا سکہ چلایا، لیکن بنیوں اور سناروں نے تانبے کے مصنوعی سکے بنا کر چلا دیئے، جس سے نئے شاہی سکہ کا نرخ اس طرح گر گیا، کہ لوگوں نے اسکے لینے سے انکار کر دیا، مجبوراً سلطان کو تمام سکے واپس لینے پڑے، پھر تین سال تک برابر قحط رہا، جس سے مخلوق پریشان ہو گئی، خزانہ خالی، لشکر بے دل، امیر ناراض سلطان پریشان، آخر افسروں نے بغاوت کی، یہ بغاوت پہلے ملتان میں ہوئی ملتان کی بغاوت فرو ہونے پر دکن میں شورش ہوئی، یہ شورش کم ہوئی تو مالوہ اٹھ کھڑا ہوا، اس کو درست کیا، تو گجرات میں آگ لگ گئی، سلطان خود گجرات آکر باغیوں سے لڑا، اور کامیاب رہا، لیکن اس عرصہ میں دکن پھر اٹھ کھڑا ہوا، سلطان نے متعدد فوجیں روانہ کیں، لیکن کوئی کامیابی نہ ہوئی، اور علاء الدین حسن بہمنی نے دکن میں ایک الگ خود مختار سلطنت کی بنیاد ڈالی، اور گلبرگہ

کو اس کا پایہ تخت بنایا،

ادھر گجرات کے باغی جوناگڑھ (کاٹھیاواڑ) میں پناہ گزیں ہوئے، محمد تغلق نے بڑی مشکل سے اس کو فتح کرلیا، مگر باغی جنکا افسر طغی تھا، بھاگ کر سندھ پہنچ گیا اور ٹھٹھہ میں جہاں اسمٰعیل سومروں کی حکومت تھی، پناہ گزیں ہوا، سلطان محمد تغلق بھی گونڈل سے چل کر دریا کے راستہ سندھ پہنچا، اور ٹھٹھہ کے محاصرہ کا حکم دیا، محمد تغلق کو جو پہلے ہی تپ دق میں مبتلا تھا، یہاں کی آب و ہوا جو دلدل کے سبب سے بہت مرطوب تھی، ناموافق آئی، اور چند دنوں کے بعد ۷۵۱ھ ۱۳۵۰ء میں یہیں فوت ہو گیا

سلطان محمد تغلق خود بڑی خوبیوں کا آدمی تھا، وہ بڑا فیاض اور ذہین تھا، حافظہ بھی قوی رکھتا تھا، شاعری سے بھی ذوق تھا، اکثر تنہائی میں ہندو جوگیوں کی صحبت رکھتا، پردیسیوں کی بڑی قدر کرتا، ہندوستان کا روپیہ کسی صورت سے باہر نہیں جانے دیتا، جمنا کے کنارے اس نے جو نئی چھاؤنی بنائی تھی، اسکا نام "سورگ دوارا" رکھا تھا، ڈاک کا انتظام اس کے زمانہ میں اتنا اچھا تھا کہ اس سے پہلے کبھی نہ تھا، اسی ڈاک کے ذریعہ گنگا کا تازہ پانی روزانہ دولت آباد پہنچتا تھا، لیکن ایک سلطان ہونے کی حیثیت سے وہ بڑا بے رحم تھا، قتل کے سوا کوئی سزا نہیں دیتا،

سلطان فیروز شاہ تغلق

سلطان محمد تغلق کا چچا زاد بھائی فیروز شاہ بن رجب سالار، پچاس برس کی عمر میں تخت پر بیٹھا، یہ بڑا رحم دل بادشاہ تھا، دشمنوں پر بھی حد سے زیادہ ترس کھاتا، یہ چالیس برس حکمراں رہا، اس نے دو دفعہ بنگالہ کے باغی حاکم کو زیر کیا، نگرکوٹ کا راجہ بھی اس کا فرمانبردار ہو گیا، ٹھٹھہ کے

کے محاصرہ میں گو پہلی دفعہ ناکامیاب رہا، لیکن آخر صلح سے وہ بھی فتح ہوگیا، جاجنگر سے اچھے اچھے ہاتھی جو اس زمانہ میں لڑائی کے سامان میں تھا، اپنے بازو کے زور سے لے آیا، محمد تغلق کی یادگار میں، جس کا اصلی نام جونا تھا، "جون پور" کا شہر اسی کا آباد کیا ہوا ہے، جمنا سے ایک نہر نکالی جس سے مخلوق کو بے حد فائدہ پہنچا، دہلی سے تھوڑے فاصلہ پر فیروز آباد کے نام سے ایک بڑا شہر آباد کیا، جس میں آٹھ جامع مسجدیں تھیں، دیپال پور میں بھی ایک جامع مسجد تیار کی، فیروز آباد میں حمام کے علاوہ متعدد مدرسے تعمیر کئے، اور ایک بڑا گھنٹہ گھر بنایا، جو ہندوستان میں غالباً سب سے پہلا گھنٹہ گھر تھا، عام مخلوق کے لئے بہت سے شفاخانے بھی تعمیر کرائے، اس نیک دل بادشاہ نے ۷۹۰ھ ۱۳۸۸ء میں وفات پائی،

سلطان محمد شاہ بن فیروز شاہ

فیروز شاہ کے انتقال کے بعد تخت کے وارثوں میں خانہ جنگی شروع ہوئی، فیروز شاہ کا بڑا بیٹا جو ولی عہد تھا، وہ باپ کی زندگی ہی ۷۷۴ھ ۱۳۷۲ء میں مر چکا تھا، اس لئے پہلے فتح خاں کے بیٹے غیاث الدین تغلق دوم نے تخت پر قبضہ کیا، لیکن فیروز شاہ کے دوسرے بیٹے ظفر خاں کے بیٹے ابوبکر نے اس سے چھین لیا، اور آخر تخت کے سارے دعویداروں کو بھگانے لگا کر فیروز شاہ کا ایک اور بیٹا محمد شاہ "ناصر الدین" کے لقب سے ۷۹۱ھ ۱۳۸۸ء میں تخت پر بیٹھا، اس نے سب سے پہلے باغیوں کو شکست دیکر ملک میں امن قائم کیا، پھر صوبوں کی طرف متوجہ ہوا، ۷۹۴ھ ۱۳۹۱ء میں ظفر خاں کو گجرات کا حاکم بنا کر بھیجا، ابھی مملکت کے دوسرے انتظامات کا منصوبہ ہی کر رہا تھا، کہ بیمار ہو کر ۷۹۶ھ ۱۳۹۳ء میں مر گیا، اس کے بعد اس کا لڑکا ہمایوں خاں سکندر شاہ کے لقب سے جانشین ہوا، مگر یہ

بھی ایک ہی مہینہ میں بیمار ہو کر دنیا سے چل بسا،

سلطان محمود شاہ تغلق

محمود تغلق اس خاندان کا آخری بادشاہ ہے، کچھ دنوں تو تخت کے وارثوں سے قسمت آزمائی کرتا رہا، اور جب کامیاب ہوا، تو چونکہ اس میں ذاتی قابلیت نہ تھی، اس لئے دربار کے مختلف افسر ایک دوسرے کے خلاف سازش کرنے لگ گئے، غرض اس آٹھویں صدی کے ختم ہونے پر دہلی کی سلطنت برائے نام تھی، ملتان، پنجاب، جون پور، دکن، گجرات، بنگال تقریباً تمام صوبوں کے حاکم خود مختار ہو گئے تھے، اس وقت دہلی اور اس کے آس پاس کا حصہ محمود تغلق شاہ دہلی کے قبضہ میں تھا، اور اس بادشاہ کے بھی اختیارات محدود تھے، کیونکہ اقبال خاں جو وکیل مطلق تھا، وہ سلطنت پر قبضہ کئے ہوئے تھا، دربار کے امیر اپنے اقتدار کے لئے آپس میں لڑ رہے تھے، کہ مغلوں کا سردار تیمور لنگ بن بلائے مہمان کی طرح آ دھمکا، اقبال خاں کہیں چھپ گیا، اور محمود تغلق بھاگ کر گجرات اور پھر مالوہ پہنچا، تیمور جب ہندوستان کو لوٹ گھسوٹ کر واپس چلا گیا، تو محمود نے پھر دہلی پر قبضہ کر لیا، اور بدقسمتی سے اقبال خاں پھر آموجود ہوا، جب ۸۰۸ھ ۱۴۰۵ء میں اقبال خاں پنجاب کے حاکم خضر خاں کے ساتھ لڑائی میں مارا گیا، تو دولت خاں لودھی نے جو اس کے امیروں میں سے تھا، سلطنت کا کاروبار سنبھالا اور اسی کس مپرسی کی حالت میں سلطان محمود تغلق ۸۱۵ھ ۱۴۱۲ء میں اس دار فانی سے گذر گیا،

تغلق خاندان کی حکومت

تغلق خاندان نے ہندوستان پر سو برس کے قریب حکومت کی، اس عرصہ میں انھوں نے سلطنت کو خوب ترقی دی، خلجیوں

کے آخر زمانہ میں دکن باغی ہوگیا تھا، اس کو پھر فرمانبردار بنایا، اب مغلوں کے حملے سے ایک طرح اطمینان ہوگیا تھا، اس لئے آبادی میں بڑی کوشش کی، بہت سے شہر اور گاؤں آباد کئے گئے، جن میں سے جونپور کا شہر آج تک موجود ہے، محمد تغلق کے زمانہ میں فقط دہلی میں ستر شفا خانے تھے، جہاں بیماروں کو دوا کے ساتھ کھانا بھی ملتا تھا، فیروز شاہ کے زمانہ میں پچاس نہریں، ۴۰ مسجدیں، ۳۰ مدرسے، ۲۰ خانقاہیں، ایک سو محل، ۵ شفا خانے، ۱۰۰ مقبرے، ۱۰ حمام، ۱۵۰ کنوئیں، ۱۰۰ پل اور بیشمار باغات لگائے گئے، مجرموں کو سزا دینے کے ظالمانہ طریقے سب موقوف ہوئے اور غیر واجبی محصولات معاف کر دیئے، شراب کا پینا جرم قرار پایا، دہلی کے قریب فیروز آباد بڑا پر رونق شہر آباد کیا، جس میں عالیشان مسجد اور مدرسہ تعمیر ہوا، ہندوستان میں سب سے پہلے گھنٹہ گھر (گھڑیال) اسی نے تعمیر کرایا، جو ہندوستان کے لئے بالکل نئی چیز تھی، سلطان محمد تغلق کے عہد میں سڑکیں بکثرت بنیں، ڈاک کا بڑا اچھا انتظام تھا، ڈاک مختلف قسم کی رائج کی، ڈاک نقارہ، ڈاک کبوتر، گھوڑوں کی ڈاک، شتر سواروں کی ڈاک، پیادوں کی ڈاک، دولت آباد میں بیٹھکر روزانہ اس ڈاک سے گنگا کا تازہ پانی پیتا تھا، پردیسیوں کی بڑی قدردانی کرتا، بڑے بڑے علما اور حکما اور مؤرخین دربار میں حاضر رہتے، امیر خسرو دہلوی بدر چاچی، مطہر ہندی شاعر، ضیا برنی مورخ، سعد منطقی، کانگو برہمن منجم، نظام الدین اولیاؒ، رکن عالمؒ، اور نصیر الدین چراغؒ دہلی، جیسے باکمال بزرگ موجود تھے،

ہندو جوگی اس سے خاص کمرے میں ملتے، اور وہ ان کی صحبت سے فائدہ اٹھاتا، ان کے زمانہ میں بہت سے ہندو خاندان مسلمان ہوکر بڑے بڑے عہدہ

پر ممتاز ہوئے، ظفر خاں گجراتی کا باپ انھیں میں سے تھا، ان کے عہد میں سنسکرت کی بہت سی کتابوں کا فارسی میں ترجمہ بھی ہوا، مصر کے عباسی خلیفوں کے سفیر کئی مرتبہ بادشاہ کے لئے خلعت لائے، تجارت کو بڑا فروغ ہوا، عراق، عرب، مصر اور ترکستان کے تاجروں سے ملک بھرا رہتا، گجرات میں بھروچ، دھولکہ، کھنبائت اور مانگرول کی جامع مسجدیں آج تک اسی وقت کی یادگار ہیں، اسی زمانہ سے یہ رواج پھر شروع ہوا، کہ فوجی عہدہ داروں کی نقد تنخواہ کے عوض بڑی بڑی جاگیریں دی گئیں،

سلطان محمد کا دربار بڑا شاندار ہوتا، ابن بطوطہ مشہور سیاح اسی کے زمانہ میں ہندوستان آیا تھا، اس نے تفصیل سے اس کا حال لکھا ہے، اس کے زمانہ میں ہندوستان کا روپیہ ہندوستان سے باہر نہیں جانے پاتا، مختلف قسم کے نئے سکے اسی وقت کی یادگار ہیں، آجکل کی طرح چھوٹے سے چھوٹا سکہ اُسوقت موجود تھا

سیّدوں کی حکومت

(خضر خاں جو پنجاب کا حاکم تھا دولت خاں لودھی سے دہلی لیکر خود ۸۱۷ھ ۱۴۱۴ء میں بادشاہ بن بیٹھا، اور جب تک زندہ رہا، باغیوں سے لڑتا رہا، ۸۲۴ھ ۱۴۲۱ء میں اسکا لڑکا مبارک شاہ تخت پر بیٹھا، اور اپنی مردانہ ہمت سے پنجاب اور ملتان پر قابض رہا، اور دوبارہ شاہ کابل کو بھی جو لاہور تک آگیا تھا شکست دی،

وزیروں نے بعض امیروں سے سازش کرکے ۸۳۹ھ ۱۴۳۵ء میں اسکو قتل کرڈالا اور خضر خان کا ایک پوتا محمد شاہ کے نام سے بادشاہ بنایا گیا، جونپور کے بادشاہ نے جب دہلی لے لینا چاہا تو پنجاب کے حاکم بہلول خاں لودھی نے اس کو بچایا، ۸۴۹ھ ۱۴۴۵ء میں اس نے وفات پائی اب اس کے لڑکے علاء الدین نے حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں لی، لیکن یہ اس قدر کم ہمت تھا کہ دہلی کے سوا کچھ اس کے قبضہ میں نہ رہا، اور یہ بھی اس سے نہ سنبھل سکا، آخر بدایوں جاکر گوشہ نشین ہوگیا، اور ۸۸۳ھ ۱۴۷۸ء میں مرگیا، دہلی کی حکومت پر بہلول خاں لودھی نے قبضہ کرلیا،)

لودھی خاندان کی سلطنت

لودھی خالص پٹھان تھے، فوج کی افسری اور صوبہ کی گورنری سے بادشاہی تک پہنچے، بہلول لودھی فوج کا ایک افسر تھا، مالوہ کی لڑائی میں اس نے بڑی بہادری دکھائی، جس سے خوش ہوکر محمد شاہ نے پنجاب کا حاکم بنا دیا، پنجاب سے لیکر بہار تک اس کی حکومت تھی، بہادروں کا بڑا قدردان تھا، علاء الدین کے بدایوں چلے جانے پر دہلی کا بادشاہ ہوا، اس نے جونپور فتح کرکے اپنی سلطنت میں شامل کرلیا، چالیس برس حکومت کرکے ۸۹۴ھ ۱۴۸۸ء میں وفات پاگیا،

اسکے بعد اسکا بیٹا سلطان سکندر لودھی تخت پر بیٹھا اُسنے بھی ساری عمر دوسرے صوبوں کو قبضہ میں لانے اور بغاوتوں کو فرو کرنے میں صرف کی اُسنے اپنی سلطنت کی حد ایک طرف مالوہ تک پہنچا دی، اور دوسری طرف بنگال سے جا ملائی، اس کے وقت میں عام طور پر امن وامان رہا، غلہ کے سستا کرنے میں ہمیشہ کوشش کرتا رہا، یہ بڑا مردم شناس اور منصف بادشاہ تھا، اس نے بہت سے مقبرے، مدرسے اور مسجدیں بنائیں، اس کے زمانہ میں ہندو فارسی پڑھ کر دفتروں میں ملازمت کرنے لگ گئے، ۲۹ برس کی حکومت کے بعد ۹۲۳ھ ۱۵۱۷ء میں وفات پاگیا،

سکندر کے بعد اس کا لڑکا "ابراہیم لودھی" دہلی کا بادشاہ ہوا، پہلے تو اپنے بھائی سے جونپور کے لئے لڑتا رہا، کامیابی کے بعد اس کی ہمت بڑھ گئی اس نے

بہادری کے ساتھ گوالیار کا قلعہ راجہ سے چھین لیا، کچھ دنوں کے بعد بعض ایسٹرن کی سازش معلوم کرکے ان کو سخت سزائیں دینے لگا، یہانتک کہ ڈر کر تمام امیر ادھر ادھر بھاگ نکلے، دولت خاں لودھی نے جو لاہور کا حاکم تھا مغلوں کے سردار بابر بادشاہ کو جو کابل پر قابض تھا، دہلی فتح کرنے کی دعوت دی جس کو بابر نے بڑی خوشی سے قبول کیا، پہلے علاء الدین لودھی کو جو بابر کے یہاں ملازم تھا بطور ہراول کے بھیجا، ابراہیم لودھی بھی ایک فوج کے ساتھ اس کے مقابلہ کو آیا، پہلے تو علاء الدین نے شکست دی، لیکن اس کی فوج جب لوٹ میں مشغول تھی تو ابراہیم نے حملہ کرکے سب کو بھاگ جانے پر مجبور کیا، ادھر بابر بھی کابل سے لاہور پہنچ گیا تھا، اور دولت خاں کو جو بابر کے خلاف ہوگیا تھا شکست دے کر اس نے لاہور پر قبضہ کرلیا، اور پھر دہلی کی طرف چلا، ابراہیم لودی بھی اس سے غافل نہ تھا، ایک بڑی بھاری فوج لیکر پانی پت کے میدان میں پہنچ گیا، بابر کی فوج بھی اس کے مقابلہ کے لئے آموجود ہوئی، ۹۳۲ھ ۱۵۲۶ء میں دونوں کی جنگ شروع ہوئی، ابراہیم لودھی کے پاس گو فوج بڑی تعداد میں تھی، لیکن ان کے پاس نئے قسم کے اچھے ہتھیار نہ تھے اور فوج بھی تجربہ کار نہ تھی، اودھر بابر کی فوج میں تجربہ کار سپاہیوں کے علاوہ ایک توپ خانہ بھی موجود تھا جس سے لودھی پٹھانوں کی فوج واقف نہ تھی، بابر نے اس توپ خانہ کے ذریعہ پہلے دشمن کی فوج کو منتشر کیا، اور پھر تجربہ کار فوج کا دستہ لے کر اس طرح حملہ کیا کہ ابراہیم کی فوج نہ ٹھہر سکی، خود بھی مارا گیا، اور تمام فوج نے بری طرح شکست کھائی، بابر فتحیاب ہوکر دہلی میں داخل ہوگیا۔

بابر بادشاہ | بابر دہلی سے آگرہ پہنچکر سلطنت کا انتظام کرنے میں مشغول ہوگیا، ابھی

کچھ زیادہ دن نہ گذرنے پائے تھے کہ راجہ سانگا جو ہندو راجاؤں میں سب سے زیادہ طاقتور تھا، راجپوتانہ سے بڑی فوج لے کر آگرہ کی طرف بڑھا، بابر بھی اپنے چیدہ سواروں کے ساتھ توپ خانہ لیکر اجمیر کی طرف چلا، بیانہ کے پاس دونوں کا مقابلہ ہوا، بڑی سخت خونریز لڑائی کے بعد بابر فتحیاب ہوا، اور راجہ سانگا زخمی ہوکر بھاگا، اور گھر جاکر مرگیا، بابر نے مالوہ کے پاس چندیری کا مضبوط قلعہ بھی فتح کرلیا، اور اب جونپور سے بنگالہ تک کے صوبے اس کے قبضہ میں آگئے، مگر افسوس کہ عمر نہیں پائی ۹۳۷ھ ۱۵۳۰ء میں پچاس سال کی عمر پاکر اس دار فانی سے چل بسا،

نصیرالدین ہمایوں ظہیرالدین بابر بادشاہ کے انتقال پر اس کی وصیت کے مطابق اسکا بڑا لڑکا "ہمایوں" نصیرالدین کے لقب سے تخت و تاج کا مالک بنا، اپنے بھائیوں کو مختلف صوبوں کی حکومت دے کر کالنجر کے قلعہ کا محاصرہ کیا، مگر پٹھانوں کی بغاوت کے سبب جونپور اور چنارگڑھ جانا پڑا، جہاں سے فرید خاں (شیر شاہ) کو جو سہسرام (بہار) کا زمیندار تھا، مطیع کرکے واپس آیا، ۹۳۹ھ ۱۵۳۲ء میں گجرات کے مشہور بادشاہ بہادر شاہ سے بعض باغی مغلوں کو پناہ دینے کے سبب ناراض ہوگیا، ور نوبت لڑائی کی آئی، ایک ترکی افسر توپ خانہ رومی خاں کی غداری سے بہادر شاہ شکست کھاکر دیو بندر چلا گیا، اور ہمایوں کھنبائت تک پیچھا کرتا ہوا پہنچا تھا کہ بہار سے فرید خاں کے باغی ہونے کی خبر اس کو ملی، ہمایوں آگرہ واپس آکر کچھ فوج کے ساتھ بہار روانہ ہوگیا، فرید خاں اپنی عورتوں، بچوں اور خزانہ کو رہتاس کے قلعہ میں رکھ کر پہاڑوں میں چھپ گیا، ہمایوں گو بآسانی بنگالہ تک پہنچ گیا تھا، مگر برسات کے سبب سے واپس ہونا مشکل ہوگیا، ادھر فرید خاں بہار سے نکل کر جونپور جا پہنچا، ہمایوں کو جب یہ خبر ملی

تو فوراً کوچ کر گیا، لیکن گنگا کے گھاٹ پر آکر معلوم ہوا کہ فرید خاں وہاں سے واپس آکر راستہ روکے ہوئے ہے، موقع کو دیکھ کر فرید خاں نے جو صلح کی تحریک کی، تو ہمایوں نے قبول کر لی، مگر جب مغل فوج غافل ہوگئی تو اچانک ایسا شب خوں مارا کہ ہزاروں کٹ گئے، اور بڑی مشکل سے ہمایوں چند ساتھیوں کے ساتھ دریا کنارے پہنچا، ہمایوں پریشان آگرہ سے دہلی ہوتے ہوئے پنجاب پہنچا، مگر کسی بھائی نے اس کی مدد نہ کی، اور فرید خان اس کے پیچھے پیچھے پنجاب تک پہنچ گیا، ہمایوں نا امید ہو کر ناچار کے راستہ سندھ پہنچا، امر کوٹ (عمر کوٹ) میں مقیم تھا کہ اکبر پیدا ہوا، اور مشک نافہ جو اس کے کمر میں تھا، لوگوں کو تقسیم کیا جس کی خوشبو ہوا میں اڑتے ہی لوگوں نے نیک شگون لیا،

ہمایوں سندھ سے قندھار پہنچا، جہاں اس کا بھائی حاکم تھا، وہ اپنے بھائی سے لڑتے بھڑتے ایران جا پہنچا، شاہ ایران نے اس کی بڑی عزت کی، وہ عرصہ تک وہاں مہمان رہ کر موقع کی تاک میں بیٹھا رہا،

سوری پٹھانوں کی سلطنت

شیر شاہ سوری | فرید خاں بہار اور بنگال کے علاوہ اب جونپور، آگرہ، دہلی، اور پنجاب پر بھی قبضہ کر کے "شیر شاہ" کے لقب سے دہلی کا بادشاہ ہوا، چند سالوں میں اس نے مالوہ اور راجپوتانہ کے بھی چند قلعے فتح کئے، آخر کالنجر کے قلعہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھا کہ بارود میں آگ لگ جانے سے جو شعلہ بھڑکا تو شیر شاہ اس سے جانبر نہ ہو سکا، چنانچہ ۹۵۲ھ ۱۵۴۵ء میں ادھر قلعہ فتح ہوا، ادھر شیر شاہ انتقال کر گیا۔ اس نے بنگالہ سے پنجاب تک ایک بڑی سڑک تیار کرائی، اور سایہ کے لئے دورویہ درخت نصب کرائے، اور ہر کوس پر پختہ سرائے، مسجد، اور کنواں بنوایا، سرائے میں ہر قوم اور ہر مذہب کو بادشاہ کی طرف سے کھانا ملتا تھا۔ اسکا انصاف اور اسکے قوانین مشہور ہیں۔

شیر شاہ کے بعد اس کا لڑکا سلیم شاہ تخت پر بیٹھا، اور نو سال تک حکومت کی، دہلی کے پاس سلیم گڑھ کا قلعہ اسی کی یادگار ہے۔

۹۶۰ھ ۱۵۵۲ء میں محمد شاہ عادل جسے عوام عدلی شاہ کہتے تھے، دہلی کا بادشاہ ہوا، جس نے عیش و عشرت اور فیاضی میں خزانہ خالی کر دیا، اور ہیمو بقال کو وزیر بنا کر بڑے بڑے امیروں کو اپنا دشمن بنا لیا، چنانچہ سب سے پہلے بنگال باغی ہوا، یہاں کی بغاوت دور کرنے جب گیا، تو اس کے ایک رشتہ دار ابراہیم سور نے دہلی پر قبضہ کر لیا، عادل شاہ یہ سنکر پلٹا، اور ابراہیم سے لڑائی شروع کر دی مگر

شکست کھاکر بہار کی طرف بھاگا، ادھر لاہور کے حاکم سکندر سور ابراہیم سے دہلی
لے کر خود بادشاہ بن بیٹھا، ہیمو بقال عادل کو لے کر چنار کے قلعہ میں فوج کی
تیاری کر رہا تھا، کہ ابراہیم سور سے مقابلہ کرنا پڑا، جو دہلی سے بھاگ کر بہار آیا تھا،
ہیمو نے گو اس کو شکست دے دی، مگر بنگال کے باغیوں کی سرکوبی کے لئے
جلد ہی جانا پڑا، ان کو فرمانبردار بنا کے سیدھا دہلی کی طرف روانہ ہوا، جہاں
ہمایوں بادشاہ ایران سے واپس آکر سکندر سور سے دہلی لے چکا تھا، ابھی ہیمو
بقال دہلی نہ پہنچا تھا، کہ ۹۶۳ھ ۱۵۵۵ء میں یکایک کوٹھے کے زینہ سے گر کر ہمایوں نے جان دی،
اور دہلی کی مشہور عمارت مقبرہ ہمایوں میں دفن کیا گیا، اس وقت اکبر پنجاب میں
مقیم تھا،

پٹھانوں کی حکومت کے کام

سیدوں نے تقریباً چالیس برس حکومت کی، مگر ان کا سارا زمانہ بغاوتوں
کے دور کرنے میں صرف ہوا، البتہ لودھیوں کی پچاس سالہ حکومت
میں بعض باتیں قابل ذکر ہوئیں، اوّل ملتان سے بہار تک کا علاقہ ایک حکومت
کے ماتحت ہو گیا جس کے سبب امن و امان قائم ہوا، اور غلہ کی ارزانی اس قدر
ہوئی کہ مخلوق خوشحال ہوئی، ہندو جو ابھی تک دفتروں سے الگ رہتے تھے
فارسی کی تعلیم حاصل کر کے دفتروں پر قابض ہوئے،

شیر شاہ کا زمانہ بہترین زمانہ تھا، اس نے ایسے اچھے قانون جاری کئے
کہ علاء الدین خلجی کے سوا ہندوستان کے کسی بادشاہ نے اب تک جاری نہیں کئے
تھے، اس کے بنائے ہوئے قانون اکثر سلطنت مغلیہ تک رائج رہے، زمین کے
ناپ اور مالگذاری کے بہت عمدہ قانون وضع کئے، پولیس کا اس نے بڑا اچھا انتظام

گیا تھا جس جگہ کوئی مقتول پایا جاتا، اس کے اردگرد ایک میل کے لوگ ذمہ دار قرار پاتے،
چوری جہاں ہوتی اس گاؤں کا پٹیل یا چودھری اس کا ذمہ دار ٹھہرایا جاتا، کاشت کاری کے
قانون اس قدر اچھے بنائے کہ زمیندار اور کاشتکار پیداوار کو ترقی دینے میں مشغول ہوگئے
فوجی لیاقت اس قدر اچھی تھی کہ اسکے ڈر سے کبھی کسی کو بغاوت کی ہمت نہ ہوئی، عدل وانصاف کا
اس کو اس درجہ خیال تھا کہ شہزادہ نے ایک دفعہ ہاتھی پر جلوس میں ایک ہندو عورت پر
جب وہ گھر میں نہا رہی تھی پان کا بیڑا پھینکا تھا، تو شیر شاہ نے حکم دیا کہ اسی طرح شاہزادہ
کی بیگم پر اس ہندو عورت کا شوہر پان کا بیڑا پھینکے،

شیر شاہ عالم اور علما کا قدر دان تھا، اس کے زمانہ میں ملا نظام الدین
دانشمند، شیخ خلیل مرشد، قاضی فصیح الدین، مولانا رفیع الدین صفوی، شیخ عبدالحی شاعر جیسے
باکمال لوگ موجود تھے، اس کا ٹرکی کے سلطان کے پاس بھی مذہبی اتحاد کے خیال
سے سفیر بھیجنے کا خیال تھا مگر موت نے فرصت نہ دی، اُسکے زمانہ میں بے شمار قلعے تیار ہوئے
ڈاک کا بڑا عمدہ انتظام تھا، بہار، مالوہ اور ملتان سے روزانہ اس کی ڈاک آتی تھی جس سے
ملک کے ذرہ ذرہ کا حال اس کو معلوم ہوتا، نہایت عقلمند اور بہادر تھا، اس نے کبھی
شکست نہیں کھائی،

ہند کی خود مختار ریاستیں

تغلق بادشاہوں کے بعد سے الگ الگ صوبوں کے حاکم خود مختار بن بیٹھے تھے، اس عرصہ میں دلی کی بادشاہی سمٹ کر صرف آس پاس کے صوبوں تک رہ گئی تھی، شیر شاہ نے اس بدانتظامی کے دور کرنے کی کوشش کی، مگر اس کو بہت کم موقع ملا، اور اس کے بعد تو سوری خاندان پر زوال ہی آگیا، سوریوں کے زوال کے وقت سندھ ارغون خاندان کے ماتحت تھا، ملتان پر خاندان لنگاہ، دہلی، آگرہ، اور جونپور پر عادل شاہ کا وزیر ہیمو بقال، بہار اور بنگالہ میں پٹھانوں کی حکومت تھی، راجپوتانہ اور مارواڑ پر راجپوتوں کا قبضہ تھا جن میں سے رانا اُدے پور سب سے بڑا طاقتور راجہ تھا، مالوہ کی الگ ایک اسلامی ریاست تھی، گجرات پر مظفر شاہ حکومت کرتا تھا، دکن میں سلاطین بہمنیہ کا خاتمہ ہو کر پانچ ریاستوں میں یہ ملک تقسیم ہو گیا تھا، گولکنڈا میں قطب شاہی، بیجاپور میں عادل شاہی، بیدر میں برید شاہی، احمد نگر میں نظام شاہی، برار میں عماد شاہی خاندان کے بادشاہ حکومت کر رہے تھے، اس سے اور دکن کی طرف ہندوؤں کی بڑی مضبوط سلطنت وجیانگر میں تھی، اور سمندر کے کنارے ٹراونکور (یا سامری کی) ریاست اپنی بحری تجارت کے سبب بہت مشہور تھی، عرصہ تک یہ ریاستیں قائم رہیں، اس میں سے وجیانگر کی ریاست کو دکن کی اسلامی ریاستوں نے فتح کر کے اپنی اپنی سلطنت میں شامل کر لیا، اور پھر یہ اسلامی

ریاستیں آہستہ آہستہ مغلوں کی سلطنت میں جذب ہوتی گئیں، اورنگ زیب کے عہد میں دکن کا کل علاقہ سلطنت مغلیہ میں شامل ہو کر ایک شہنشاہ کے ماتحت ہو گیا، ان سب کا مختصر حال ذیل کی سطروں میں لکھا جاتا ہے،

بنگال کے بادشاہ

شہاب الدین غوری کے وقت میں محمد بن بختیار خلجی نے آہستہ آہستہ بہار کے بعد بنگالہ ۵۹۹ھ (۱۲۰۱ء) میں فتح کیا، پھر تبت پر فوج کشی کی، مگر ناکام واپس آیا، اور اسی غم میں مرگیا، اس کے مرنے پر پہلے علی مردان خاں اور پھر دوسرے امیر یکے بادیگرے یہاں کے حاکم ہوتے رہے، سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانہ میں اس کا لڑکا بغرا خاں بنگال کا حاکم ہوا، اسکو یہاں کی حکومت یہاں تک پسند آئی، کہ اس نے دہلی کی حکومت اس پر قربان کردی، سلطان محمد تغلق کے زمانہ میں اس خاندان کا خاتمہ ہوگیا، اس کے بعد دہلی سے متعدد حاکم ۷۴۱ھ (۱۳۴۰ء) تک آئے، مگر آپس میں خانہ جنگی کے سبب مارے گئے،

بنگالہ میں حاجی ملک الیاس نامی ایک زمیندار تھا، جو علاء الدین حاکم بنگالہ کو قتل کرکے سلطان شمس الدین کے نام سے بنگالہ کا بادشاہ ہوا، جب اس کو اطمینان ہوگیا تو جاج نگر (اڑیسہ) کے حاکم کو جو باغی ہوگیا تھا، پھر قبضہ میں لایا، ۷۵۴ھ (۱۳۵۲ء) میں فیروز شاہ تغلق نے بنگالہ اس سے چھین لینا چاہا، اس ارادہ سے وہ بنگال تک آیا، مگر صلح ہوگئی، ۱۶ سال سلطنت کرکے شمس الدین وفات پاگیا، اس کا لڑکا سکندر اس کا جانشین ہوا، ۷۶۰ھ (۱۳۵۸ء) میں پھر فیروز شاہ نے فوج کشی کی، مگر سکندر نے سالانہ خراج ادا کرنے کا وعدہ کرکے اس کو راضی کرلیا، سکندر نے نو سال تک بادشاہی کی

اسکے بعد اس کا لڑکا غیاث الدین جانشین ہوا، اسی بادشاہ نے حافظ شیرازی کو بنگالہ بلایا، اور اسی کی فرمایش پر حافظ نے وہ غزل لکھی، جس کا ایک مصرعہ ہے، "ایں قند پارسی کہ بہ بنگالہ می رود" اس نے مکہ اور مدینہ میں مسافر خانے اور مدرسے بنوائے، ۷۷۵ھ (۱۳۷۳ء) میں وہ انتقال کر گیا، پھر سلطان السلاطین بادشاہ ہوا، اس کے رعب کے سبب ملک میں ہمیشہ امن رہا، ۷۸۵ھ (۱۳۸۳ء) میں وہ بھی مرگیا،

اب شمس الدین کے لقب سے اس کا چھوٹا لڑکا تخت پر بیٹھا، مگر کنس نامی ایک ہندو درباری امیر اس کو مار کر ۷۸۷ھ (۱۳۸۵ء) میں خود راجہ بن بیٹھا، گو وہ خود ہندو تھا، مگر مسلمانوں سے اتنی محبت کرتا تھا کہ سات سال کے بعد جب وہ مرا تو لوگ اس کو مسلمان سمجھ کر دفن کرنا چاہتے تھے، پھر اس کا لڑکا جیت مل مسلمان ہو کر جلال الدین کے لقب سے تخت کا وارث ہوا، ۱۷ سال تک بڑے عدل و انصاف سے اس نے حکومت کی، ۸۱۲ھ (۱۴۰۹ء) میں جب وہ انتقال کر گیا تو اس کا لڑکا احمد شاہ جانشین ہوا، یہ بھی ۱۶ سال حکومت کر کے ۸۳۰ھ (۱۴۲۶ء) میں وفات پاگیا، احمد شاہ کا غلام ناصر الدین موقع پاکر خود بادشاہ بن بیٹھا سلطنت کے امیروں نے سات ہی روز کے بعد اسکو قتل کر ڈالا، اور حاجی الیاس کے خاندان سے ایک شخص کو ناصر الدین کے لقب سے تخت پر بٹھایا، اور چونکہ جونپور کے بادشاہ، دہلی اور بنگالہ کے درمیان حائل تھے اس لئے بلا دغدغہ ۳۲ برس حکومت کر کے ۸۶۲ھ (۱۴۵۷ء) میں چل بسا،

اس کے بعد اس کا لڑکا باربک بادشاہ ہوا، ہندوستان میں یہ پہلا بادشاہ ہے، جس نے دربار میں حبشیوں کا زور بڑھایا، اس نے آٹھ ہزار حبشیوں کی فوج جمع کر لی، جس کی طاقت سے دربار کے امیروں کو قابو میں رکھا، ۱۷ سال کے بعد

سنہ ۸۷۹ھ (۱۴۷۴ء) میں رحلت کر گیا، اور یوسف شاہ باپ کا جانشین ہوا، یہ خود بھی فاضل تھا اور اس کے دربار میں بھی اہل علم بھرے رہتے تھے، مذہبی باتوں کا بڑا خیال رکھتا، اس کے زمانہ میں شراب کا پینا اور بیچنا جرم تھا، مقدموں کی جو اپیل کیجاتی اس کا فیصلہ خود کرتا، سنہ ۸۸۶ھ (۱۴۸۱ء) میں وفات پاگیا، شاہزادہ سکندر کی چند روزہ شاہی کے بعد شاہزادہ فتح شاہ تخت پر بیٹھا، یہ بڑا دانا اور عالم تھا، مگر حبشی سرداروں کی بے اعتدالیوں کی روک تھام کرنے کی وجہ سے حبشی سردار اس سے ناراض ہوگئے اس لئے خواجہ سرا نے سنہ ۸۸۶ھ (۱۴۸۱ء) میں اس کو قتل کر ڈالا، اور تخت پر قبضہ کر کے اپنا نام سلطان باربک رکھا،

اتفاق وقت کہ خواجہ جہاں وزیر اور امیر الامرا ملک اندیل حبشی سرحدی مقامات پر گئے ہوے تھے، جب واپس آئے تو ملک اندیل نے سلطان باربک کو مار ڈالا اور دوسرے دن امیروں کے مشورہ سے فیروز شاہ کا لقب اختیار کر کے خود بادشاہ بن بیٹھا، اس کے زمانہ میں ہر طرح کا اطمینان رہا، کمال استقلال اور انصاف سے حکومت کرتا رہا، سنہ ۸۹۹ھ (۱۴۹۳ء) میں وفات پاگیا، اس کے بعد اس کا لڑکا محمود بادشاہ ہوا، مگر شیدی بدر نے پہلے تو حبش خاں وزیر کو اور کچھ مہینے کے بعد محمود شاہ کو قتل کر ڈالا اور مظفر شاہ کے لقب سے خود بادشاہ بنگیا، یہ بڑا ظالم نکلا اور خونریزی میں بڑا دلیر مخلوق کو اس سے نفرت ہوگئی، سخت لڑائی کے بعد مظفر مارا گیا، اور سید شریف مکی جو پہلے وزیر تھے، علاء الدین کے لقب سے بادشاہ بنے، واقعی یہ بڑے شریف نکلے، تمام امیروں کو راضی رکھا، اور ملک میں امن و امان کا ڈنکا بجایا، اس کے بعد حبشیوں کی خبر لی، جو دربار میں قوت پا کر فساد کرنے لگ گئے تھے، ان بادشاہ

گردن

کو ملک سے نکال دیا، اور ان کے بجائے مغل اور افغانوں کی بھرتی کی، یہ اپنے اخلاق کے سبب لوگوں میں محبوب رہے، ۹۳۰ھ ۱۵۲۴ء میں وفات پائی،

اس کے لڑکے نصرت شاہ نے جب تخت پر قدم رکھا تو بابر بادشاہ کے خوف سے بہت سے افغانی امیر یہاں جمع ہو چکے تھے، انھیں میں سے ابراہیم کا بھائی محمود لودھی بھی تھا، ابراہیم لودھی کی لڑکی سے نصرت شاہ نے نکاح کر لیا اور ان امیروں کو مناسب جاگیریں عطا کیں، آخر عمر میں کچھ بدحواس اور کم عقل ہو گیا تھا، ۹۴۳ھ ۱۵۳۶ء میں دنیا سے رخصت ہو گیا،

اس کے لڑکے نصیب شاہ کی چند روزہ سلطنت کے بعد سلطان محمود جو امیروں میں سے تھا، سلطنت پاکر عدل و انصاف سے حکومت کرنے لگا، آٹھ سال کے بعد شیر شاہ نے بنگالہ فتح کر لیا، ۹۴۹ھ ۱۵۴۲ء میں ہمایوں بادشاہ نے بنگالہ کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا، لیکن شیر شاہ سوری نے جب دہلی کی شاہنشاہی حاصل کر لی تو بنگالہ پر محمد خاں افغان کو حاکم بنایا، اس کے مرجانے پر اس کا لڑکا سلیم خاں خود مختار ہو کر سلطان بہادر کے لقب سے حکمرانی کرنے لگا، کچھ ہی دنوں کے بعد سلیمان کرانی جو سلیم شاہ سوری کے امیروں میں سے تھا، بہار اور بنگالہ پر قابض ہو گیا اور اڑیسہ بھی فتح کر لیا، ۲۵ برس حکومت کر کے ۹۸۱ھ ۱۵۷۴ء میں انتقال کر گیا، اس کے بعد اس کا لڑکا بایزید اور چند ہی دنوں کے بعد اسکا بھائی داؤد خاں حکمراں ہوا، آخر ۱۰۰۳ھ ۱۵۹۴ء میں اکبر بادشاہ نے بنگالہ کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا، داؤد اور اس کا لڑکا دونوں جنگ میں مارے گئے، اور یہ خاندان تباہ ہو گیا،

———— • ————

بنگالی بادشاہوں کے کام

بنگالہ میں ۲۵۰ برس تک مختلف خاندانوں کی حکومت رہی، ان میں سے بعض ۲۳ برس حاکم رہے، ان بادشاہوں نے بنگالہ کو ترقی دینے میں بے حد کوشش کی، سلطان غیاث الدین کے زمانہ میں نہ صرف بنگالہ بلکہ بنگال کی طرف سے مکہ اور مدینہ میں بھی مسافرخانے اور مدرسے قائم کئے گئے، اس کے دربار میں ہمیشہ علمی چرچا رہتا، شاعروں کی خاص قدردانی کرتا تھا، ان بادشاہوں کے زمانہ میں ہندوؤں کو بھی سلطنت کے ہر معاملہ میں شریک بنا لیا گیا تھا، سلطنت کی وزارت تک یہ لوگ پہنچ جاتے تھے، ہر قسم کی آزادی ان کو میسر تھی عدالت کا انتظام دہلی کے طرز پر تھا، بعض بادشاہوں کو عدل وانصاف کا اتنا خیال تھا کہ مقدموں کے مرافعے خود سنتے اور غور کے بعد خود فیصلہ دیتے، تھے، رعایا کے اخلاق کا خاص خیال رکھتے تھے، ہر قسم کی بداخلاقی دور کرنے کی کوشش کیجاتی، خصوصاً شراب اکثر بادشاہوں کے وقت میں سخت ممنوع قرار پائی، اور سختی سے اس پر عمل ہوتا، فوجی حالت بھی بہت اچھی تھی، عموماً بنگالہ یا ہندوستان کے لوگ فوج میں بھرتی ہوتے تھے، ہندوستان میں سب سے پہلے بنگالہ ہی کے بادشاہ تھے، جنھوں نے حبشیوں کی بھرتی کی، اور پھر اونچے اونچے عہدوں پر ان کو پہنچایا، آخر زمانہ میں پٹھان اور

مغلوں کی فوج سے بنگالہ کے بادشاہ بڑے طاقتور ہو گئے، سید شریف مکی کا عہد بنگالہ میں امن و راحت کے لیے بہت مشہور رہے، ان کے عہد میں مسجدیں، مقبرے اور دوسری بڑی بڑی عمارتیں بہت تعمیر ہوئیں، متعدد شہر آباد کئے گئے، اور بعض بعض قلعوں کی تعمیر میں بڑا اہتمام کیا گیا، اکدالہ کا قلعہ بنگالہ میں بڑا مشہور تھا، عورتیں سیاسی معاملات میں دخل نہیں دیتی تھیں، آخر زمانہ میں وہاں یہ عجیب رسم ہو گئی تھی، کہ جو بادشاہ کو مار کر تخت حاصل کرلے، وہی بادشاہ بنجائے، اس بری رسم سے ملک میں خانہ جنگی عرصہ تک قائم رہی،
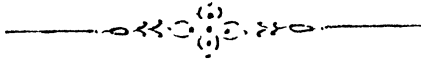
جونپور کے بادشاہ

محمود شاہ تغلق نے ۷۹۶ھ ۱۳۹۴ء میں ملک سرور خواجہ سرا کو خواجہ جہاں ملک الشرق کا خطاب دے کر جون پور کا حاکم بنایا، تھوڑے عرصہ میں اس نے اپنی قوت اتنی بڑھا لی کہ ہمسایہ ڈرنے لگے، چنانچہ بنگالہ کے بادشاہ جو خراج دہلی بھیجتے تھے اب جونپور کے بادشاہوں کو دینے لگے، اس نے اپنا لقب سلطان الشرق رکھا، ۸۰۲ھ ۱۳۹۹ء میں وفات پاگیا،

خواجہ جہاں کا متبنّٰی ملک قرنفل مبارک شاہ کے لقب سے بادشاہ ہوا، اس کی دہلی کے بادشاہوں کے ساتھ متعدد دفعہ لڑائی ہوئی، لیکن مبارک شاہ جلد ہی ۸۰۴ھ ۱۴۰۱ء میں انتقال کرگیا، اس کے بعد اس کا چھوٹا بھائی ابراہیم تخت کا مالک ہوا،

ابراہیم شرقی جونپور کے بادشاہوں میں سب سے ممتاز اور بہتر تھا، اس نے چالیس برس حکومت کی، اپنی سلطنت کو بڑھانے کے علاوہ ملک کو ترقی دینے میں بڑی کوشش کی، اس نے تعمیرات کا سلسلہ عرصہ تک جاری رکھا، عالیشان محلوں کے علاوہ ایک عظیم الشان مسجد کی بنیاد رکھی، اس کے زمانہ میں علم کا بڑا چرچا رہا، بڑے بڑے علما خراسان اور عراق سے جمع ہوگئے، بڑے اچھے پیمانہ پر مدرسے قائم کئے گئے، جونپور کا عربی مدرسہ عرصہ تک مشہور رہا، شیر شاہ سوری

نے یہیں تعلیم پائی تھی، مختلف فنون کی کتابیں اس زمانہ میں تصنیف کی گئیں،

علمار کا بڑا قدردان تھا. قاضی شہاب الدین دولت آبادی اسی زمانہ میں تھے

بادشاہ ان کا بڑا ادب کرتا تھا، ایک دفعہ بیمار ہوسے تو پانی ان کے سر سے صدقہ

کر کے خود پی گیا، جونپور اگرچہ فیروز شاہ تغلق کے عہد میں بسایا گیا، مگر اس کی رونق

اور تکمیل اسی بادشاہ کے زمانہ میں ہوئی،

باپ کے بعد سلطان محمود شرقی تخت کا وارث ہوا، یہ بھی عاقل اور صاحب

تدبیر تھا، کچھ دنوں اپنی مالی اور فوجی حالت کو خوب مضبوط کرتا رہا، پھر مالوہ کے

بادشاہ کے مشورہ سے کالپی فتح کر لیا، کالپی کے حاکم نے محمود خلجی مالوہ کے بادشاہ

سے مدد مانگی، اس لئے اس نے محمود شرقی کو واپس چلے جانے کا مشورہ دیا، لیکن

کالپی کا کام اس سے قبل ختم ہو چکا تھا، آخر شیخ جمال الدین کے ذریعہ صلح ہو گئی، کالپی

کا ملک واپس ہوا، محمود شرقی نے جونپور آ کر کچھ دنوں کے بعد اڑیسہ کو باجگذار بنایا،

۸۶۲ھ، ۱۴۵۷ء میں انتقال کر گیا،

پھر محمد شاہ تخت کا وارث ہوا، اس نے سب سے پہلے بہلول لودھی سے

صلح کر لی، پھر بعض بھائیوں کو قید کر دیا، اور جونپور کے کوتوال کو حکم دیا کہ شاہزادہ

حسن خاں کو قتل کر ڈالے، چنانچہ اس نے موقع پا کر مار ڈالا، ملکہ جہاں یہ معلوم کر کے

قنوج چلی گئیں، اور دوسرے شاہزادوں نے بعض امیروں کے مشورہ سے محمد شاہ

سے کہا کہ بہلول لودھی شب خون مارنے کا ارادہ رکھتا ہے، اس لئے اس کا تدارک

کرنا چاہیئے، چنانچہ حسین خاں ایک بڑا لشکر لے کر قنوج پہنچا، اور اپنی والدہ ملکہ جہاں

اور دوسرے درباری امیر جو محمد شاہ کی سخت گیری سے تنگ آ گئے تھے، ان سب

لوگوں کے مشورہ سے اس نے تاج اپنے سر پر رکھا، اور محمد شاہ سے لڑنے کے لئے ایک فوج بھیجدی، اس لڑائی میں موت کے ایک تیر نے محمد شاہ کا فیصلہ کردیا،

سلطان حسین نے لودھی سے صلح کرلی، جو لشکر لے کر آگے چلا آتا تھا، اور کچھ دنوں کے بعد تین لاکھ سوار اور چودہ سو ہاتھی لے کر اڑیسہ پر حملہ کیا، راجہ سے اطاعت کا اقرار اور تیس ہاتھی، ایک سو گھوڑے، مختلف قسم کے تحفے لے کر واپس آیا، پھر گوالیار پر جا پڑا، راجہ نے گھبرا کر اطاعت قبول کرلی،

سنہ ۸۷۸ھ / ۱۴۷۳ء میں اپنی بیوی کے کہنے سے جو علاء الدین شاہ دہلی کی لڑکی تھی دہلی فتح کرنے کے لئے ایک لاکھ چالیس ہزار سوار اور چودہ سو ہاتھی لیکر نکلا، سلطان بہلول لودھی نے مجبوراً سلطان حسین شرقی کو لکھا کہ دہلی کا علاقہ ۱۸ کوس تک میرے ماتحت چھوڑ کر باقی پر آپ قبضہ کرلیں، میں آپ کا فرمانبردار رہوں گا مگر نہ مانا، ناچار ۱۸ ہزار افغانوں کو لے کر ٹوٹ پڑا، سلطان حسین کو بڑی شکست ہوئی، پھر متعدد بار دونوں میں لڑائی ہوئی جس میں ہر بار اس نے شکست کھائی، اور آخری مرتبہ ایسی شکست ملی کہ جونپور میں بھی نہ ٹھہر سکا، اور سرحدی علاقہ میں چلا گیا، لودھی جونپور پر اپنے بیٹے باربک شاہ کو حاکم بنا کر دہلی واپس ہوا، بہلول کے بعد سکندر لودھی نے سرحدی علاقہ سے بھی نکال دیا تو سلطان بنگالہ کے پاس چلا گیا، اور سنہ ۸۸۱ھ / ۱۴۷۶ء میں اس خاندان کا خاتمہ ہوگیا،

ان شرقی بادشاہوں کی حکومت اسی برس رہی، انھوں نے اس مدت میں ملک کو بڑی ترقی دی، بڑے بڑے عالم اس زمانہ میں موجود تھے، چنانچہ جونپور کا علمی اثر عالمگیر کے بعد تک قائم رہا، اس زمانہ میں بکثرت مدرسے قائم کئے گئے، مسافر خانے اور محلات تیار ہوئے، تجارت کو بڑی ترقی ہوئی، پنجاب، بنگال اور مالوہ سے کاروان جونپور آتا تھا،

ملتان کے بادشاہ

سلطان عبدالرشید بن سلطان محمود غزنوی کے عہد ۴۴۴ھ ۱۰۵۲ء میں راجہ بل (پال) ابن سومرہ نامی ایک امیر جو اسماعیلی تھا، سارے ملتان اور منصورہ (سندھ) پر قابض ہو گیا، اس کا خاندان ایک سو بتیس ۱۳۲ برس تک حکومت کرتا رہا، آخر ۵۷۵ھ ۱۱۷۹ء میں سلطان شہاب الدین غوری نے سندھ کو سومرہ خاندان سے لے لیا، اور اپنی طرف سے ایک والی مقرر کر دیا لیکن عملاً سومرہ ملک میں اب بھی وہی اقتدار رکھتے تھے ۶۰۲ھ ۱۲۰۶ء میں سلطان کے ایک غلام ناصر الدین قباچہ نے سندھ پر مستقل حکومت شروع کر دی لیکن ۶۲۵ھ ۱۲۲۸ء میں شمس الدین التمش سلطان دہلی نے قباچہ کو شکست دے کر سندھ کو اپنے مقبوضات میں شامل کر لیا، اور چونکہ اسی عہد سے تاتاری مغلوں کے حملے شروع ہو گئے تھے، اس لئے سرحدی حفاظت کے خیال سے سندھ کے پھر دو حصے کر دیے گئے، ایک ملتان اور دوسرا ٹھٹھہ، ملتان میں ایک الگ حاکم رہنے لگا، اور سومریوں کی عملی حکومت ملتان سے جاتی رہی،

اس وقت سے سادات کے زمانہ تک ملتان دہلی کے ماتحت ایک صوبہ کی حیثیت رکھتا رہا، خاندانِ سادات کے آخری بادشاہ سلطان علاء الدین محمد شاہ عالم کے عہد میں کابل، غزنہ اور قندھار پر مغلوں کا قبضہ ہو چکا تھا، اور آئے دن وہ ملتان پہنچکر لوٹ مار کرتے رہتے تھے، ۸۴۷ھ ۱۴۴۳ء میں ملتان کا کوئی

حاکم نہ تھا، اس لئے شہر کے لوگوں نے مل کر اپنا حاکم تجویز کرنا چاہا،

اس وقت حضرت شیخ بہاء الدینؒ کی خانقاہ کے متولی شیخ یوسف قریشی تھے، شہر کے تمام معزز لوگوں نے مل کر ان کو اپنا حاکم بنایا، شیخ نے بھی اس کو تسلیم کیا، ملتان اور اُچھ اور اس کے آس پاس کے شہروں میں شیخ کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری ہوا، شیخ کا انتظام اتنا اچھا تھا کہ ہر شخص شیخ کے انتخاب سے خوش ہوا، خاص کر زمینداروں کا طبقہ بہت ہی آسودہ حال ہو گیا،

انہیں اطراف میں ایک قوم لنکاہ رہتی تھی، اس قوم کا ایک سردار "رائے سہرہ" نامی تھا، جو قصبہ "سوی" کا زمیندار تھا، اس نے شیخ کو پیغام دیا کہ میں پشتہا پشت سے آپ کے خاندان سے عقیدت رکھتا ہوں، اس لئے عرض کرتا ہوں کہ دہلی کے سلطان بہلول لودی سے آپ کو بہت خطرہ ہے، اس لئے مناسب ہے کہ لنکاہ قوم کا دل ہاتھ میں لیجئے، تاکہ ضرورت کے وقت وہ آپ کی مدد کرے،

شیخ اس پیغام سے بہت خوش ہوئے، اور رائے کی درخواست کرنے پر اس کی لڑکی کو اپنے عقد میں لائے، رائے سہرہ کبھی کبھی اپنی لڑکی سے ملنے آیا کرتا تھا،

ایک دفعہ رائے اپنی پوری لنکاہ قوم کیساتھ ملتان پہنچا، اور شیخ کو کہلا بھیجا کہ اس مرتبہ میں اپنی قوم کو ساتھ لے کر آیا ہوں، تاکہ آپ ان کو ملاحظہ فرما کر میرے لائق کوئی خدمت سپرد کریں، شیخ نے اس کی بات مان لی، عشاء کی نماز کے بعد رائے سہرہ اپنی لڑکی کو دیکھنے کے لئے قلعہ کے اندر آیا، اور ایک فریب سے اپنے آدمیوں کو بھی اندر بلا بھیجا اور قلعہ پر قبضہ کر کے شیخ یوسف کو شہر سے نکال دیا،

شیخ یوسف یہاں سے نکل کر دہلی سلطان بہلول لودھی کے دربار میں پہنچے

سلطان نے بڑی عزت کی، بلکہ اپنی لڑکی کی شادی بھی ان کے لڑکے شیخ عبداللہ سے کردی، اور ملتان کے فتح کرا دینے کے وعدہ سے برابر ان کو خوش کرتا رہا، شیخ نے کل گیارہ برس سلطنت کی،

قطب الدین لنگاہ

رائے سہرہ نے ۸۵۸ھ ۱۴۵۴ء میں سلطنت کے تخت پر قدم رکھا اور اپنا لقب قطب الدین لنگاہ اختیار کیا، یہ شخص بڑا خوش تدبیر تھا، ملک میں اتنا بڑا انقلاب ہوگیا، مگر ملک کے امن میں کچھ خلل نہ پڑا، اور نہ لوگوں میں اس سے کوئی ناراضی پیدا ہوئی، نئے بادشاہ کا سارا وقت اُن کل پرزوں کے درست کرنے میں، جو شاہ گردی سے بگڑ گئے تھے، اور اُس ویرانی کے دور کرنے میں جو مغلوں کے لوٹ مار سے ہر جگہ چھا گئی تھی، صرف ہوا، سولہ سال سلطنت کرکے ۸۷۴ھ ۱۴۶۹ء میں مرگیا،

حسین لنگاہ بن قطب الدین

قطب الدین کے مرنے پر اس کا بڑا لڑکا حسین شاہ تخت پر بیٹھا یہ بڑا جفاکش اور محنتی نکلا، علم و ہنر سے خود بھی آراستہ اور دوسروں کے علم و ہنر کا بڑا قدرداں تھا، اس نے اپنی سلطنت کے شروع میں پہلے شور کے قلعہ پر پھر چنیوٹ پر قبضہ کیا، اور دوسری طرف "دھن کوٹ" کے قلعہ تک اپنے قبضہ میں لے آیا،

شیخ یوسف اکثر اوقات سلطان بہلول لودی سے اپنی دادرسی کی یاددہانی کیا کرتے تھے، اب جو حسین لنگاہ دھن کوٹ تک پہنچ گیا، تو سیاسی نقطہ نظر سے سلطان کو بھی یہ خطرناک معلوم ہوا، چنانچہ اس نے اپنے لڑکے باربک شاہ کو تاتارخاں لودھی کے ساتھ ملتان فتح کرنے کے لئے روانہ کیا،

اتفاق وقت دیکھئے کہ اسی زمانہ میں شاہ حسین کے حقیقی بھائی نے جو "کوٹ کرور" کا حاکم تھا، بغاوت کی، شاہ حسین نے اس خانہ جنگی کو زیادہ خطرناک سمجھ کر پہلے اس کی طرف توجہ کی، چنانچہ وہاں پہنچکر اس کو گرفتار کر لیا، اس اثنار میں معلوم ہوا کہ باربک دہلی سے فوج لے کر ملتان پہنچ گیا ہے، اور عیدگاہ کے پاس شہر سے باہر قلعہ فتح کرنے میں مصروف ہے، شاہ حسین دریا پار ہو کر فوراً ملتان میں داخل ہو گیا، اور سارے لشکر کو اپنے سامنے طلب کر کے متانت اور سنجیدگی سے کہا کہ میدان جنگ میں صرف وہی جائیں جو اپنی جانیں لڑانے کے لئے ہر طرح تیار ہوں، باقی بخوشی قلعہ کی حفاظت میں مصروف رہیں،

دوسرے دن صبح کو دس بارہ ہزار چنے ہوئے سوار اور پیادہ لے کر حسین لنگاہ شہر سے باہر نکلا، حسین لنگاہ، اور فوج کو حکم دیا کہ سارا لشکر ایک دفعہ ان پر تیر برسائے، پہلے ہی دفعہ جو بارہ ہزار تیر غنیم پر برسے تو گھبراہٹ پیدا ہو گئی، اور دوسری دفعہ کی تیر اندازی پر یہ منتشر ہو گئے، اور تیسری دفعہ جب تیروں کی بارش ہوئی تو یہ فوج بے تحاشا بھاگ نکلی، اور چنیوٹ پہنچکر وہاں کے قلعہ دار کو جو حسین لنگاہ کی طرف سے تھا، غداری سے مار کر قلعہ لے لیا، حسین لنگاہ نے ملتان کی اس فتح کو بسا غنیمت سمجھ کر قلعہ چنیوٹ کی مطلق فکر نہ کی،

ان ہی دنوں روہیلہ قوم کا سردار ملک سہراب پرگزم بادشاہ کی خدمت میں ملتان پہنچا اس کی قوم روہیلہ اس کے ساتھ تھی، شاہ نے اس کا آنا مبارک سمجھا، اور کوٹ کرور سے قلعہ دھن کوٹ تک کا علاقہ ان کی جاگیر میں دے دیا، اس خبر کو سنکر بے شمار بلوچ اپنے وطن کو خیرباد کہہ کر شاہ حسین لنگاہ کی خدمت

میں ملتان حاضر ہوئے، اس نے ملک کا بقیہ حصہ جو دریائے سندھ کے کنارے واقع تھا، ان کے حوالہ کیا، رفتہ رفتہ سینت پور سے دھن کوٹ تک سارا ملک بلوچیوں کے قبضہ میں آگیا، لیکن اسی کی بدولت حسین لنگاہ کے پاس ایک اچھی فوج بھی تیار ہوگئی، جس کی اس کو سخت ضرورت تھی،

سمہ قوم میں بایزید اور ابراہیم سردار بڑے پایہ کے تھے، سندھ کے بادشاہ نظام الدین جام نندا کی بے رخی دیکھ کر یہ دونوں سندھ سے حسین لنگاہ کے پاس چلے آئے، شاہ لنگاہ ان دونوں کے آنے سے بہت خوش ہوا، بایزید کو قلعہ شور اور ابراہیم کو شہر اُچھ عنایت کیا،

جام بایزید خود علم وفضل کے زیور سے آراستہ تھا، اور اسی لئے اس کا دربار علماء وفضلا کا مرکز رہتا، شیخ جمال الدین قریشی جو شیخ عالم قریشی کی اولاد میں سے تھے، اور خراسان میں مقیم رہ کر مختلف علوم وفنون میں کمال حاصل کرلیا تھا، باوجود حواس ظاہری میں فرق آجانے کے، صرف صاحب فضل وکمال ہونے کے باعث وزارت ان کے سپرد کر رکھی تھی، بایزید مذہب کا بڑا پابند تھا،

شہر شور میں ایک دفعہ ایک مکان تیار کرا رہا تھا کہ زمین سے خزانہ نکل آیا، اس نے لینے سے قطعاً انکار کردیا، اور تمام دولت "شرعی وارث" "شاہ حسین لنگاہ" کی خدمت میں بھیجدی، جس سے وہ بہت خوش ہوا، اور اس کی دیانت اور اخلاص کا بے حد مداح ہوگیا،

دہلی میں بہلول لودی کے بعد جب سکندر لودی بادشاہ ہوا، تو حسین لنگاہ نے تعزیت کا خط بھیجا، اور دونوں طرف سے تحفوں کے تبادلے نے صلح کی بنیاد رکھی،

شاہ حسین لنکاہ، سلطان محمود بیگڑہ گجراتی سے بھی خط و کتابت رکھتا تھا، ایک دفعہ قاضی محمد کو جو علم وفضل میں کمال رکھتے تھے سفیر بنا کر گجرات بھیجا، اور یہ ہدایت کردی کہ واپسی کے وقت وہاں کے محلاتِ شاہی ایک نظر دیکھ لے، تاکہ اسی نمونہ کے محل یہاں بھی تعمیر کرائے جائیں،

سفیر جب ملتان واپس آیا تو محلاتِ شاہی کے متعلق عرض کیا کہ میری گستاخی معاف فرمائیں، اگر میں یہ کہوں کہ ملتان کے ایک سال کے تمام محاصل بھی ان محلات کے تعمیر پر خرچ کیے جائیں تو بھی شک ہے کہ اس خوبی کے محلات تعمیر ہو کر تکمیل کو پہنچ سکیں گے،

یہ سنکر ملتان کا بادشاہ بہت مغموم رہنے لگا، وزیر عماد الملک تولک نے اس کو محسوس کرکے ایک دن عرض کیا کہ حضور کی افسردگی کا سبب کیا ہے، حسین لنکاہ نے کہا، مجھے افسوس ہے کہ گجرات جیسے محلات تعمیر نہیں کرا سکتا، وزیر نے کہا، خداوند تعالیٰ نے تمام دنیا کے اوصاف ایک ہی ملک کو عطا نہیں فرمائے، گجرات مالوہ، دکن کے ملک اگر زیادہ زرخیز و شاداب ہیں، تو ملتان کی مردم خیزی بھی کچھ کم فخر کی چیز نہیں، یہاں کے عالم اور ہنرمند بھی سارے ہندوستان میں مشہور ہیں، یہاں ایسے مشائخ ہیں، جن کی دامادی پر سلطان بہلول لودی فخر کرتا ہے، شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ کے خاندان میں اب بھی فخر کے قابل ہستیاں ہیں، مولانا فتح اللہ اور ان کے شاگرد مولانا عزیز اللہ جیسے نامور عالم اسی صوبہ کے رہنے والے ہیں، عماد الملک کی یہ تقریر سنکر شاہ حسین لنکاہ خوش ہو گیا،

اب شاہ حسین بڈھا ہو گیا تھا، اس لئے خود گوشۂ عافیت میں بیٹھکر اپنے بڑے لڑکے فیروز خاں کو فیروز شاہ کا خطاب دیکر تخت پر بٹھایا،

فیروز شاہ ناخلف نکلا، بخیل اور مزاج کا بڑا تیز تھا، وزیر عماد الملک کے ایک لڑکے کو مروا ڈالا، وزیر نے بادشاہ کو زہر دیدیا، اس حادثہ سے حسین لنگاہ کو جو ابھی زندہ تھا بہت غم ہوا، اس نے اپنے ایک فوجی افسر بایزید کو اشارہ کیا، جس نے وزیر عماد الملک کو جب وہ اس کے لشکر کا جائزہ لے رہا تھا، گرفتار کر کے قید کر دیا،

اب حسین شاہ لنگاہ نے اپنے پوتے محمود شاہ کو ولیعہد بنایا، اور بایزید کو وزیر اور ولیعہد کا اتالیق بھی مقرر کیا، کچھ دنوں کے بعد ۲۶ ر صفر ۹۰۴ھ ۱۴۹۸ء اور بقول بعض ۹۰۸ھ ۱۵۰۲ء میں حسین شاہ کا انتقال ہو گیا،

محمود شاہ لنگاہ کمسن تھا، اس کے ارد گرد نالائق لوگ جمع ہو گئے، انھوں نے وزیر اور بادشاہ کو لڑا دیا، بایزید ملتان سے بھاگ کر اپنی ریاست یعنی قلعہ شور میں چلا گیا، اور موقع پا کر سکندر لودی کے پاس دہلی میں اپنا سفیر بھیجا، اور اطاعت کا وعدہ کر کے اپنی ریاست میں اس کے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کر دیا، سکندر لودھی اس سے بہت خوش ہوا، اور پنجاب کے حاکم دولت خاں لودھی کو حکم دیا کہ ضرورت کے وقت بایزید کی مدد کرے، چند روز کے بعد محمود لنگاہ نے قلعۂ شور پر حملہ کیا، فوراً دولت خاں کو خبر کی گئی، اس نے آکر یہ فیصلہ کیا کہ راوی کا دریا دونوں کی سرحد قرار دیجاتی ہے،

محمود کے کرتوت اس قابل نہ تھے کہ سلطنت سنبھل سکے، مگر ملک سہراب جس کا ذکر اوپر آچکا ہے، وہ دربار میں دخیل ہو گیا، جس کے باعث سلطنت کی عمر کچھ زیادہ ہو گئی،

سنہ ۹۳۰ھ ۱۵۲۳ء میں بابر بادشاہ پنجاب پر قابض ہو چکا تھا، سندھ کے حاکم شاہ حسین ارغون کو حکم بھیجا کہ تم ملتان پر قبضہ کر لو، ارغون ایک بھاری فوج لیکر ملتان آدھمکا، شاہ محمود لنگاہ نے ڈر کر شیخ بہاء الدین قریشی اور مولنا بہلول کو صلح کیلئے روانہ کیا، مگر ارغون مولانا کی میٹھی میٹھی باتوں سے قابو میں نہ آیا، مجبوراً یہ لوگ واپس آ گئے، سنہ ۹۳۱ھ ۱۵۲۴ء میں وہ ۲۷ سال حکومت کر کے مر گیا،

محمود کے بعد اس کا لڑکا حسین شاہ ثانی لنگاہ تخت پر بٹھایا گیا، مگر یہ بچہ تھا، اس لئے حکومت کی باگ شیخ شجاع الملک بخاری کے ہاتھ میں آئی جو محمود شاہ لنگاہ کا داماد تھا، ملتان کی بدقسمتی سے شجاع الملک بھی کارآمد ثابت نہ ہوا، ملتان میں ایک مہینہ کا رسد تک موجود نہ تھا، مگر شجاع الملک نے قلعہ بند ہونا زیادہ پسند کیا، فوج کا سپہ سالار لنگر خاں ارغون سے جا کر مل گیا، ارغون نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا، اور ملتان کا حال یہ تھا کہ کتا اور بلی تک کھانے پر لوگ مجبور ہوئے آخر ایک سال چند ماہ کے محاصرہ کے بعد سنہ ۹۳۲ھ میں قلعہ فتح ہو گیا،

حسین شاہ ثانی لنگاہ اور شجاع الملک گرفتار ہوے، اور ملتان خواجہ شمس الدین کے سپرد کر کے ارغون سندھ چلا گیا، لنگر خاں خواجہ شمس الدین کا مددگار قرار پایا،

لنگر خاں مدبر اور ہوشیار آدمی تھا، اس نے پہلے تو ملتان کی ویرانی دور کی، رعایا کو تسلی دے کر آباد کیا، جب اس طرح سے اپنا کافی رسوخ پیدا کر لیا اور طاقت بھی بڑھا لی، تو ایک دن خواجہ شمس الدین کو نکال کر ملتان پر خود قبضہ کر بیٹھا،

۹۳۷ھ ۱۵۳۰ء میں بابر بادشاہ کا انتقال ہوگیا، اور ہمایوں نے تخت پر بیٹھکر پنجاب کا صوبہ اپنے بھائی کامران کے سپرد کیا، مرزا کامران نے لنگر خان کو لاہور طلب کیا، وہ جب آیا تو اس کو کابل کا صوبہ عنایت کیا، اور ملتان کو سلطنت مغلیہ میں شامل کرلیا، ہمایوں کے بعد شیر شاہ سوری اس پر قابض ہوا،

جب اکبر بادشاہ نے دہلی کے تخت پر قدم رکھا تو اس نے سوری خاندان سے ملتان چھین کر اپنی سلطنت میں شامل کرلیا،

ملتان کی خودمختار سلطنت کے کام

ملتان کی خودمختار سلطنت تقریبًا (۸۵) برس رہی لیکن اپنی عمر کے لحاظ سے جس قدر کام اس کو سرانجام دینا چاہیئے تھا، وہ نہ ہوا، اس کا اصلی سبب یہ ہے، کہ ملتان ایک سرحدی مقام ہونے کے باعث قوموں کے حملوں کا ہمیشہ نشانہ رہا، اس لیئے ہر حکمران کو اصلاحی کام کے بجاے فوجی استحکام مین، وقت، دولت اور دماغ کو کام مین زیادہ لانا پڑا،

باوجود ان ساری مشکلوں کے بھی کہ ان میں سے بیدار مغز حکمرانوں کو جب کبھی بھی فرصت ملی، ادھر توجہ کی، چنانچہ شیخ یوسف کے زمانہ مین زمینداروں کیساتھ کافی مراعات کی گئی، شاہ حسین لنگاہ کا زمانہ اقبال کا زمانہ ہے، اس نے اپنی فتوحات کا دائرہ بڑھایا، پنجاب کی سرحد دھنکوٹ سے لے کر دریاے سندھ کے کنارے تک اس کی سلطنت ہوگئی، اس کا فوجی نظام بھی تعریف کے قابل تھا، اس نے اپنی فوج میں لنگاہ سندھی، مکرانی، بلوچی زیادہ تر بھرتی کیئے، جس کے سبب سے اسکی فوجی طاقت بڑی زبردست ہوگئی، نقد تنخواہ کے بجاے افسروں کو بڑی بڑی جاگیریں دیجاتی تھیں، اور عام سپاہی کو یہ جاگیردار نقد تنخواہ دیتے تھے،

علم کا بھی بڑا قدرداں تھا، اس کے دربار میں بڑے بڑے علما حاضر رہتے اور وہ ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا، اسی کا اثر تھا کہ وزرا، اور امرا بھی اہل علم کے بے حد قدرداں ہوگئے، چنانچہ اس کا وزیر بایزید خاص طور پر قدردانی میں شہرۂ آفاق تھا، خراسان اور ہندوستان سے اکثر عالم وہاں آکر مقیم ہوگئے، شیخ جمال الدین قریشی اسی دربار سے فیضیاب تھے، مولانا فتح اللہ، مولنا عزیز اللہ اسی عہد کے باکمال لوگ ہیں، میر عماد گردیزی، مرزا شہید، مرزا شہدا، انہی دنوں ملتان آکر مقیم ہوگئے، شیخ بہاء الدین قریشی اس عہد کے صوفیوں میں زیادہ ممتاز تھے، اور مولنا بہلول قوت گویائی میں سب پر فوقیت رکھتے، قاضی محمد بھی اس عہد کے مشہور علما میں سے تھے،

مدرسے بھی جابجا جاری تھے جنمیں سے خاص جامعی مدرسہ زیادہ شہرت رکھتا تھا اسکے صدر مدرس مولنا ابراہیم جامعی تھے، جو ساٹھ برس تک اس مدرسہ میں اعلیٰ تعلیم دیتے رہے مولنا سعید الدین لاہوری بھی اس مدرسہ کے معلم تھے، جو آخر میں صدر ہوگئے، اس عہد میں علم فقہ کا بڑا زور تھا، یہانتک کہ بادشاہوں کے دربار میں بھی ہدایہ اور شرح وقایہ ہی کا چرچا رہتا،

بادشاہ اور وزیروں کو عمارتوں کا بھی کافی شوق تھا، متعدد عمارتیں بنائی گئیں، سفیر ملتان کو گجرات جاتے وقت خاص ہدایت کیگئی تھی کہ وہاں کی عمارتوں کو دیکھے، تاکہ اس قسم کی عمارت یہاں بھی تیار کیجائے،

دوسرے ملکوں سے سفیر بھی آتے جاتے رہتے،

چنانچہ دہلی، کشمیر، گجرات، سندھ، اور خراسان سے سفیروں کی ہمیشہ آمد و رفت رہتی، سرحدی مقام ہونے کے سبب تجارت زیادہ تر گھوڑوں کی ہوتی، جو خراسان سے آتے،

کشمیر کے بادشاہ

۷۱۵ھ ۱۳۱۵ء میں سینہ دیو کشمیر کا راجہ تھا، راجہ کے مرنے پر اس کا لڑکا رنجن راجہ ہوا، اس نے ایک مسلمان شاہ میر کو جو اس کے باپ کا پرانا ملازم تھا وزیر بنایا، رنجن کے مرنے پر راجہ اودن نے جو اس کا رشتہ دار تھا، قندھار سے آکر تخت پر قبضہ کر لیا، ۷۴۷ھ ۱۳۴۶ء میں وہ بھی چل بسا، وزیر نے اس بیوہ رانی سے لڑ کر شادی کر لی، اس عرصہ میں شاہ میر بہت طاقتور ہو چکا تھا، اور اپنے کاموں کے بدولت ملک میں ہر دلعزیزی بھی پیدا کر چکا تھا، اور شمس الدین کے لقب سے کشمیر کا بادشاہ ہو گیا، بادشاہ ہو کر اس نے حکم دیا کہ زراعت کا محصول چھٹے حصہ سے زیادہ نہ لیا جائے چک اور ماگری قوموں میں سے اکثروں کو بڑے بڑے فوجی اور ملکی عہدے دیئے آخر ۷۵۰ھ ۱۳۴۹ء میں وفات پاگیا،

اس کے بعد پہلے اس کا بڑا لڑکا جمشید بادشاہ ہوا، مگر چند ہی روز کے بعد اس کے بھائی سلطان علاء الدین نے اس کو نکال کر خود ملک پر قبضہ کر لیا، اس نے علاپور ایک شہر آباد کیا، اس کے اچھے کاموں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے یہ حکم نافذ کیا کہ بدچلن عورتوں کو ان کے رشتہ داروں کا ورثہ نہ ملے، ۷۶۳ھ ۱۳۶۱ء میں سلطان مرگیا، اور اس کا لڑکا شہاب الدین بادشاہ بنا، یہ بڑا بہادر اور صاحب تدبیر

تھا، کھمپی اور شہاب پور دو شہر اس نے آباد کئے، ہندوکش تک اس کی سلطنت تھی، ۷۵۵ھ ۱۳۵۴ء میں اس کا انتقال ہوا،

اس کے بعد اس کا بھائی قطب الدین بادشاہ ہوا، اس نے پانچ سال سلطنت کی، اسی زمانہ میں میر سید علی ہمدانی تشریف لائے، بادشاہ اور امیرون نے شاندار استقبال کیا، ایک عالیشان خانقاہ تعمیر کی گئی، لیکن جلد ہی واپس تشریف لے گئے، اس کے مرنے کے بعد ۷۹۰ھ ۱۳۸۸ء میں اس کا لڑکا سکندر تخت پر بیٹھا، اس نے سینھ بٹ ایک ہندو کو جو مسلمان ہو گیا تھا، وزیر بنایا، اس نو مسلم وزیر نے ہندوؤں کے ساتھ بڑی سختی کی، اکثر مندرون کو گرا دیا، اور برہمنوں کو مسلمان بننے پر مجبور کیا، لیکن بادشاہ خود بڑا سخی اور نیک تھا جس کے سبب سے عراق اور خراسان کے بڑے بڑے عالم اور اپنے فن میں کامل لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے تھے، ۸۱۹ھ ۱۴۱۶ء میں وہ مر گیا،

اس کے بعد اس کا لڑکا علی شاہ تخت پر بیٹھا، تین برس تک تو پہلے وزیر کے سبب ہندوؤں کو سخت تکلیف ہوئی، لیکن اس کے مر جانے پر بادشاہ اپنے بھائی شاہی خاں کو وزیر بنایا، جس کے انصاف سے رعایا خوشحال ہو گئی، ۸۲۶ھ ۱۴۲۲ء میں علی شاہ انتقال کر گیا،

اب شاہی خاں، زین العابدین کے نام سے بادشاہ ہوا، اس نے سکندر کے تمام خراب قانون نکال دیئے، وہ خود علم و ہنر سے واقف تھا، اس لئے عالموں کی عزت کرتا، موسیقی کا خود استاد تھا، اس لئے موسیقی کے استادوں سے اس کا دربار بھرا رہتا، اس نے قانون بنایا کہ جس جگہ سے مال چوری جائے

اسی جگہ کے حاکم سے وصول کیا جائے، اس نے سکندر کے زمانہ کی وہ زمینیں جو چھین لی گئی تھیں ہندوؤں کو واپس کر دیں، اور اعلان کرا دیا کہ ہر شخص کو اپنے اپنے مذہب پر رہنے کا اختیار ہے،

اس کے زمانہ میں رعایا کو ہر قسم کی مذہبی آزادی حاصل تھی، اس نے اپنے قانون تانبے کی تختیوں پر کھدا کر تقسیم کر دیئے، اس کے دربار میں ہندو طبیب حاضر رہتے، اس نے جزیہ (جنگی ٹکس) لینا بند کر دیا، تجارت کو بڑی ترقی دی، تمام قیدیوں کو چھوڑ دیا، خود اس قدر پاک دل تھا، کہ غیر عورتوں پر نظر تک نہ ڈالتا اس نے غلہ سستا کرنے کے خیال سے روزانہ بھاؤ لکھنے کا قاعدہ نکالا، گز اور جریب کو بڑا بنا دیا، جس سے ناخوش ہوتا، اس کو اس خوبی سے ملک سے باہر کرتا کہ خود اس کو بھی معلوم نہ ہوتا، کوہ باران کے قریب ایک نہر لا کر ایک نیا شہر پانچ کوس کا بسایا، اپنے عہد میں اس نے بہت سے گاؤں اور شہر آباد کیے، مختلف مقامات پر پل اور سڑکیں بنائیں، ضروری مقامات پر نہریں تیار کرائیں، اس سے کشمیر میں شاید ہی کوئی زمین ایسی رہ گئی ہو کہ جہاں کھیتی نہ ہوتی ہو، ویرناگ جھیل میں ایک عالیشان محل اس خوبی سے بنوایا کہ ہندوستان میں اس کی کوئی مثال نہ تھی، وہ جوگیوں کی بڑی عزت کرتا، قیدیوں سے کام لینے کا دستور کشمیر میں اسی نے جاری کیا، ۸۷۴ھ (۱۴۷۰ء) میں وفات پا گیا،

شاہ حیدر باپ کے بعد تخت پر بیٹھا، شراب کثرت سے پیتا تھا، اسی حالت میں اس کا پاؤں پھسلا اور گر کر ۸۷۶ھ (۱۴۷۲ء) میں مرگیا، اس کے بعد اس کا بیٹا شاہ حسن بادشاہ ہوا، وہ چاہتا تھا کہ سلطان زین العابدین کے قانون کو جاری

کرے، مگر اس کی ساری زندگی خانہ جنگی میں گذری، آخر بیمار رہ کر مر گیا، اس کے بعد اس کا سات سال کا لڑکا محمد شاہ بادشاہ ہوا، لیکن اس زمانہ میں سیدوں کا اس قدر زور بڑھ گیا تھا کہ کشمیری تنگ آ گئے، ناچار تنگ آ کر انھوں نے سیدوں کو لڑ کر نکال باہر کیا، مگر کشمیری خود آپس میں بھی مل کر نہ رہ سکے،

فتح خاں زین العابدین کا پوتا کئی بار لڑا، آخر ۸۹۴ھ ۱۴۸۹ء میں کامیاب ہو کر بادشاہ ہوا، اسی کے عہد میں ایک نئے اسلامی فرقہ کے بانی میر شمس الدین نور بخشی تشریف لائے، اکثر لوگ ان کے مرید ہوے، چونکہ وہ شیعہ تھے اس لئے کچھ عرصہ کے بعد امیروں میں سخت مذہبی لڑائی شروع ہو گئی، فتح شاہ ۹۲۲ھ ۱۵۱۶ء میں انتقال کر گیا، اب دو حریف قبیلے ماکر اور چک آپس میں لڑنے لگے، ان میں سے ماکر قبیلہ کا سردار ابدال زیادہ عقلمند تھا، وہ خود ان امیروں سے نپٹ نہ سکا، اس لئے بابر بادشاہ کے پاس چلا گیا، اور جب وہاں سے مدد لے کر آیا تو نازک شاہ کو بادشاہ بنایا، اسی زمانہ میں پنجاب سے مرزا کامراں کی فوج کشمیر کی فتح کے لئے آئی، مگر ناکام رہی،

۹۴۲ھ ۱۵۳۵ء کے بعد پہلے شمس الدین، پھر مرزا حیدر ترک نے کشمیر پر قبضہ کر لیا، کچھ دنوں کے بعد مرزا حیدر مارا گیا، اور مغل کشمیر سے نکال دیئے گئے، اس وقت ابراہیم شاہ پھر اس کے بعد اس کا بھائی اسمٰعیل شاہ تخت پر آیا، ۹۶۴ھ ۱۵۵۶ء میں اسکے مرنے پر اس کا لڑکا حبیب شاہ تخت پر بیٹھا، ۹۶۵ھ ۱۵۵۷ء میں شاہ ابو المعالی لاہور سے کشمیر پر حملہ آور ہوے، لیکن غازی خاں سپہ سالار نے ایک ہی حملہ میں انکو شکست دی، ۹۶۷ھ ۱۵۵۹ء میں مرزا قرا بہادر (مغل) نے بھی کشمیر لینا چاہا، مگر غازی خاں

چک نے پانچسو مغل مار کران کے ہوش بجا کردیئے،

اب غازی خاں حبیب شاہ کو معزول کرکے خود بادشاہ بن بیٹھا، اس نے تبت کو مطیع کیا، ۹۷۴ھ (۱۵۶۶ء) میں وفات پاگیا، اور حسین شاہ چک اس کا بھائی تخت کا مالک ہوا، ۹۷۶ھ (۱۵۶۸ء) میں اکبر بادشاہ کی طرف سے مرزا مقیم سفیر بنکر آئے، حسین شاہ نے ان کی بڑی خاطر تواضع کی، اس کے بعد بیمار ہوکر وفات پاگیا، ۹۷۷ھ (۱۵۶۹ء) میں اس کا بھائی علی شاہ تخت کا وارث ہوا، ۹۸۰ھ (۱۵۷۲ء) میں ملا عشقی اور قاضی صدر الدین اکبر بادشاہ کی طرف سے سفیر ہوکر آئے، علی شاہ نے فرمانبرداری کا اظہار کیا، اور ملک میں اکبر کا خطبہ اور سکہ رائج کیا، اس وقت سے کشمیر ہندوستان کی مغل سلطنت کا جز بن گیا، علی شاہ ۹۸۶ھ (۱۵۷۸ء) میں گھوڑے سے گر کر مر گیا، اس کے بعد اس کا لڑکا یوسف شاہ تخت پر بیٹھا، لیکن ۹۸۷ھ (۱۵۷۹ء) میں امیروں کی خانہ جنگی سے تنگ آکر اکبر بادشاہ کے پاس چلا گیا، اور امدادی فوج لیکر دوبارہ تخت حاصل کیا، ۹۹۲ھ (۱۵۸۴ء) میں اکبر بادشاہ نے بعض سیاسی اسباب کے بنا پر کشمیر لے لیا، اور یوسف اور اس کے بیٹے یعقوب کو بہار میں جاگیر دے کر اپنے امیروں میں شامل کر لیا،

کشمیر کے بادشاہوں کے کام

مختلف لوگوں نے کشمیر میں دو سو برس سے زیادہ سلطنت کی، اس عرصہ میں کشمیر کے بادشاہوں نے بہت سے شہر آباد کئے ان میں عالیشان محلات بنوائے، سڑکیں اور پل تیار کرائے، جگہ جگہ نہریں کھدائیں، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کھیتی کو بے حد ترقی ہوئی، خاصکر سلطان زین العابدین کے زمانہ میں تو چپہ بھر بھی زمین بیکار نہ تھی، اسی لئے اس کے زمانہ میں غلہ بے حد سستا رہا،

اپنے ملک میں ان بادشاہوں نے بہت سے اچھے کام کئے، مثلاً قیدیوں سے کام لینا انہی کی ایجاد ہے، بدچلن عورتوں کو ورثہ نہیں ملتا تھا شراب کا بیچنا جرم تھا، تبت، ترکستان، افغانستان، سندھ اور ہندوستان سے تجارت ہوتی تھی، زعفران، مشک، گلاب، سرکہ، کاغذ، شال، اور بلور کے برتن کی خاص طور پر نکاسی ہوتی، باہر سے اونٹ، گھوڑے، خچر وغیرہ آتے۔

وہ علما کی بڑی عزت کرتے، چنانچہ سید محمد فقیہ اور میر سید علی ہمدانی اسی زمانہ کے بزرگوں میں سے ہیں، ملا محمد شاعر اور ملا جمیل شاعر کا تعلق بھی انہی بادشاہوں کے ساتھ رہا۔ ان بادشاہوں کو موسیقی کا بڑا شوق تھا، ملا عودی جیسا اپنے فن کا استاد حاضر دربار رہتا، تاریخ اور موسیقی کی بہت سی کتابیں اس زمانہ میں لکھی گئیں، سوم بھٹ اور یودی بھٹ کی کتابوں کے علاوہ راج ترنگنی کشمیر کی مشہور تاریخ اسی زمانہ کی یادگار ہے، آتشبازی کا استاد حبیب نامی کی کافی عزت تھی کشمیر میں پہلے پہل توپ کا استعمال اور ان کا ڈھالنا اسی نے سکھایا، جوگیوں کی بڑی عزت ہوتی تھی، اور بعض بادشاہوں کو ان پر اس قدر بھروسہ تھا کہ خطرناک بیماریوں میں بھی انہی کا علاج کراتے تھے، دوسرے ملکوں کے سفیر بھی اکثر آتے چنانچہ ہندوستان کے علاوہ سمرقند، خراسان، مکہ، مصر، گیلان کے سفیر آتے رہتے۔

خاندیس (برہان پور) کے فاروقی بادشاہ

فیروز شاہ تغلق نے خان جہاں ایک امیر کے لڑکے ملک راجی کو خاندیس کا علاقہ جاگیر میں دیا۔ ملک راجی تال نیر میں آکر ٹھہرا، راجہ بھارجی کو پہلے فرمانبردار بنایا، لوٹ اور نذرانہ کے مال سے پانچ بڑے اور دس چھوٹے ہاتھی دکنی بادشاہوں کے طرز پر سج کر دوسرے تحفوں کے ساتھ سلطان فیروز کی صحبت میں روانہ کئے، سلطان نے خوش ہو کر سہ ہزاری کا عہدہ عطا کیا، کچھ عرصہ کے بعد اس کے پاس بارہ ہزار تجربہ کار سپاہی جمع ہو گئے، ان کے خرچ کے لئے خاندیس کی آمدنی کافی نہ ہوئی، اس لئے آس پاس کے راجوں سے نذرانہ وصول کرتا،

محمود تغلق کے زمانہ میں ملک راجی نے جو عادل خاں کے لقب سے خود مختار ہو چکا تھا، سلطان پور کا علاقہ دبا لیا، مظفر شاہ گجراتی نے لڑ کر واپس لے لیا، چونکہ ملک راجی حضرت عمر فاروقؓ کے خاندان سے تھا، اس لئے مظفر شاہ ہمیشہ اس کا ادب کرتا، عادل خاں ۸۰۱ھ ۱۳۹۸ء میں وفات پا گیا،

عادل خاں کے بعد نصیر الدین فاروقی اس کا لڑکا قائم مقام ہوا، اس نے عالموں اور فاضلوں کو دربار میں جمع کیا، شہر برہان پور آباد کر کے اس کو پایہ تخت بنایا، آسا اہیر سے قلعۂ آسیر چھین لیا، مالوہ کے بادشاہ کے لڑکے غزنین خاں سے

مل کر سلطان پور کا علاقہ دبا لیا، لیکن احمد شاہ گجراتی نے جب شکست دی تو نصیر خاں قلعہ بند ہو گیا، اور مجبور ہو کر معافی مانگ لی، چند سال کے بعد احمد شاہ بہمنی کے لڑکے سے اپنی لڑکی کی شادی کر دی، ۸۳۳ھ ۱۴۲۹ء میں جھالا واڑ کا راجہ بھاگ کر آسیر میں آیا، نصیر خاں نے اپنے کو کمزور سمجھ کر اس کو سلطان بہمنی کے پاس بھیجدیا نصیر خاں کا بھائی ملک التجار سلطنت کا دعوی دار تھا، اس نے لڑ کر نصیر خاں کو ایک لڑائی میں شکست دی، نصیر خاں اس شکست سے اتنا ملول ہوا کہ ۸۴۱ھ ۱۴۳۷ء میں مر گیا،

نصیر خاں کا لڑکا میران عادل خاں تخت کا مالک ہوا، اس نے گجراتی فوجوں کی مدد سے اپنے چچا ملک التجار کو شکست دی، لیکن جلد ہی ۸۴۴ھ ۱۴۴۱ء میں وہ بھی مر گیا، پھر عادل خاں کا لڑکا مبارک خاں بادشاہ ہوا، جس نے ۱۷ سال سے زیادہ انصاف کے ساتھ حکومت کی، مخلوق خوشحال رہی، کیونکہ وہ لڑائی بھڑائی سے ہمیشہ بچتا رہا، اس کے بعد اس کا بیٹا عادل خاں ثانی کے لقب سے بادشاہ ہوا، اس نے گونڈ واڑہ، اور گڈھ منڈل کے راجاؤں کو فرمانبردار بنایا، اور کولیوں اور بھیلوں کی ڈاکہ زنی کو روکا، قلعہ آسیر کے علاوہ اسی پہاڑ پر ایک دوسرا قلعہ مالی گڈھ بنایا، اس نے اور بہت سی عمارتیں بنوائیں، اس زمانہ میں برہانپور بڑا پر رونق شہر بنگیا، ۴۶ سال سے زیادہ حکومت کر کے ۹۰۹ھ ۱۵۰۳ء میں وفات پاگیا، اولاد نہ ہونے کے سبب اس کا بھائی داؤد خاں تخت پر بیٹھا، آٹھ سال کے بعد ۹۱۶ھ ۱۵۱۰ء میں وہ انتقال کر گیا، دس روز اس کے لڑکے نے سلطنت کرنے پائی تھی کہ "عالم خاں" نامی اس خاندان کا ایک اور شخص بادشاہ

بن بیٹھا، لیکن درباری امیروں کی یہ نا اتفاقی دیکھ کر نصیر خاں کا لڑکا عادل خاں سوم اپنے نانا سلطان محمود اول گجراتی کی مدد سے تخت کا مالک ہوگیا، اس نے نظام شاہ بحری سے چند قلعے چھین لئے، اور کالنہ کے راجہ کو بھی فرمانبردار بنایا، سنہ ۹۲۶ھ / ۱۵۱۹ء میں بیمار ہو کر وفات پاگیا،

باپ کے بعد میران محمد شاہ تخت کا وارث ہوا، ان دنوں احمد نگر اور برار کے بادشاہوں میں لڑائی ہو رہی تھی، میران محمد شاہ کے ذریعہ سے بہادر شاہ گجراتی نے ان میں صلح کرادی، مگر احمد نگر کے بادشاہ نظام شاہ نے فریب سے چند قلعوں پر قبضہ کرلیا، اس لئے برار اور خاندیس کے دونوں بادشاہوں نے مل کر اس پر حملہ کیا، مگر بدقسمتی سے انھوں نے شکست کھائی، انھوں نے بہادر شاہ گجراتی سے مدد مانگی، جس نے برار اور نظام شاہ دونوں کو اپنا باجگذار بنایا،

ہمایوں کے چلے جانے کے بعد جب بہادر شاہ گجراتی نے دوبارہ گجرات پر قبضہ کیا، تو اس کے حکم سے میران محمد شاہ نے مالوہ کے مغل حاکموں کو نکال دیا، بہادر شاہ کے شہید ہو جانے پر گجرات کے امیروں نے اسی کو بادشاہ تسلیم کیا، میران محمد شاہ، گجرات جانے کی تیاری میں مشغول تھا کہ سنہ ۹۴۲ھ / ۱۵۳۵ء میں مرگیا،

میران محمد شاہ کے لڑکے چھوٹے تھے، اس لئے اس کے بھائی مبارک شاہ ثانی کو تخت پر بٹھایا گیا، کچھ دنوں کے بعد جب عماد الملک گجرات سے بھاگ کر برہان پور میں آیا، تو مبارک شاہ ایک فوج لے کر گجرات فتح کرنے کے لئے چلا، مگر محمود گجراتی نے شکست دے کر پہلے کی طرح خراج بھیجنے پر اس کو مجبور کردیا،

سنہ ۹۶۹ھ / ۱۵۶۱ء میں باز بہادر مالوہ کا بادشاہ بھاگ کر برہان پور آیا، اور مغل افسر پیر محمد

خان اس کے پیچھے پیچھے برہان پور تک لوٹ مار کرتا ہوا پہنچا، تو مبارک شاہ نے صوبہ برار کے حاکم کی مدد سے مغلوں کو ملک سے باہر نکال دیا، مبارک شاہ ۳۲ سال حکومت کر کے ۹۷۴ھ ۱۵۶۶ء میں انتقال کر گیا،

مبارک شاہ کا بیٹا محمد شاہ دوم اب بادشاہ ہوا، سلطنت کے شروع میں چنگیز خاں بھروچی نے سلطان پور اور نندربار دبا لیا، اور پھر تھالنیر کو بھی لینا چاہتا تھا، کہ محمد شاہ نے برار کے حاکم کی مدد سے اس کو واپس لے لیا، کچھ دنوں کے بعد ۳۲ ہزار کا لشکر لے کر گجرات پر حملہ آور ہوا، لیکن شکست کھا کر واپس آگیا، نظام شاہ کے خاندان کے ایک شخص نے نظام شاہ کے مقابلہ میں بغاوت کی، محمد شاہ نے اس باغی کو مدد دی، نظام شاہ باغی کو شکست دے کر برہانپور آپہنچا، محمد شاہ مجبوراً قلعہ میں محصور ہو گیا، آخر تین لاکھ دے کر نظام شاہ سے صلح کی ۹۸۴ھ ۱۵۷۶ء میں وہ بیمار ہو کر وفات پا گیا،

اس کے نابالغ لڑکے حسن خاں کو معزول کر کے راجہ علی خاں اس کا چچا بادشاہ ہوا، اس وقت اکبر دہلی کا بادشاہ تھا، راجہ علی خاں اکبر سے بھی ربط و ضبط رکھتا اور نظام شاہ سے بھی ملا رہتا، ۱۰۰۲ھ ۱۵۹۲ء میں کچھ لوگ نظام شاہ سے مخالف ہو کر اس کے پاس پہنچے، اس نے ان کو نظربند رکھنا چاہا، مگر وہ لڑبھڑ کر اکبر کے پاس پہنچ گئے، اور راجہ علی کی شکایت کی، راجہ بھی تحفے اور ہدیے بھیجکر معافی کا خواستگار رہا، ۱۰۰۲ھ ۱۵۹۲ء میں اکبر نے دکن پر فوج کشی کی، راجہ علی نے مصلحت دیکھ کر نظام شاہ کے ساتھ مل کر مغلوں کا مقابلہ کیا، جب ۱۰۰۴ھ ۱۵۹۵ء میں شہزادہ مراد پھر دکن فتح کرنے کے لئے آیا، تو راجہ علی نے شاہزادہ کا ساتھ دیا،

عین لڑائی میں دکنیوں کی آتشبازی سے راجہ علی خاں وفات پاگیا، اس کے بعد اس کا لڑکا بہادر خاں بادشاہ ہوا، لیکن اکبر سے باغی ہو گیا۔ اس لئے فوج لے کر برہان پور پہنچ گیا، اور خاندیس پر قبضہ کر کے بہادر کو ۱۰۰۸ھ ۱۵۹۸ء میں لاہور بھیجدیا،

راجہ علی علم دوست تھا، اس کے پاس بڑا کتبخانہ تھا،

مالوہ کے بادشاہ

محمد شاہ بن فیروز شاہ تغلق کے زمانہ میں دلاور خاں غوری ایک امیر کو مالوہ کا حاکم بنایا گیا، ۷۹۰ھ ۱۳۸۸ء میں اس نے بہت جلد امن قائم کرکے اپنی حکومت مضبوط کرلی، ۸۰۱ھ ۱۳۹۸ء میں دہلی کا بادشاہ محمود تغلق جب مالوہ پہنچا، تو اس نے مہمان نوازی میں کسی طرح کی کسر باقی نہیں رکھی، ۲۰ سال سلطنت کرکے ۸۰۸ھ ۱۴۰۵ء میں انتقال کرگیا،

باپ کے بعد سلطان ہوشنگ تخت کا مالک ہوا، باپ کو زہر دینے کی خبر سنکر سلطان مظفر گجراتی جو اس کے باپ کا دوست تھا، لشکر لے کر مالوہ آپہنچا، لڑائی میں ہوشنگ کو شکست ہوئی اور وہ گرفتار کرکے گجرات بھیجا گیا، پھر ہوشنگ کی درخواست اور شاہزادہ احمد شاہ کی سفارش سے مالوہ اس کو واپس دیا گیا،

سلطان ہوشنگ ایک بہادر شخص تھا، اس نے رعب کے ساتھ ۳۰ برس حکومت کی، ملک مغیث خلجی اس کا وزیر تھا، اس بادشاہ کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ ایک مختصر مگر چیدہ فوج لے کر تاجروں کے بھیس میں جاج نگر (اڑیسہ) پہنچگیا اور بہ جبر راجہ سے ۷۵ ہاتھی چھین لایا، سلطان ہوشنگ نے منڈو میں بڑا مضبوط قلعہ بنایا، اس میں عالیشان مسجد اور محلات تعمیر کئے، ۸۳۸ھ ۱۴۳۴ء میں مرگیا،

اس کا لڑکا محمد شاہ تخت کا وارث ہوا، مگر نالائق نکلا، اس سبب سے اس کے

وزیر ملک مغیث کے لڑکے محمود خلجی نے ۸۳۹ھ ۱۴۳۵ء میں سلطنت لے لی، شروع
میں تو سلطان محمود خلجی اندرونی بغاوتوں کو دور کرتا رہا، پھر جب ہوشنگ کا
لڑکا مسعود گجرات کے بادشاہ احمد شاہ کو لے کر تخت حاصل کرنے کے لئے مالوہ
آپہنچا تو سخت جنگ کے بعد اس کو ناکام واپس کیا، ۸۴۳ھ ۱۴۳۹ء میں سلطان ہوشنگ
کا مقبرہ تیار کرایا، اور ایک مسجد ایسی عالیشان تیار کرائی جس کی ۳۶۰ محرابیں اور
۲۳۰ مینارے تھے، اسی طرح ظفرآباد میں ایک باغ لگایا، جہاں بڑا گنبد اور ایک
محل بنوایا، پھر ایک شفاخانہ اور ایک پاگل خانہ بنایا، اور ان کے خرچ کے لئے
چند گاؤں مقرر کئے، ۸۶۲ھ ۱۴۵۷ء میں منڈل گڑھ فتح ہوا،

۸۶۷ھ ۱۴۶۲ء میں دولت آباد فتح کرنے جا رہا تھا کہ جاج نگر اور دوسرے
ہمسایہ راجاؤں کی طرف سے پانچ سو ہاتھی نذر پیش ہوئے، اور اسی سال مصر
کے عباسی خلیفہ امیر المومنین یوسف بن محمد کی طرف سے خلعت اور فرمان پہنچا،
۸۷۱ھ ۱۴۶۶ء میں محمود خلجی نے حکم دیا کہ تمام شہر میں آئندہ سے شمسی کے بجائے قمری تاریخ
لکھی جائے، اس کے دوسرے سال بخارا کے بادشاہ کی طرف سے خواجہ جمال الدین
استرآبادی سفیر بنکر آئے، خلعت اور انعام کے ساتھ ان کو واپس کیا، اور ہندوستان
کے چند عجائبات بادشاہ کے لئے تحفہ بھیجے، ایک قصیدہ بھی ہندی میں لکھ کر ساتھ
کر دیا، جس سے بخارا کا بادشاہ بہت خوش ہوا، ۳۴ برس سلطنت کر کے ۸۷۳ھ ۱۴۶۸ء
میں وفات پا گیا،

محمود کے بعد اس کا لڑکا غیاث الدین تخت پر بیٹھا، اس نے اعلان کر دیا
کہ وہ آئندہ فتوحات کے بدلے سلطنت کی حفاظت کا کام کرے گا، چنانچہ ۳۳ برس کی

سلطنت میں اس نے جو کچھ کہا تھا، کر دکھایا، اس کے زمانہ میں اس قدر امن وامان
رہا کہ اس زمانہ کو خیال کرتے ہوئے تعجب ہوتا ہے، وہ علم کا بڑا قدرداں تھا،
ہر قسم کے علم وہنر کو رواج دینے میں ہر وقت مشغول رہا، وہ اکثر محل سرا میں رہتا
پھر بھی سلطنت کے کاموں سے کبھی غافل نہ رہتا، وہ علم موسیقی کا بڑا شوقین تھا،
۹۰۵ھ (۱۴۹۹ء) میں انتقال کرگیا،

اس کے بعد اس کا لڑکا ناصرالدین تخت کا مالک ہوا، وہ بڑا آرام طلب
تھا، چند ہی برس میں اس کا مزاج اس قدر بگڑ گیا کہ ظلم پر اتر آیا، آخر بخار میں مبتلا
ہو کر ۹۱۶ھ (۱۵۱۰ء) میں مرگیا، اس کے بعد اس کا لڑکا محمود بادشاہ ہوا، اور ایک امیر
بسنت رائے کو وزیر بنایا جس نے دربار کے امیروں کو ذلیل کرنا شروع کردیا،
اس سے گھبرا کر لوگوں نے اس کو مار ڈالا، لیکن مشکل یہ آپڑی کہ یہ امیر خود آپس
میں لڑنے لگے، خود محمود گو مطمئن تھا، مگر میدنی رائے ایک امیر کو وزیر بنا کر پھر
مصیبت مول لی، اس نے تمام پرانے امیروں کو قتل کردیا، جو بچے وہ ادھر اُدھر
بھاگ گئے،

میدنی رائے نے تو محمود کو تو نظر بند کردیا، اور خود سلطنت کرنے لگا، اس نے
تمام مسلمانوں کو ذلیل کیا، اور ہر جگہ ان کے بدلے اپنے راجپوتوں کو مقرر کیا، جب
ہر طرح سے راجپوت سلطنت کے جزوکل پر چھا گئے تو بلا تردد مسلمان عورتوں پر
ظلم اور مسجدوں کو خراب کرنے لگا، اکثر شریف اور عالم جلاوطن ہوئے، خود محمود
کے پاس سارے محل میں صرف دو سو مسلمان رہ گئے، اب محمود کی آنکھ کھلی،
شکار کے بہانہ باہر نکلا، اور دو سو مسلمانوں کو لے کر واپسی میں راجپوتوں پر لوٹ

پڑا، سالباہن جو میدنی رائے کا دست و بازو تھا قتل ہوا، اور میدنی رائے زخمی ہو کر گھر آیا، اور تندرست ہو کر پھر بلا کی طرح چمٹ گیا، ناچار سلطان بھاگ کر گجرات پہنچا، اور سلطان مظفر دوم کے ساتھ ایک بڑی فوج لیکر واپس آیا، اور مانڈو قبضہ کر لیا، میدنی رائے اپنی جاگیر میں چلا گیا، محمود نے اس کو دم نہ لینے دیا، تب اس نے چتوڑ کے راجہ سانگا سے مدد لے کر اس طرح شکست دی کہ خود سلطان بھی زخمی ہو کر گرفتار ہوا، رانا سانگا نے تندرستی کے بعد عزت کے ساتھ سلطان کو مانڈو واپس کیا،

۹۳۲ھ ۱۵۲۵ء میں بہادر شاہ گجراتی سے بعض سیاسی معاملات میں ان بن ہو گئی، بہادر شاہ نے محمود کو سمجھایا، مگر اس نے کچھ خیال نہ کیا، بہادر شاہ کو سخت غصہ آیا، اس نے قلعۂ منڈو فتح کر لیا، اور محمود کو گرفتار کر کے چانپانیر بھیجدیا، اور ۹۳۷ھ ۱۵۳۰ء میں قتل کر ڈالا گیا، بہادر شاہ نے مالوہ اپنے امیروں کے حوالہ کر دیا، مگر ۹۴۱ھ ۱۵۳۴ء میں ہمایوں بادشاہ نے سلطان بہادر سے مالوہ چھین لیا، ہمایوں کے چلے جانے پر بہادر شاہ کے حکم سے برہان پور کے حاکم نے مغلوں کو مالوہ سے نکال دیا، اور ملو خاں جو محمود خلجی کے امیروں میں سے تھا، اس کے سپرد کیا،

کچھ دنوں کے بعد وہ سلطان قادر کے نام سے مالوہ کا بادشاہ بنگیا، ۹۴۹ھ ۱۵۴۲ء میں شیر شاہ نے مالوہ فتح کر لیا، اور شجاع خاں کو حاکم بنایا، اس نے سارا وقت مالوہ کے باغیوں کو مطیع کرنے میں خرچ کیا، ۹۶۲ھ ۱۵۵۴ء میں مرگیا، اس کا لڑکا باز بہادر مالوہ کا بادشاہ ہوا، لیکن ۹۷۰ھ ۱۵۶۲ء میں اکبر نے مالوہ فتح کر کے اپنی سلطنت میں داخل کر لیا، اور باز بہادر کو دو ہزاری کا عہدہ دیکر اپنے امیروں میں شامل کر لیا،

مالوہ کے بادشاہوں کے کام | مالوہ میں مختلف لوگوں نے ایک سو ستر برس حکومت کی اس میں سے ہوشنگ غوری اور محمود خلجی اول بڑے با اقبال بادشاہ گذرے ہیں، ان کا پایہ تخت منڈو (شادی آباد) تھا، منڈو کا قلعہ ہندوستان کے مضبوط قلعوں میں گنا جاتا تھا، اس میں عالیشان مسجدیں، بلند محلات اور مقبرے، بڑی کاریگری سے تیار کئے گئے ان میں سے بعض آج بھی کاریگری کے بہترین نمونے معلوم ہوتے ہیں، بڑے بڑے باغات لگائے گئے، زراعت کو بڑھانے کی کوشش کیگئی، عام فائدے کے لئے ایک پاگل خانہ بھی کھولا گیا، جہاں جہاں مسجدیں تھیں وہاں موذن، امام، قاضی اور محتسب بھی مقرر کئے گئے، ان کے اخراجات کے لئے کئی گاؤں وقف تھے،

تجارت کو بھی ان کے زمانہ میں بڑی رونق ہوئی، بنگالہ، کشمیر، دکن اور دوسرے ملکوں سے کارواں آتے تھے، گھوڑوں کے تاجر خاص کر بڑا فائدہ اٹھاتے تھے، دوسرے ملکوں کے سفیر بھی دربار میں آتے رہتے، شاہ بخارا اور خلیفہ عباسی سے بھی ان کے تعلقات قائم تھے، محمود خلجی کے زمانہ میں بہت سی اصلاحیں ہوئیں، سلطان غیاث الدین کا زمانہ بڑے امن وامان کا زمانہ تھا

اس بادشاہ کے زمانہ میں عورتوں کو بھی ہر طرح کی تعلیم دیجاتی تھی، چنانچہ قرآن پاک حفظ کرانے اور دوسرے علم وہنر سکھانے کے علاوہ تیراندازی، شمشیر زنی، گھوڑے کی سواری وغیرہ کی تعلیم بھی عورتیں پاتی تھیں، اس زمانہ میں علم موسیقی کو بھی خوب ترقی ہوئی، سلطان باز بہادر خود اس فن کا بڑا استاد تھا، اور لوگ اس کی استادی تسلیم کرتے تھے، ہندوؤں کو بھی اس زمانہ میں ترقی کرنے کا بڑا موقعہ ملا،

فوج میں بہت سے راجپوت تھے، جو بڑے بڑے فوجی عہدوں پر مقرر تھے خزانہ کا محکمہ بھی ہندؤوں کے سپرد تھا، ملکی عہدوں میں تو وزارت تک وہ ترقی کر گئے تھے، گجرات، خاندیس اور چتوڑ کے حاکموں سے اکثر ان کی لڑائی رہتی، اور افسوس ہے کہ اسی جنگ آزمائی کی خواہش نے مالوہ کو برباد کر دیا،

گجرات کے بادشاہ

فیروز شاہ تغلق کے بیٹے محمد شاہ تغلق نے ۷۹۳ھ ۱۳۹۰ء میں سہارن گجراتی کے بیٹے ظفر خاں کو گجرات کا حاکم بنا کر بھیجا، اس نے یہاں پہنچکر بدامنی دور کی، اور چند سال میں پورے گجرات پر اپنی حکومت مضبوط کرلی، ۸۰۶ھ ۱۴۰۳ء میں اسکے لڑکے محمد شاہ کا حوصلہ اتنا بڑھ گیا کہ خود دہلی فتح کرنے کے لئے روانہ ہوا، مگر وہ اتفاق سے راستہ ہی میں مرگیا، پھر بھی اس کا اتنا نتیجہ نکلا کہ ۸۱۰ھ ۱۴۰۷ء میں ظفر خاں نے دہلی سے گجرات کی خود مختاری کا اعلان کردیا، اور اپنا لقب مظفر شاہ رکھا، مظفر شاہ بوڑھا ہو چکا تھا، اور بیٹے کے مرنے سے نڈھال ہو کر مختلف بیماریوں میں مبتلا تھا، گو اس کے اور بھی لڑکے تھے، مگر محمد شاہ کے لڑکے احمد شاہ کو سلطنت کے لئے سب سے زیادہ لائق سمجھ کر تخت کا وارث بنایا، اس کے کچھ ہی دنوں کے بعد مظفر شاہ مرگیا،

احمد شاہ اپنے دادا کے مرنے پر ۸۱۳ھ ۱۴۱۰ء میں گجرات کا بادشاہ ہوا، اس نے ملک کے انتظام میں آسانی کے خیال سے سابرمتی کے کنارے احمد آباد نامی شہر بسا کر پایہ تخت بنایا، جو آج تک گجرات کا مشہور اور پر رونق شہر ہے، اس میں ایک قلعہ تیار کیا، اور عالیشان جامع مسجد بنائی جو آج تک موجود ہے۔ احمد شاہ

نے ۴۲ برس حکومت کی، یہ بڑا رحمدل اور منصف بادشاہ تھا، اس کے عدل کے قصے گجرات میں بہت مشہور ہیں، وہ نماز کا پابند تھا، اور شراب سے بہت پرہیز کرتا تھا، غالباً ہندوستان میں محمود غزنوی کے بعد یہ پہلا بادشاہ ہے، جس نے فوج میں ہندوؤں کی بھرتی کی، اور ان پر اعتماد کر کے بڑے بڑے عہدے دیئے گجرات میں اسی نے سب سے پہلے توپ کا استعمال کیا، بحری بیڑا بھی اس کا مضبوط تھا، ۸۴۶ھ ۱۴۴۲ء میں انتقال کر گیا،

اس کے بعد اس کا لڑکا محمد شاہ بادشاہ ہوا، یہ بڑا سخی تھا، اسی لئے اس کو "زربخش" کہتے ہیں، اس نے احمد شاہ کے مزار پر جو جامع مسجد کے پیچھے ہے، ایک بڑا گنبد بنوایا، اسی طرح شیخ احمد کھٹو کا مقبرہ بڑی کاریگری سے تیار کرایا، ۸۵۴ھ ۱۴۵۰ء میں چانپانیر کا محاصرہ کئے ہوئے تھا، کہ بیمار ہو کر احمد آباد واپس آیا، اور کچھ دنوں کے بعد مر گیا،

محمد شاہ کا بڑا لڑکا قطب الدین اپنے باپ کے بعد بادشاہ ہوا، مالوہ کا بادشاہ محمود خلجی چاپانیر کے راجہ کی درخواست پر گجرات فتح کرنے کے لئے بڑودہ پہنچا، دونوں میں سخت لڑائی ہوئی، قطب الدین فتح پا کر احمد آباد آیا، احمد آباد میں کانکریہ تالاب کے اندر ایک باغ "نگینہ باڑی" کے نام سے بنایا، اور اس کے بیچ ہی ایک محل بھی تیار کرایا، ۸۶۳ھ ۱۴۵۸ء میں بیمار ہو کر مر گیا، اب اس کا چھوٹا بھائی فتح محمود شاہ بیگڑہ کے نام سے گجرات کا بادشاہ ہوا، اس نے پچاس برس سے زیادہ سلطنت کی، اس کے زمانہ میں احمد آباد کی آبادی بہت بڑھ گئی، اور شہر پناہ تیار ہوئی، درختوں کا بڑا شوقین تھا، پٹن سے بڑودہ تک آم اور کھرنی

کے درخت سڑک کے دونوں کنارے لگائے، اس نے جوناگڑھ اور چاپانیر کے
دو مضبوط قلعے فتح کئے، اس کے پاس زبردست بحری بیڑہ تھا، اس کے دربار میں
جونپور، دہلی، بنگالہ، کشمیر، ایران، روم، مصر اور یورپ کے سفیر اپنے اپنے تحفے اور
ہدیے لے کر آتے جاتے رہتے، اس کی خوراک عام انسانوں سے بہت زیادہ
تھی، اس طرح وہ طاقتور بھی بڑا تھا، وہ اپنے نیزے سے مست ہاتھی کو بھگا دیتا،
وہ عالموں اور صوفیوں کی بڑی قدر کرتا تھا، ۹۱۷ھ (۱۵۱۱ء) میں اس دنیا سے چل بسا،
مظفر دوم اس کا لڑکا تخت کا وارث ہوا، گجرات کے بادشاہوں میں یہی
بادشاہ ہے، جو قرآن کا حافظ تھا، یہ بڑا بردبار تھا، اسی لئے اس کو مظفر حلیم کہتے ہیں،
مالوہ کے بادشاہ محمود خلجی اپنے ہندو وزیر میدنی رائے کے مقابلہ میں سلطان
مظفر سے مدد حاصل کرنے کے لئے گجرات آیا، سلطان ایک بڑی فوج کے ساتھ
مالوہ پہنچا، میدنی رائے وزیر کو نکال کر محمود خلجی کو دوبارہ تخت پر بٹھایا، مالوہ
کی اس لڑائی میں مظفر حلیم نے بھی توپ کو استعمال کیا، ۹۳۲ھ (۱۵۲۵ء) میں یہ بادشاہ مر گیا،
مظفر کے بعد اس کا لڑکا سکندر بادشاہ ہوا، لیکن کچھ ہی دنوں کے بعد وہ
مارا گیا، عماد الملک وزیر نے مظفر کے چھوٹے بچہ کو محمود شاہ دوم کے نام سے
بادشاہ بنایا، لیکن دوسرے امیر اس پر راضی نہ ہوئے، اور بہادر شاہ گجراتی
کو جو ناراض ہو کر دہلی چلا گیا تھا، واپس بلا کر بادشاہ بنایا، یہ ۹۴۱ھ (۱۵۳۴ء) تک دوسرے
ملک فتح کرتا رہا، چنانچہ مالوہ، چتوڑ، اور دیو بندر پر قبضہ کیا، احمد نگر دکن اور باگڑ
کو مطیع کیا، اس کا توپخانہ اس قدر اعلیٰ تھا، کہ ہندوستان میں کسی کے پاس نہ تھا،
رومی خاں توپ خانہ کا افسر تھا، اسی طرح اس کا بحری بیڑا بھی مکمل تھا، ملک طوغان

امیر البحر تھا،

۹۴۱ھ / ۱۵۳۴ء میں جب ہمایوں بادشاہ دہلی نے گجرات پر حملہ کیا، تو توپ خانہ کے اس افسر رومی خاں کی دغابازی سے بہادر شاہ سے شکست کھائی مگر شمالی ہند میں شیر شاہ سوری کی بغاوت نے ہمایوں کو واپسی پر مجبور کر دیا، بہادر شاہ نے پلٹ کر سارے گجرات پر قبضہ کر لیا، لیکن اس بدامنی سے فائدہ اٹھا کر پرتگیزوں نے دیو بندر لے لیا، بہادر شاہ اس کا فیصلہ صلح سے کرنے کے لئے خود دیو بندر پہنچا، پرتگیزوں نے اس سے لڑائی شروع کر دی، اتفاقاً اس کا پیر پھسلا اور سمندر میں گر کر ڈوب گیا، سلطان بہادر کے کوئی لڑکا نہ تھا، اس لئے اس نے محمد شاہ فاروقی اپنے بھانجے کو ولی عہد بنایا تھا، گجرات کے امیروں نے اسی کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا، لیکن جب ستر دن کے بعد اس کا انتقال ہو گیا، تو بہادر شاہ کا بھتیجا محمود سوم تخت کا وارث ہوا، ابتدا میں امیروں نے اس کو نظر بند رکھا، اور خود آپس میں لڑنے بھڑنے لگے، آخر سب کو نکال کے محمود نے سلطنت کی باگ اپنے ہاتھ میں لی، سورت کا قلعہ اسی زمانہ میں بنایا گیا، بڑا فقیر دوست تھا، مسافروں عالموں اور درویشوں کو اپنے ہاتھ سے کھانا کھلاتا، ۹۶۱ھ / ۱۵۵۳ء میں برہان نامی آبدار نے زہر دیدیا، اسی کے زمانہ میں سلطان روم کی طرف سے بحری بیڑا آیا، اور گجرات کے بیڑے کے ساتھ مل کر پرتگیزوں سے جنگ کی، اس کے بعد احمد شاہ ثانی گجرات کا بادشاہ بنایا گیا، لیکن اعتماد خاں وزیر کی نگرانی سے تنگ آگیا، وزیر کو بھی اس کی خبر لگ گئی، اس نے مروا ڈالا، ۹۶۸ھ / ۱۵۶۰ء کے بعد مظفر شاہ سوم بادشاہ ہوا، دربار کے امیروں میں سخت نااتفاقی تھی، لوگوں نے وزیر کو معزول کرنا چاہا،

اعتماد خاں وزیر نے یہ دیکھ کر ۹۸۰ھ ۱۵۷۲ء میں اکبر بادشاہ کو بلا کر گجرات حوالہ کر دیا، اس طرح اس عظیم الشان سلطنت کا خاتمہ ہوگیا،

گجرات کے بادشاہوں کے کام

گجرات میں ایک ہی خاندان کی حکومت پونے دو سو برس رہی، اس عرصے میں گجرات نے ہر صورت سے ترقی کی، ان کا پایہ تخت احمد آباد اور چانپانیر رہا، ان بادشاہوں نے بہت سے گاؤں اور شہر آباد کئے، سلطان پور، احمد نگر، محمود آباد، مظفر آباد، احمد آباد وغیرہ اسی زمانہ میں آباد ہوئے، احمد آباد میں پتھر کی عمارتیں بکثرت بنائی گئیں، خاص کر بعض مسجدیں اس کاریگری سے تیار ہوئیں کہ اس کے ایک مینارہ کو ہلانے سے دوسرا بھی ہلنے لگتا ہے، دنیا کی عجیب چیز سمجھ کر ابھی تک لوگ انکو دیکھنے آتے ہیں، بکثرت مقبرے، مدرسے، حمام اور سرائیں بنیں، ٹوٹی ہوئی دیواریں کہیں کہیں اب بھی نظر آتی ہیں، عالموں کی بڑی عزت ہوتی تھی،

محمود اول کے زمانہ میں قاضی اور محتسب برملا بادشاہ کے عیوب بیان کرتے تھے، اور مظفر حلیم مدعی کے ساتھ عدالت میں کھڑا رہتا تھا، مولانا رکن الدین شکر گنج، شیخ احمد کھٹوی، قطب عالم، شاہ عالم اور ماہ عالم، شمع برہانی جیسے درویش صوفی اسی زمانہ میں تھے، علامہ محمد بن طاہر پٹنی، شاہ وجیہ الدین گجراتی، اور عماد الدین طارمی اس زمانہ کے بہترین علما میں سے تھے، بے شمار کتابیں ہر علم و فن کی لکھی گئیں، زراعت کے لئے بڑی تعداد میں تالاب کھدائے گئے، جن میں سے اکثر ابتک موجود ہیں، آم اور کھرنی کے کئی لاکھ درخت لگائے گئے، درختوں کی کثرت سے احمد آباد کا شہر باغ ہی باغ نظر آتا تھا، عام طور پر بادشاہ بھی سخی ہوتے تھے، اور ان کی سخاوت سے خاص کر قحط کے زمانہ میں بڑا فائدہ پہنچتا تھا،

اکثر بادشاہوں کو انصاف کا بڑا خیال رہتا، ضرورت کے وقت بادشاہ خود بھی تحقیقات کرتا، غیر ممالک کے سفیر بھی آتے رہتے، کشمیر، ایران، خراسان اور عثمانی ترکی سے کئی بار سفیر آئے، یہ بات خاص طور سے یاد رکھنے کی ہے، کہ اس خاندان کی حکومت میں شاہی محل کی عورتوں نے کبھی سیاسی معاملہ میں دخل نہیں دیا، آصف خاں، افضل خاں، عماد الملک، ملک شعبان، خداوند خاں جیسے لائق وزیر اسی زمانہ میں تھے، فوجی قابلیت یہاں کی خاص خاص قوموں میں فطری تھی، اسی سبب سے یہاں کی فوجی قوت ہمسایہ سلطنتوں سے ہمیشہ زیادہ رہی، ہندوؤں کو فوجی اور ملکی واعلیٰ عہدے بھی ملتے رہتے تھے، چنانچہ احمد شاہ کے وقت میں نائب وزیر ہندو تھا، اور محمد شاہ کے زمانہ میں وزیر مال ایک بنیا تھا،

دکن کے بعد توپ کا استعمال بھی سب سے پہلے گجرات ہی میں ہوا، فوجی بھرتی کا قاعدہ موروثی تھا، ابتدا میں تنخواہ نقد ملتی تھی، لیکن احمد شاہ سے لے کر بہادر شاہ کے ابتدائی عہد تک آدھی تنخواہ نقد اور آدھی کی زمین جاگیر میں ملتی تھی، مظفر دوم کے عہد میں زراعت کو اس قدر ترقی ہو گئی تھی کہ جانوروں کا چرنا مشکل ہو گیا تھا، ناچار ہر گاؤں میں چرائی کے لئے چراگاہیں الگ بنانی پڑیں، بحری تجارت کو اتنی ترقی ہوئی کہ ۸۴ بندرگاہ گجرات کے ماتحت تھے، جہاں تاجروں کے جہاز مال سے بھرے ہوئے کھڑے رہتے تھے، یہاں ایران، بغداد، بصرہ، یمن، حبشہ مصر کے تاجر موجود رہتے، بہادر شاہ کے زمانہ میں یہاں بحری بیڑا، بڑا مضبوط تھا، ایسا بیڑا ہندوستان میں اس وقت کسی کے پاس نہ تھا،

بہمنی بادشاہ

سلطان محمد تغلق کے آخری زمانہ میں دکن کے امیروں نے بغاوت کی، اور شاہی فوج کو بار بار شکست دی، اور سب نے مل کر ۷۴۸ھ (۱۳۴۷ء) میں حسن نامی ایک امیر کو علاء الدین کا خطاب دے کر بادشاہ بنایا، علاء الدین نے اپنی تدبیر اور جنگی قوت سے سارے دکن کو اپنا تابع بنایا، اس سے فرصت پاکر مالوہ پر قبضہ کرنے کی نیت سے چلا تھا، کہ راستہ میں گجراتی راجہ کرن باگھیلا کا لڑکا ملا، اس کی درخواست پر گجرات فتح کرنے کے لئے وہ نوساری تک آیا تھا کہ ۷۵۹ھ (۱۳۵۷ء) میں وفات پا گیا، یہ پہلا مسلمان بادشاہ ہے جس نے برہمنوں کو اپنا شریک کار بنایا، اور اپنے مربی گانگو کو دیوانی کا سب سے بڑا عہدہ سپرد کیا، بلکہ اپنے خاندان کا نام بھی ہمنی برہمنی و بہمنی رکھا،

جب اس کا لڑکا محمد شاہ تخت پر بیٹھا، تو شروع میں راجہ تلنگ اور راجہ وجیانگر (بیجے نگر) سے بڑی سخت لڑائی ہوئی جس کے بعد سے ان لوگوں نے مسلمانوں کا لوہا مان لیا، تلنگ کے راجہ نے تین گز لمبا اور ایک گز چوڑا سونے اور آبنوس کا ایک تخت دہلی کے بادشاہ محمد تغلق کے لئے بنوایا تھا، وہ اس نے اب محمد شاہ بہمنی کے نذر کر دیا،

محمد شاہ بہت نیک اور سخی بادشاہ تھا، باپ کے مرنے پر باپ کا جمع کیا ہوا

سارا خزانہ اپنی ماں کے ساتھ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ بھجوا دیا کہ وہاں کے غریبوں میں تقسیم کرا دیا جائے، شیخ زین الدین ایک بزرگ کے اثر سے تمام شراب خانے بند کرا دیئے، اور ہر قسم کی بد اخلاقی جبراً روک دی، ملک میں ایسا امن ہو گیا کہ عرصہ تک لوگ یاد کرتے رہے، ۷۶۶ھ ۱۳۶۴ء میں محمد شاہ مر گیا،

محمد شاہ کے مرنے پر اسکے لڑکے مجاہد شاہ نے تخت پر قدم رکھا، یہ بڑا بہادر تھا اس نے وجیا نگر کے راجہ کو ہر طرف سے گھیر کر قلعہ بند ہو جانے پر مجبور کیا، آخر اس سے چند قلعے اور علاقے لے کر صلح کی، مجاہد شاہ کا چچا داؤد شاہ اس سے کسی بات پر ناراض ہو گیا، اور موقع پا کر ۷۷۹ھ ۱۳۷۷ء میں اس نے اس کو قتل کر ڈالا، اور خود بادشاہ بن بیٹھا، مگر چند ہی روز کے بعد وہ خود بھی مارا گیا،

اس کے بعد سلطان علاء الدین کا لڑکا محمود شاہ بادشاہ ہوا، اس نے سب سے پہلے فساد کرنے والوں کو نکال باہر کیا، پھر وجیا نگر کے راجہ کو مجبور کر دیا کہ سالانہ خراج ادا کرتا رہے، خود بڑا علم دوست تھا، قرآن اچھا پڑھتا تھا، خوشنویس اور شاعر بھی تھا، شعر کی باریکیوں کو خوب سمجھتا تھا، حافظ شیرازی کو دکن میں آنے کی دعوت اس نے دی تھی، اور جب نہیں آئے تو ایک ہزار اشرفی بھجوا دی، مذہب کا بڑا پابند تھا، ۷۹۹ھ ۱۳۹۶ء میں بخار میں مبتلا ہو کر وفات پا گیا،

محمود شاہ کے لڑکے غیاث الدین کو جب بادشاہ بنایا گیا، تو اس کے ایک غلام نے موقع پا کر اس کو اندھا کر دیا، اور اس کے بھائی شمس الدین کو بادشاہ بنا کر خود وزیر بن گیا، سلطان علاء الدین کے پوتے فیروز شاہ نے محمود شاہ سے لڑ کر فتح پائی، بادشاہ اور وزیر دونوں کو قید کر کے سلطنت کا کام اپنے ہاتھ میں لیا،

اس نے ۲۵ برس حکومت کی، اور ۲۴ مرتبہ دشمنوں سے لڑا، میر فضل انجو اس کا وزیر، اور اس کا بھائی احمد خانخانان سپہ سالار تھا، اس نے برہمنوں کو اچھے اچھے عہدے دے کر رعایا کو خوش کر دیا، خود بڑا عالم تھا، دن کو سلطنت کے کام کے علاوہ طالب علموں کو ریاضی، کلام، ہندسہ، اور معانی کا سبق پڑھاتا، حافظہ بڑا قوی تھا، تفسیر، اصول، اور فلسفہ میں کمال رکھتا تھا، کئی زبانیں بے تکلف بولتا تھا، شعر کی خوبیوں کو خوب سمجھتا تھا، اور عروجی اور کبھی فیروز تخلص کر کے خود بھی شعر کہتا تھا، وہ انجیل اور توریت بھی پڑھتا تھا،

سنہ ۸۱۰ھ (۱۴۰۷ء) میں بالاگھاٹ کے پاس ایک رصدخانہ حکیم حسن گیلانی کو بنوانے کا حکم دیا، شہر فیروزآباد دکن میں اسی کا آباد کیا ہوا ہے، حضرت سید محمود گیسو درازؒ مشہور بزرگ گلبرگہ میں اسی زمانہ میں تشریف لائے، سنہ ۸۲۵ھ (۱۴۲۱ء) میں بادشاہ دنیا سے کوچ کر گیا،

فیروز شاہ کے بعد اس کا بھائی احمد شاہ بادشاہ ہوا، اس نے وجیانگر کے راجہ سے لڑ کر خراج وصول کیا، اور گو کہ اس لڑائی میں مرتے مرتے بچا، مگر مغل تیراندازوں کے وقت پر پہنچ جانے سے فتح پا گیا، اسی سال سخت قحط پڑا، احمد شاہ نے ایک طرف تو خزانہ کا دروازہ کھول دیا، اور دوسری طرف خدا سے دعا کرتا رہا، چنانچہ اس کی دعا قبول ہوئی، بارش ہوئی، اور قحط دور ہوا، اس نے تلنگ کے پایہ تخت ورنگل اور قلعہ ماہور کو جہاں ہیرے کی کان تھی فتح کر لیا، سنہ ۸۳۰ھ (۱۴۲۶ء) میں بیدر کے پاس ایک شہر احمدآباد کے نام سے آباد کیا، اسکی ساری عمر مالوہ اور گجرات اور وجیانگر سے لڑنے میں گذری، آخر سنہ ۸۳۸ھ (۱۴۳۴ء) میں اس

دنیا سے چل بسا،

علاء الدین اپنے باپ احمد شاہ کے مرنے پر تخت کا مالک ہوا، وجیانگر کے راجہ سے کئی سال کا خراج جو باقی تھا وصول کیا، بیدر میں ایک شفاخانہ بنایا، جس سے ہر مذہب کا آدمی فائدہ اٹھاتا تھا، بہت سی مسجدیں بھی بنائیں، شراب پینے والے کو سخت سزا دیجاتی تھی، اور ایماندار قاضی اور محتسب مقرر کئے، ٨٦٢ھ (١٤٥٧ء) میں وہ دنیا سے رخصت ہو گیا،

علاء الدین کا لڑکا ہمایوں تین سال تک بادشاہ رہا، اور ہمایوں کے بعد اس کا لڑکا دو سال تک بادشاہ ہو کر ٨٦٦ھ (١٤٦٢ء) میں انتقال کر گیا، ملک التجار محمود گاواں جیسا نیک نام شخص اس زمانہ میں وزیر رہا، اڑیسہ کے راجہ اور مالوہ کے بادشاہ سے کئی لڑائیاں ہوئیں، لیکن وزیر کی تدبیر سے ہمیشہ امن و امان رہا،

ہمایوں شاہ بہمنی کا دوسرا لڑکا محمد شاہ تخت کا وارث ہوا، اس نے عدل و انصاف کرنے کی بے حد کوشش کی، وہ اکثر کام اپنے امیروں کے مشورہ سے کرتا تھا، وہ بہادر اور مستقل مزاج تھا، اس نے تمام بدانتظامیوں کو دور کر کے ایسا امن قائم کیا، کہ اس کے بعد پھر کبھی نہین ہوا، اس نے کئی قلعے فتح کئے، محمود گاواں کی تدبیروں سے گوا بندر مع تمام قلعوں کے فتح کر لیا، ٨٧٦ھ (١٤٧١ء) میں اڑیسہ اس کا باجگذار بنا، دکن کے مشرقی علاقے ابھی تک باغی تھے، ان کو فتح کیا، یہ بادشاہ ٨٨٧ھ (١٤٨٢ء) میں اس دنیا سے کوچ کر گیا، بہمنی خاندان کا یہ آخری خود مختار بادشاہ تھا، اس کے بعد محمود شاہ، احمد شاہ، ولی اللہ شاہ اور کلیم اللہ شاہ یکے بادیگرے تخت کے مالک ہوئے، مگر درحقیقت وہ امیروں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنے رہے،

۱۵۲۷ء ۹۳۴ھ میں کلیم شاہ کے مرجانے کے بعد اس خاندان کا بالکل خاتمہ ہو گیا، ان دنوں پانچ صوبوں کے پانچ امیر تھے، یوسف عادل شاہ، نظام الملک، قطب شاہ، اعماد الملک اور قاسم بریدان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے صوبہ میں خود مختاری کا اعلان کرکے الگ الگ حکومت قائم کرلی،

بہمنی سلطنت کے کام | دکن کی بہمنی سلطنت پونے دوسو برس تک رہی، اس عرصہ میں مسلمان بادشاہوں نے دکن کو بہشت کا نمونہ بنادیا، میر فضل اللہ انجو اور ملک التجار محمود گاواں کی وزارت نے ملک کو بڑی ترقی دی، اس خاندان کے کئی بادشاہ گو خود اپنے مذہب کے بڑے پابند تھے، مگر دوسروں کے مذہب میں بالکل دخل نہیں دیتے تھے،

علمی ترقی بھی اس زمانہ میں کافی ہوئی، بڑے بڑے عالم اور حکیم موجود تھے، اس زمانہ میں بڑے بڑے مدرسے دکن میں قائم کئے گئے، دنیا میں بہت کم ایسا ہوا ہے کہ بادشاہ اپنے شاہی کاموں کے ساتھ استادی کا بھی کام انجام دیتا ہو، مگر فیروز شاہ شاہی کام کے علاوہ جیسا کہ کہا جاچکا ہے مختلف علم و فن کی تعلیم شاگردوں کو دیتا تھا، اس زمانہ میں رصدخانہ کی بھی بنیاد رکھی گئی، مگر شاید پورا بن کر تیار نہ ہو سکا، حسن گیلانی جیسا باکمال اس رصدخانہ کا نگراں تھا، بہت سے نئے شہر اور گاؤں آباد کئے گئے، فیروز آباد، اور احمد آباد بیدر اسی زمانہ میں مشہور بارونق شہر بنے، مختلف مقامات پر قلعے بنائے گئے، باغ عمارتیں اور سڑکیں بکثرت بنیں،

زراعت کا طریقہ گو ہندوستانی ہی طرز کا تھا، مگر مال گذاری وصول کرنے کا ذمہ دار گاؤں کا پٹیل (مکھیا) ہوتا تھا، اور پٹیل کو ۱/۲۰ حصہ کمیشن کے طور پر دیا جاتا،

تھا، سرائیں ملک میں بکثرت تھیں، لاہور، گجرات، بنگال، عرب اور ایران سے تجارت کے کارواں آتے رہتے تھے، ملک میں ہر جگہ سوداگر نظر آتے تھے، غیر ملکوں سے کپڑے، ہتھیار اور گھوڑے بکثرت آتے، اور یہاں سے گرم مسالہ، غلہ اور دوسری چیزوں کی نکاسی ہوتی تھی، عمارتوں میں مسجد اور مقبرے بڑی کاریگری سے بنائے گئے، اور آج تک غیر ملکوں کے سیاح اور انجنیر ان کو حیرت سے دیکھتے ہیں،

بہمنی سلطنت میں محل کی بیگمات بھی سیاست میں دخل دیتی تھیں، چنانچہ ملکہ جہاں اور مخدومہ جہاں ہی کی تدبیروں سے بعض شہزادوں کو بادشاہی حاصل ہوئی غیر ملکوں کے سفیروں کی بھی آمدورفت رہتی، ایران کا سفیر کئی دفعہ آیا، اسی زمانہ میں حضرت نظام الدین سلطان الاولیاء کے خلیفہ شیخ برہان الدین چار سو درویشوں کے ساتھ دکن تشریف لائے بہمنی بادشاہ ان کی بڑی عزت کرتا تھا، دفتر میں ہندوں کو مختلف عہدے دیئے گئے، خاص مالی محکمہ میں ان کو بہت دخل تھا، فوجی حالت گو بڑی اعلیٰ تھی، لیکن آخر میں ملکی اور غیر ملکی کے جھگڑے نے نہ صرف فوجی قوت کو کمزور کر دیا، بلکہ ملک کو بھی نقصان پہنچا کر سلطنت بہمنی ہی کو تباہ کر ڈالا،

علاء الدین خلجی کے بعد ہندوستان میں توپوں کا رواج سب سے پہلے دکن ہی میں ہوا، ترکوں کے طریقہ کا پہلا توپخانہ راجہ وجیانگر (بیجے نگر) نے تیار کرا کر استعمال کیا اس کے بعد بہمنی سلاطین نے اس کو اس قدر ترقی دی، کہ دکن میں کوئی ان کا مقابل نہ تھا، بحری بیڑا بھی ان کے پاس رہتا تھا، گو اس پر ان کی کچھ زیادہ توجہ نہ تھی،

نظام شاہی بادشاہ

سلطنت کے بانی نظام الملک بحری کا اصلی نام ملک حسن ہے، یہ خالص دکنی ہندو تھا، جو مسلمان ہوگیا تھا، پہلے میر شکار رہا، پھر نائب وزیر بنا، خواجہ جہاں محمود گاواں کے مرنے پر سلطان محمود بہمنی کے زمانہ میں وزیر کل ہوگیا، اس کا لڑکا ملک احمد باپ کی جاگیر کا انتظام کرتا تھا، نظام الملک کے مرنے پر اس نے سلطنت کو اس خوبی سے جمایا کہ اس کی کوئی کل ڈھیلی نہ رہنے دی، محمود بہمنی کے وزیروں نے بارہا اس پر حملہ کئے، مگر ہمیشہ ناکام رہے، جب آخری جنگ میں ملک احمد کی فتح ہوئی تو ۸۹۵ھ ۱۴۸۹ء میں اس جگہ بطور یادگار ایک باغ لگایا، اس کے بعد ہی اس نے نظام شاہ اپنا نام رکھا، سنہ ۹۰۰ھ ۱۴۹۴ء میں دولت آباد کے مقابل ایک شہر احمد نگر بسا کر اس کو پایہ تخت بنایا، جو آج تک آباد ہے، چند ہی سال میں یہ بڑا بارونق شہر بنگیا، باغ نظام کو قلعہ نما تیار کرایا، اور مختلف محلوں کو رنگین کانچ کے ذریعہ دلکش تصویروں سے آراستہ کیا، دولت آباد فتح کرکے کالنہ اور بگلانہ کو مطیع کیا، یہ بڑا بہادر اور تلوار کا دھنی تھا، سنہ ۹۱۴ھ ۱۵۰۸ء میں اس دنیا سے کوچ کرگیا،

اس کا لڑکا برہان نظام شاہ کم سن تھا، اس لئے سارے اختیارات پر اس کے وزیر مکمل خاں کا قبضہ تھا، سنہ ۹۲۴ھ ۱۵۱۸ء میں پاتری جو اس کے باپ دادوں کا

اصلی وطن تھا، فتح کر لیا، ۹۲۸ھ ۱۵۲۱ء میں یہاں ایک شیعہ بزرگ شاہ طاہر تشریف لائے جنھوں نے یہاں شیعہ مذہب کو رواج دیا، اور آخر یہی سلطنت کا مذہب قرار پایا، ۹۳۵ھ ۱۵۲۹ء میں بہادر شاہ گجراتی سے اس کی سخت لڑائی ہوئی، اور آخر اس قرار داد پر کہ نظام شاہ گجرات کے بادشاہ کو خراج ادا کریگا، آپس میں صلح ہو گئی جب ادھر سے اطمینان ہو گیا، تو کنور سین نے جواب وزیر ہو گیا تھا، مرہٹوں سے تیس قلعے چھین لئے، جو آج تک نظام شاہ کے قبضہ میں نہ تھے، ۹۶۱ھ ۱۵۵۴ء میں جب وہ بیجاپور کا محاصرہ کئے ہوئے تھا کہ مر گیا،

حسین نظام شاہ اپنے باپ برہان شاہ کے مرنے پر تخت پر بیٹھا، پہلے کچھ دنوں تک تو آپس کی لڑائیوں میں پھنسا رہا، لیکن جب ادھر سے اطمینان ہو گیا تو گوا کے پرتگیزوں کو اپنا فرمانبردار بنایا، ۹۷۰ھ ۱۵۶۲ء میں جب دکن کے بادشاہوں کے درمیان لڑائیوں کا خاتمہ ہوا، اور آپس میں ان کی صلح ہوئی، تو نظام شاہ کی بیٹی چاند بی بی سے علی عادل شاہ کا نکاح ہوا، ۹۷۲ھ ۱۵۶۴ء میں حسین شاہ نے دکنی بادشاہوں کی فوج کے ساتھ مل کر وجیانگر کے راجہ رام راج کا خاتمہ کر دیا، یہ تالی کوٹ کی لڑائی کے نام سے مشہور ہے، اس لڑائی سے واپس پھرا، تو اس جہان کا بلاوا آگیا،

حسین شاہ کے بعد اس کا لڑکا مرتضیٰ نظام شاہ سلطنت کا وارث ہوا، پرتگیزوں نے ایک مضبوط قلعہ بنا کر مسلمانوں کو ستانا شروع کیا تھا، اس نے ان کے اس قلعہ کا محاصرہ کیا، مگر امیروں کی نااتفاقی سے ناکام واپس آیا، ۹۸۰ھ ۱۵۷۲ء میں برار فتح کر لیا لیکن بعض سیاسی اسباب کے سبب سے برار کے فاتح چنگیز خاں کو زہر دے دیا گیا، مگر بادشاہ کو اس کا اتنا صدمہ ہوا کہ سلطنت سے الگ ہو گیا، صلابت خاں وزیر نے

پہلے تو فسادی لوگوں سے ملک کو صاف کیا، پھر عدل و انصاف کا ایسا ڈنکا بجایا
کہ عرصہ تک لوگ یاد کرتے رہے، اس زمانہ میں مختلف قسم کی عمارتیں بنائی گئیں،
آم اور املی کے پانچ لاکھ درخت لگائے گئے، عالموں کی بھی بڑی عزت ہوتی،
ملا ملک قمی اور ملا ظہوری اس زمانہ میں خاص کر مشہور تھے، آخر عمر میں بادشاہ
دیوانہ سا ہو گیا تھا، اس لئے امیروں نے اس کے لڑکے میراں کو تخت
پر بٹھایا،

سنہ ۹۹۶ھ (۱۵۸۷ء) میں میراں حسین نظام شاہ تخت کا وارث ہوا، مگر یہ بالکل اوباش
طبع نکلا، اس لئے تین مہینہ کے بعد یہ مار ڈالا گیا، اب حسین نظام شاہ کے ایک پوتے
کو قید سے نکال کر اسماعیل نظام شاہ کے نام سے امیروں نے بادشاہ بنایا، شروع میں
دیسی اور پردیسی کے جھگڑے نے سلطنت کے اچھے اچھے لوگوں کو موت کے
گھاٹ اتار دیا، ان امیروں میں سے آخر جمال خاں مہدوی نے سلطنت کی باگ
اپنے ہاتھ میں لی، لیکن خود مہدوی تھا، اس لئے اس نے مہدویہ مذہب کو بڑا
فروغ دیا جس سے رعایا میں ناراضی پیدا ہوئی، ان باتوں کی اطلاع پا کر اکبر بادشاہ
نے حسین نظام شاہ کے لڑکے برہان کو، جو اس کے پاس پناہ گزین تھا، اپنے باپ
کی سلطنت حاصل کرنے کے لئے برار بھیجا، اور خاندیس کے حاکم کو مدد کے لئے حکم
دیا، برہان نے ایک لڑائی کے بعد فتح پائی، اور برہان نظام شاہ ثانی کے نام سے
سنہ ۹۹۹ھ (۱۵۹۰ء) میں تخت کا مالک ہوا،

اس نے تخت پر قدم رکھتے ہی مہدویہ مذہب کو جڑ سے اکھاڑ ڈالا، شیعہ مذہب
کو پھر رواج دیا، سنہ ۱۰۰۱ھ (۱۵۹۲ء) میں پرتگیزوں کا قلعہ فتح کرنے کے لئے بڑے بڑے امیروں

کو روانہ کیا، قریب تھا کہ فتح ہو جائے، مگر امیروں کی نااتفاقی سے شکست ہوئی، ۱۰۰۳ھ ۱۵۹۴ء میں بادشاہ سخت بیمار ہوا، اس لئے اپنے لڑکے ابراہیم کو اپنے سامنے تخت و تاج کا مالک بنا دیا، لیکن ابراہیم نظام شاہ نالائق نکلا، شراب بہت پیتا تھا، تھوڑے عرصہ کے بعد بیجاپور پر اس نے حملہ کیا، اور اسی لڑائی میں مارا گیا۔

میاں منجھو دربار کے ایک امیر نے ایک مجہول لڑکے کو احمد شاہ کے نام سے بادشاہ بنایا، دوسرے امیر ناراض ہو کر لڑائی پر تیار ہوئے، میاں منجھو نے مجبور ہو کر اکبر بادشاہ کے لڑکے مراد سے مدد مانگی، ۱۰۰۴ھ ۱۵۹۵ء میں شاہزادہ گجرات سے زبردست لشکر لے کر پہنچا، ناچار چاند سلطانہ کو قلعہ میں چھوڑ کر خود قطب شاہ اور عادل شاہ سے مدد لینے کے لئے میاں منجھو چل دیئے، چاند سلطانہ خود برقعہ پہنکر اور ہتھیار لگا کے گھوڑے پر سوار ہوئی اور قلعہ کی حفاظت میں مشغول ہو گئی، امیروں کو غیرت معلوم ہوئی تو وہ بھی ہر طرح قلعہ کی حفاظت میں کوشش کرنے لگے،

اکبر کے لشکر نے سرنگ لگا کر قلعہ کی دیوار کو اڑا دینا چاہا، سلطانہ نے یہ معلوم کر کے سرنگوں کو خالی کرانا شروع کر دیا، کچھ باقی رہ گئی تھیں ان کے آگ لگتے ہی دیوار کا ایک حصہ گر گیا، جس کو سلطانہ نے فوراً درست کرا دیا، غلہ کی کمی پڑ جانے سے مراد نے اس شرط پر صلح کر لی کہ برار کا علاقہ اکبر بادشاہ کے حوالہ کر دیا جائے جب چاند سلطانہ کو ادھر سے اطمینان ہوا تو اس نے ابراہیم نظام شاہ کے چھوٹے لڑکے بہادر شاہ کو بادشاہ بنایا، لیکن نظام شاہی امیروں کی خانہ جنگی سے حال بہت برا ہو گیا تھا۔ ایک جماعت نے اکبر شاہ کو بلایا، تو اکبر کا سپہ سالار خانخاناں فوج لے کر پہنچ گیا، اور اس نے بڑا علاقہ فتح کر لیا، ۱۰۰۸ھ ۱۵۹۹ء میں اکبر

بادشاہ خود احمد نگر پہنچا، چاند سلطانہ نے بہت کوشش کی کہ امیروں میں اتفاق ہو جائے اور سب مل کر اکبر کا مقابلہ کریں، مگر ناکامیاب رہی، آخر اکبر نے سرنگیں لگا کر احمد نگر کا قلعہ فتح کر لیا، اور بہادر شاہ کو گوالیار بھیجدیا، اس کے بعد جنیر کو پایہ تخت بنا کے مرتضیٰ نظام شاہ دوم، پھر برہان نظام شاہ سوم اس کے بعد حسین نظام شاہ اور آخری مرتضیٰ نظام شاہ سوم یکے بادیگرے برائے نام بادشاہ ہوئے، سپہ سالار ملک عنبر اور ساہوجی وزیر نے اپنی بہادری اور تدبیر سے ایک عرصہ تک حفاظت بھی کی، مگر ۱۰۴۶ھ (۱۶۳۶ء) میں یہ ملک سلطنت مغلیہ میں شامل ہو گیا،

نظام شاہی سلطنت کے کام،

نظام شاہی سلطنت کی عمر صرف ڈیڑھ سو برس رہی، ان کا پایہ تخت احمد نگر تھا، بڑے بڑے محل بنائے گئے، خاص کر شیش محل بڑا مشہور تھا، باغ بھی بہت لگائے، باغوں کی کثرت سے ملک جنت کا نمونہ معلوم ہوتا تھا، صلابت خاں اور خواجہ جہاں دکنی جیسے وزیر اسی زمانہ میں تھے، انکی رعایا پروری اور ان کے زمانہ میں امن وامان کا یہ حال تھا کہ عرصہ تک لوگ یاد کرتے رہے، علمی دربار بھی کبھی کبھی ہوتا تھا، ملا پیر محمد، شاہ طاہر، ملا ظہوری، ملا ملک قمی جیسے اہل علم اسی دربار سے تعلق رکھتے تھے، رعایا کا مذہب سنی، مہدوی تھا، اور حکمران شیعہ تھے، اس سبب سے کبھی کبھی آپس میں سخت جھگڑا ہو جاتا، اور بغاوت تک نوبت آجاتی، غیر ملکوں سے بھی ان کے تعلقات اچھے تھے، اور ایک دوسرے کے سفیر اچھے اچھے تحفوں کیساتھ آتے جاتے تھے، ہمایوں بادشاہ کا کوہ نور ہیرا ایران سے اسی زمانہ میں واپس آیا، ملکی اور غیر ملکی کے جھگڑے اکثر ہوتے اور اسی نے آخر میں سلطنت کو تباہ کیا،

عورتیں بھی سیاسی معاملات میں حصہ لیتی تھیں، دکن کی مشہور ملکہ چاند سلطانہ

اسی خاندان کی تھی جس نے بڑی دلیری سے اکبر کا مقابلہ کیا، اور اپنا نام ہمیشہ کیلئے زندہ کر گئی، فوجی طاقت بھی کسی دوسرے سے کم نہ تھی، یہ سلطنت بڑی جنگجو تھی، برار کے بادشاہ اور عادل شاہ سے ہمیشہ لڑتی رہی، اس کا اصلی سبب یہ ہے کہ احمد نظام شاہ کو کشتی کا بڑا شوق تھا یہی مذاق رعایا میں بھی پیدا ہوا، اور آخر میں ڈوئل (یکہ یکی) لڑنے کا اس قدر رواج ہو گیا تھا کہ پڑھے لکھے سنجیدہ لوگ بھی اس میں مبتلا تھے، آخر زمانہ میں ملک عنبر حبشی لڑائی کا ایک نیا طریقہ کام میں لایا، جس کو قزاقانہ جنگ (جنگ گریزپا) کہتے ہیں، اس کی فوج میں مرہٹے زیادہ تھے، اس سبب سے مرہٹوں کو اس لڑائی کی بڑی مہارت ہو گئی، سیواجی کو تو یہ طریقہ اس قدر پسند آیا کہ عمر بھر اسی طریقہ پر لڑتا رہا،

تجارت بھی اس زمانہ میں ہوتی رہی، خاصکر صلابت خاں کے وقت میں تجارت کی بڑی ترقی ہوئی، مگر چونکہ ہر سال لڑائی ہوتی تھی اس لئے دوسری سلطنتوں کی طرح زراعت، تجارت اور صنعت پر یہاں پوری توجہ نہ ہو سکی،

عادل شاہی بادشاہ

اس سلطنت کا بانی یوسف سلطان نظام شاہ بہمنی کا ایک ترک افسر تھا
جو شروع میں اصطبل کا داروغہ تھا، پھر نظام الملک کے پاس برار گیا، اور نظام الملک
کے شہید ہو جانے پر دشمنوں کو شکست دے کر غنیمت کا سارا مال لے کر دربار
میں حاضر ہوا، بادشاہ بہت خوش ہوا اور اس کو ہزاری امیروں میں شامل کر لیا
عادل خاں کا خطاب پہلے ہی پا چکا تھا، کچھ دنوں کے بعد بیجاپور کا صوبہ دار بھی ہو گیا
سلطان محمود بہمنی کے بعد ۸۹۵ھ (۱۴۸۹ء) میں اُسنے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا
اور اپنا نام عادل شاہ رکھا، قاسم برید ترک اور دوسرے امیروں کو اس سے حسد
پیدا ہوا، انھوں نے سازش کر کے وجیانگر کے راجہ کو بھی ملا لیا، اور چاروں طرف
سے عادل شاہ پر ٹوٹ پڑے، لیکن یوسف عادل شاہ نے سب پر فتح پائی اور
سارے کانٹوں سے سلطنت کو پاک کر ڈالا، جب اطمینان ہو گیا، تو اس نے
اپنی سلطنت میں شیعہ مذہب کو رائج کیا، اس سے پھر ایک دفعہ امیروں میں
بدلہ لینے کا جوش پیدا ہوا، آخر ایک سخت لڑائی کے بعد سب میں صلح ہو گئی،
۸۹۸ھ (۱۴۹۲ء) میں سخت بیمار رہا، راجہ وجیانگر (بیجے نگر) اس کے مرنے کی
غلط خبر سنکر چڑھ دوڑا، یوسف عادل شاہ نے اس کو شکست دیدی، ۹۱۵ھ (۱۵۰۹ء)
میں پرتگیزوں سے "گوا" واپس لے لیا، ۹۱۶ھ (۱۵۱۰ء) میں عادل شاہ وفات پا گیا،

اپنے باپ کے مرنے پر اسماعیل عادل شاہ تخت پر بیٹھا، لیکن کمال خاں نامی ایک امیر نے اس کو نظر بند کر کے خود بادشاہ بننا چاہا، اسماعیل کی ماں نے کمال خاں کو مروا ڈالا، اور اس کے لڑکے جنگ میں مارے گئے، اس طرح اسماعیل شاہ کے لئے راستہ صاف ہوگیا، ایران کے بادشاہ کا سفیر جب تحفہ لے کر آیا تو اس نے بڑی عزت کی، اور اسی دن سے صفوی بادشاہوں کا نام خطبوں میں لیا جانے لگا، اور ستر برس تک یہ رسم جاری رہی، اسماعیل شاہ خود بلند ہمت اور رحم دل بادشاہ تھا، ہمیشہ عالموں اور فاضلوں کی صحبت میں رہتا، موسیقی اور شعر سے خاص رغبت تھی، خود بھی شاعر تھا، وفائی تخلص کرتا، ۹۴۱ھ ۱۵۳۴ء میں وفات پاگیا،

اسماعیل کے بعد ملو عادل شاہ اس کا لڑکا بادشاہ ہوا، یہ شراب کا عادی اور طبیعت کا کمزور تھا، لوگوں کی دن رات بے عزتی کرتا، اس سے تنگ آکر یوسف شحنہ اور اسد خاں لاری نے اس کو اندھا کر دیا،

ملو کے بعد اس کا بھائی ابراہیم عادل شاہ بادشاہ ہوا، یہ بڑا بہادر اور نڈر تھا اس نے حنفی مذہب اختیار کر لیا، فوجوں سے بھی مغلوں کو خارج کیا، عدالت کی زبان جو فارسی تھی، مرہٹی سے بدل دی،

ابراہیم پہلا بادشاہ ہے جس نے شیعہ سنی کی خانہ جنگی سے تنگ آکر مرہٹوں کو ہر کام میں دخیل کیا، اور بارہ ہزار پیادوں کا افسر بنایا، اس کی ساری عمر آپس کی لڑائی میں صرف ہوئی، ۹۶۵ھ ۱۵۵۷ء میں مرگیا،

باپ کے مرنے پر علی عادل شاہ نے سلطنت سنبھالی، باپ کے خلاف

اس نے پھر شیعہ مذہب اختیار کیا، اور ہر جگہ سے شیعہ علما کو طلب کر کے اپنے دربار میں جگہ دی، اس نے فقط چند سرحدی قلعے حاصل کرنے کے لئے جن کو نظام شاہ سے تنہا نہیں لے سکتا تھا، وجیانگر (بیجے نگر) کے راجہ کی اس قدر خوشامد کی کہ جب راجہ کا لڑکا مرگیا تو خود جاکر تعزیت کی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب راجہ کی فوج علی عادلشاہ کے ساتھ نظام شاہ کو تباہ کرنے کے لئے چلی تو اس نے اسلامی ملک میں پہنچکر سنو برس کا کینہ اس طرح نکالا کہ قرآن، مسجد، عورت، مرد، غرض کسی چیز کی عزت اور حرمت باقی نہیں رکھی، اور لوٹتے وقت ان کو کمزور سمجھ کر ہر فریق سے ایک ایک ضلع حاصل کیا،

علی عادل شاہ کو یہ بات سخت ناگوار ہوئی، بیجاپور کے ایک امیر شاہ ابوتراب شیرازی کے مشورہ سے یہ قرار پایا کہ تمام اسلامی ریاستیں مل کر اس راجہ کی جڑ ہی اکھاڑ دیں، چنانچہ آپس میں محبت بڑھانے کے خیال سے حسین نظام شاہ کی لڑکی چاند بی بی کے ساتھ علی عادل شاہ کی شادی کردی گئی، شولا پور کا سرحدی قلعہ جسکے سبب سے ہمیشہ دونوں میں لڑائی ہوتی رہی ہے، جہیز میں دیا گیا، جب دکن کی تمام اسلامی ریاستوں میں بات طے ہوگئی تو ۹۷۲ھ (۱۵۶۴ء) میں سب مل کر وجیانگر کے مقام تالی کوٹ میں پہنچے، راجہ کی فوج بھی آگئی، دونوں فریقوں میں سخت لڑائی ہوئی، وجیانگر کا راجہ رام راج غرور کے مارے گھوڑے پر سوار تک نہ ہوا، آخر اس لڑائی میں مارا گیا، اور اس کی فوج تباہ ہوئی، مسلمانوں نے وجیانگر کو اس طرح برباد کر ڈالا، کہ اس کو پھر دوبارہ آباد ہونا نصیب نہ ہوا،

علی عادلشاہ کو ۹۸۸ھ (۱۵۸۰ء) میں ایک خواجہ سرا نے رات کے وقت قتل کر ڈالا

اس کے زمانہ میں اکبر بادشاہ کے سفیر دو دفعہ بیجاپور آئے، آخری مرتبہ اسکی موت کے وقت بھی موجود تھے، بیجاپور کی جامع مسجد، تالاب شاہ پور، اور آب کاریز اس کی یادگار ہیں،

علی عادل شاہ کا بھتیجا ابراہیم عادل شاہ دوم اس کے بعد تخت پر بیٹھا، جو صرف نو برس کا تھا، اس لئے دربار کا ایک امیر کامل خاں اور چاند سلطانہ سلطنت کی نگرانی میں مصروف ہوئی، پہلے تو کامل خاں نے اپنا سکہ جمایا، پھر اسکے قتل کے بعد دلاور خاں نے قبضہ کر لیا، ۹۹۲ھ / ۱۵۸۴ء میں حسین نظام شاہ کی شادی عادل شاہ کی بہن سے ہوئی، ۹۹۵ھ / ۱۵۸۶ء میں ابراہیم عادل شاہ کی شادی محمد قلی قطب شاہ کی بہن سے ہوئی، ۹۹۸ھ / ۱۵۸۹ء میں شاہزادہ برہان نظام کی درخواست پر تخت شاہی دلانے کے لئے ابراہیم نے فوج کشی کی، اور عرصہ تک یہ دونوں سلطنتیں آپس میں لڑتی رہیں ۱۰۰۳ھ / ۱۵۹۴ء میں ابراہیم عادل شاہ دوم کے بھائی شاہزادہ اسمٰعیل نے بغاوت کی اور کچھ لوگ بھی اس کے مددگار ہو گئے، مگر آخر میں وہ گرفتار کر لیا گیا،

۱۰۳۷ھ / ۱۶۲۷ء میں ابراہیم کے مرنے پر اس کا لڑکا محمد عادل شاہ بادشاہ ہوا، اس نے شاہجہان کی تخت نشینی پر مبارکبادی کے سفیر بھیجے، اس کا زیادہ وقت نظام شاہ اور مغلوں سے لڑنے میں صرف ہوا، بڑا نیک دل بادشاہ تھا، غریبوں کو آرام دینے میں ہمیشہ کوشش کرتا، محمد عادل شاہ کے مرنے پر اس کا کم سن بچہ علی عادل شاہ دوم ۱۰۶۷ھ / ۱۶۵۶ء میں تخت پر بیٹھا، اور اس کے بعد اس کا لڑکا سکندر عادل شاہ نے کچھ دنوں حکومت کی، شہنشاہ اورنگ زیب کے سپہ سالار غازی الدین خاں نے ۱۰۹۷ھ / ۱۶۸۵ء میں بیجاپور فتح کر لیا، سکندر دولت آباد میں نظر بند

کر دیا گیا، اور بیجاپور کا صوبہ مغلیہ سلطنت میں شامل کر لیا گیا،

سلطنت کے آخری دور میں امیروں کی نااتفاقی سے ملک کا حال ابتر ہوگیا تھا، مغلوں کی قوت روز بروز ترقی پر تھی، جس سے دکنی بے حد مرعوب ہوگئے تھے، اور بجائے اس کے کہ فوجی قوت پیدا کر کے بہادری سے مقابلہ کرتے درباری امیر ہمیشہ یہ تدبیر کرتے کہ خود تو اطاعت کا اقرار کر لیتے، اور مرہٹوں کو مالی مدد دے کر مغلوں پر حملہ کرایا کرتے، جس سے دلیر ہو کر مرہٹوں نے دوست و دشمن سب کو یکساں لوٹنا شروع کیا، اسی آپس کی لڑائی اور بد تدبیری کا نتیجہ عادل شاہی سلطنت کی تباہی تھی،

عادلشاہی سلطنت کے کام،

عادل شاہی سلطنت دکن کی تمام سلطنتوں میں سب سے زیادہ مضبوط تھی، دو سو برس سے زیادہ ان کی حکومت رہی، دکن کی دوسری اسلامی سلطنتوں سے سرحدی معاملات میں اکثر جھگڑا رہتا، اور جبتک نظام شاہی سلطنت رہی ہمیشہ ان سے عادل شاہی لڑتے بھڑتے رہے، باوجود اس کے ملک کو ترقی دینے میں کبھی غفلت نہیں کی، ان کا پایہ تخت بیجاپور تھا اس شہر کی آبادی کو اس طرح ترقی دی اور ایسی بڑی بڑی عمارتیں بنائیں کہ شہر کی رونق دوبالا ہوگئی، مسجد اور مقبرے ایسی اعلیٰ کاریگری سے تیار کئے گئے کہ ابتک سیاح اس کو دیکھنے جاتے ہیں،

آبادی کے لحاظ سے اس شہر کا مقابلہ سوائے گجرات کے ہندوستان میں کوئی نہیں کرسکتا تھا، ایرانی سفیر اکثر آیا کرتے، عادل شاہیوں کو ایران کے صفوی خاندان سے بڑی عقیدت تھی، اسی لئے ستر برس تک ان کا خطبہ اپنے

ملک میں پڑھاتے رہے،

دربار میں شعرا کی کافی عزت ہوتی بعض بادشاہوں کو بھی اس کا شوق تھا چنانچہ اسمٰعیل عادلشاہ خود شاعر تھا، وفائی تخلص کرتا تھا، موسیقی کا بڑا شوق تھا، موسیقی کے باکمال لوگ دربار میں موجود رہتے، عالموں، صوفیوں اور خاصکر ایرانی لوگوں کی بڑی عزت کرتا، عدالت کی زبان مرہٹی تھی، اسی لئے مرہٹوں نے اس زمانہ میں بڑی ترقی کی، فوج میں ان کی بھرتی بڑی تعداد میں تھی،

اس خاندان کی شاہی بیگمات سلطنت کے کاموں میں بہت حصہ لیتیں چنانچہ اسمٰعیل عادل کی ماں نے اگر جوڑ توڑ نہ کیا ہوتا تو اسمٰعیل عادل تخت سے محروم ہو جاتا، شاہجہاں کے زمانہ سے ان کی حالت ایک ماتحت ریاست کی ہو گئی تھی، علی عادل شاہ کے عہد میں ڈیڑھ لاکھ پیادہ، اسی ہزار سوار اور ساٹ سو پینتیس جنگی ہاتھی تھے، بندرگاہوں کے ذریعہ غیر ملکیوں سے تجارتی تعلقات بھی قائم تھے آخر زمانہ میں اکثر بندرگاہوں پر پرتگیزی قابض ہو گئے تھے، اور غیر ملکی تجارت کل ان کے ہاتھ میں آگئی تھی،

قطب شاہی بادشاہ

اس خاندان کا بانی سلطان قلی ہمدان کا رہنے والا تھا، محمد شاہ بہمنی کے آخری
زمانہ میں دکن آیا، محمود شاہ بہمنی کے زمانہ میں اس نے امارت کا درجہ حاصل کیا، مختلف
لڑائیوں میں اپنی لیاقت کے جوہر دکھائے، آخر تلنگانہ کا صوبہ دار ہوا،

محمود شاہ کے زمانہ میں بہمنی خاندان کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر جب اور
امیروں نے خود مختاری حاصل کی، تو اس نے بھی خود مختاری کا اعلان کیا، اور اپنا
نام سلطان قلی قطب شاہ رکھا، خود شیعہ مذہب رکھتا تھا، اس لئے اس نے اپنی
پوری سلطنت میں اس کو رواج دیا، یہ خود بہت صلح پسند تھا، جہاں تک ہو سکتا
کسی مسلمان کے ملک پر حملہ کرنے سے پرہیز کرتا، لیکن جب مجبور ہوتا تو سخت بدلہ
لیتا، اس نے ۹۰ برس کی عمر پائی، اور ۶۰ برس حکومت کی، اور اس ساری عمر میں
راجاؤں سے لڑ کر ملک پر ملک فتح کرتا رہا، اس نے تمام تلنگانہ پر قبضہ کر کے گول کنڈا
کو پایہ تخت بنایا، آخری زمانہ میں مسجد، باغ اور محل بہت زیادہ بنوائے، عالموں
اور صوفیوں کا بڑا ادب کرتا تھا، بہت بڑا خوشنویس تھا، سنہ ۹۵۰ھ ۱۵۴۳ء میں گول کنڈا (گلکنڈہ)
کے قلعہ دار نے اس کو جامع مسجد میں جب وہ نماز پڑھ رہا تھا قتل کر ڈالا،

اس کا لڑکا جمشید قطب شاہ جب تخت پر بیٹھا تو اس نے اپنے سب بھائیوں
کو قتل کر کے آس پاس کا ملک فتح کرنا شروع کیا، اس میں شبہہ نہیں کہ یہ بڑا بہادر تھا،

مگراس کی ساری بہادری دکن کے امیروں سے جنگ کرنے میں صرف ہوئی، یہ ہمیشہ غالب کا ساتھ دیا کرتا تھا، اور اس تدبیر سے اکثر دوستوں کو نقصان بھی پہنچا، آخری عمر میں عیش وعشرت میں زیادہ مشغول رہنے لگا، اور پھر کچھ ہی دنوں کے بعد بیمار ہو کر بہشت ۹۵۷ھ ۱۵۵۰ء میں چل بسا،

جمشید کا لڑکا سبحان قلی کمسن تھا، اس لئے سلطنت کے تمام کام سیف خاں کے قبضہ میں تھے، جس کو دوسرے امیر پسند نہیں کرتے تھے، اس لئے جمشید کے بھائی دولت خاں کے طرفدار ہو گئے، دونوں میں خوب لڑائی ہوئی، آخر دولت خاں شکست کھانے کے بعد قید کر دیا گیا، تب امیروں نے ابراہیم کو پایہ تخت میں بلایا جو اپنے بھائی جمشید سے بھاگ کر راجہ وجیا نگر کے پاس زندگی کے دن کاٹ رہا تھا،

ابراہیم پہنچا تو سارے امیر اس کے ساتھ ہو گئے، سبحان کو معزول کر کے ابراہیم قطب شاہ کے نام سے بادشاہ بنایا، ہندوؤں کو بڑے بڑے فوجی عہدے اگرچہ جمشید ہی کے زمانہ میں مل گئے تھے، مگر ابراہیم کو چونکہ زیادہ تر انہی کی مدد سے بادشاہی ملی تھی، اس لئے ان کا زور اتنا بڑھ گیا کہ خود سلطنت پر قبضہ کرنے کی سازش کرنے لگے، جس کے کھل جانے سے ان کو نکالا گیا،

ابراہیم قطب شاہ کے مضبوط ہو جانے پر دکن کے کل بادشاہوں نے حملہ کر کے اس کو تباہ کر دینا چاہا، جس سے قطب شاہ کا حال بہت پتلا ہو گیا، مگر پھر صلح ہو جانے سے اطمینان ہو گیا، اس موقع سے فائدہ اٹھا کر گولکنڈہ کا قلعہ جو اب تک کچا تھا، اینٹ پتھر سے پکا کر دیا، ۹۷۲ھ ۱۵۶۵ء میں قطب شاہ دکن کے دوسرے بادشاہوں کے ساتھ تالی کوٹ کی جنگ میں شریک ہوا، اور فتح کے بعد وہ سائے ضلعے

جو وجیانگر کے راجہ رام راج نے اس سے چھین لئے تھے واپس لئے ۹۷۹ھ/۱۵۷۱ء میں راج مندری کا مضبوط قلعہ فتح ہوا، اور سارا ضلع مسلمانوں کے قبضہ میں آیا ۹۸۸ھ/۱۵۸۰ء میں ابراہیم قطب شاہ کا انتقال ہوگیا، اس نے ۳۱ برس حکومت کی، یہ اپنے ساتھ جب کبھی فوج لے گیا، کبھی ناکام واپس نہیں آیا، گولکنڈہ کا قلعہ، ابراہیم باغ، لنگر خانہ، حسین ساگر، کالا چبوترہ کے علاوہ مسجدیں اور محل اور مدرسے اس کے زمانہ میں بنائے گئے، اس کے رعب سے ملک میں اس قدر امن تھا کہ اس زمانہ کو دیکھتے ہوئے تعجب معلوم ہوتا ہے، ترک، عرب اور ایران کے تاجروں سے ملک بھرا رہتا تھا،

سلطان محمد قلی قطب شاہ اپنے باپ ابراہیم کے بعد بادشاہ ہوا، اس نے ۹۸۹ھ/۱۵۸۱ء میں گولکنڈہ سے پایہ تخت تبدیل کر کے موسی ندی کے کنارے ایک نیا شہر بھاگ نگر بسایا، جس کو آجکل حیدرآباد کہتے ہیں، اس کے گرد فصیل بعد کو بنی، مگر امیروں نے باغ اور محل بنا کر جلد بارونق بنا دیا، پانی پہنچانے کا انتظام اس خوبصورتی سے کیا کہ ہر زمانہ میں بہتات سے پانی مل سکے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زراعت بڑھ جانے سے چار لاکھ کی آمدنی زیادہ ہوگئی، سلطان محمد قلی نے ایک عالیشان مسجد تیار کی، بیچ شہر میں چار مینار سے بنائے، اسی طرح حمام شفاخانے مدرسے تعمیر کرائے،

۱۰۰۲ھ/۱۵۹۳ء میں ایران کے بادشاہ عباس صفوی نے خاص اپنے رشتہ دار کو سفیر بنا کر بھیجا، اور دونوں طرف سے ہدیوں اور تحفوں کا تبادلہ ہوا، شراب خواری کی کثرت سے ۱۰۲۰ھ/۱۶۱۱ء میں مر گیا، اس کا لڑکا محمد قلی بادشاہ ہوا، یہ شاہ جہاں کو

ہمیشہ خراج بھیجتا رہا، ۱۰۳۵ھ / ۱۶۲۵ء میں مرگیا، عبد اللہ قطب شاہ اس کا جانشین ہوا، یہ بھی شاہجہان کا باجگذار رہا، ۱۰۸۳ھ / ۱۶۷۲ء میں جب مرگیا تو ابو الحسن اسکا داماد بادشاہ ہوا جسکو تانا شاہ بھی کہتے ہیں، اس کی بد انتظامی اور نافرمانی کے سبب اورنگ زیب نے ۱۰۹۸ھ / ۱۶۸۶ء میں گول کنڈہ کا قلعہ فتح کرلیا، اور ابو الحسن کو دولت آباد میں نظر بند کردیا، اب گولکنڈہ کی ریاست مغلیہ سلطنت میں شامل کرلی گئی،

قطب شاہی سلطنت کے کام

قطب شاہی خاندان نے دو سو سال سے زیادہ سلطنت کی، اور باوجودیکہ ہمیشہ آپس میں لڑتے رہے، مگر ملک کو ترقی دینے میں کبھی غفلت نہ کی، شروع میں ان کا پایہ تخت گول کنڈہ رہا، پھر بھاگ نگر (حیدرآباد) کو منتقل ہوا، یہاں عالیشان مکہ مسجد بنائی، بڑے بڑے تالاب کھدائے، چار مینار مشہور عمارت اسی زمانہ کی یادگار ہے، حمام، شفاخانے، مدرسے بکثرت بنائے گئے، زراعت پر خاص توجہ کی گئی، پانی پہنچانے کا اس زمانہ میں بہترین انتظام تھا، جس کے سبب سے سال بھر تک پانی موجود رہتا،

جمشید کے زمانہ سے قبل فوجی عہدے ہندوؤں کو کم ملتے تھے، غالباً مرہٹوں کی فوجی بھرتی کا دستور اسی زمانہ سے شروع ہوا، ابراہیم قطب شاہ کے وقت میں فوجی نظام اس قدر مکمل تھا، کہ باوجود بڑی بڑی لڑائیوں کے اس کو کبھی شکست نہیں ہوئی، لوٹ کا مال سپاہیوں میں تقسیم ہوجاتا تھا، سلطنت کا نشان کبودی رنگ کا تھا،

چونکہ یہ شیعوں کی سلطنت تھی، اس لئے ایرانی دربار سے ان کے تعلقات بڑے گہرے تھے، لوگوں کو تنخواہیں بڑی بڑی ملتی تھیں، چنانچہ وزیر اعظم کو نو لاکھ سالانہ

ملتا تھا، تنخواہیں نقد دی جاتیں، یوں تو اکبر بادشاہ کے زمانہ سے ایک دوسرے کے یہاں سفیر آتے جاتے تھے، مگر شاہجہاں کے وقت سے اس کی حالت ایک باجگذار ریاست کی ہوگئی تھی، درباری امیروں کی نااتفاقی سے آخری زمانہ میں سلطنت کی چول ڈھیلی ہوگئی،

اس سلطنت کے شروع زمانہ میں بادشاہ بڑے فیاض گذرے، عمارتوں کے بنانے میں بڑے بلند حوصلہ تھے، کروڑوں کے خرچ سے عالیشان عمارتیں بنوائیں جامع مسجد کی تیاری میں سوا کروڑ روپیہ خرچ کیا،

تجارت کو بھی کافی ترقی ہوئی، غیر ملکی تاجر بکثرت آتے تھے، تمام بندرگاہ یورپین تاجروں سے بھرے رہتے تھے، خاصکر پرتگیزی سب سے زیادہ تھے،

عماد شاہی بادشاہ

اس سلطنت کا بانی عماد الملک فتح اللہ تھا، یہ بھی ایک نومسلم تھا، لڑائی میں قید ہو کر آیا، اور آہستہ آہستہ بڑھ کر امارت کے درجہ کو پہنچا، اور محمود شاہ بہمنی کے زمانہ میں خواجہ محمود گاوان وزیر کی عنایت سے عماد الملک کا خطاب پایا، اور برار کا صوبہ دار ہوا، ۸۸۰ھ ۱۴۷۵ء میں وہ خود مختار ہوگیا، اس کے بعد اس کا لڑکا علاء الدین عماد شاہ بادشاہ بنا، اس نے اسماعیل عادل شاہ کی لڑکی سے شادی کر کے اپنی قوت کو ترقی دی،

برہان نظام شاہ نے دو قلعے علاء الدین کے دبا لئے، اس لئے دونوں میں خوب لڑائی ہوئی، جب علاء الدین کو شکست ہوئی، تو خاندیس کے حاکم ساتھ ملکر پھر نظام شاہ سے لڑائی کی، لیکن دونوں نے بری طرح شکست کھائی، آخر ۹۳۴ھ ۱۵۲۷ء میں خاندیس کے حاکم سے مل کر سلطان بہادر شاہ گجراتی کو مدد کے لئے بلایا، مگر اس نے آکر برار کو اپنی سلطنت میں ملا لیا، اور نظام شاہ کو باجگذار بنا کے واپس چلا گیا، علاء الدین عماد شاہ کے انتقال پر اس کا لڑکا برہان حماد شاہ تخت کا مالک ہوا، یہ بہت چھوٹا تھا، اس لئے دربار کا ایک امیر تفال خاں لڑکے کو قلعہ میں نظر بند کر کے خود مالک بن بیٹھا،

مرتضیٰ نظام شاہ نے ۹۸۰ھ ۱۵۷۲ء میں تفاول خان سے اس بہانہ سے لڑائی شروع

کی کہ قیدی سلطان کو رہائی دلائیگا، مگر جب تفال خاں گرفتار ہو گیا، تو اس کو بھی اسی قلعہ میں قید کر دیا، جہاں نتھا بادشاہ قید تھا، ۹۸۴؁ھ ۱۵۷۶ء میں تفال خاں اور اسکے تمام خاندان کے لوگ موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے، اور برار نظام شاہی سلطنت میں شامل کر لیا گیا،

بریدشاہی بادشاہ

محمد قاسم برید ایک ترکی غلام تھا، سلطان محمد شاہ بہمنی کے زمانہ میں یہ خریدا گیا تھا، تربیت پاکر یہ اچھے اچھے کام انجام دیتے دیتے آہستہ آہستہ امارت کے رتبہ پر پہنچا، مرہٹوں کی بغاوت کو اس نے بڑی خوبی سے دبایا، اس صلہ میں وہ مرہٹی اضلاع کا صوبہ دار ہوا، محمود شاہ بہمنی کے زمانہ میں وہ خود مختار ہو گیا، ۹۱۰؁ھ ۱۵۰۴ء میں محمد قاسم کی وفات پر اس کا لڑکا امیر برید بادشاہ ہوا، جب کلیم اللہ شاہ بہمنی احمد نگر چلا گیا، تو "بیدر" کا علاقہ اسمٰعیل عادل شاہ نے امیر برید کے حوالے کیا، امیر برید نے بہادر شاہ گجراتی کے مقابلہ میں بڑی مردانگی دکھائی، ۳۵ سال حکومت کی مگر ساری عمر دکن کے امیروں سے لڑنے میں بسر کی، ۹۴۵؁ھ ۱۵۳۸ء میں وہ اس دارِ فانی سے کوچ کر گیا،

اس کے لڑکے علی برید نے جب تخت پر قدم رکھا تو نظام شاہ کے مشورہ سے اس نے علی برید شاہ کا لقب اختیار کیا، نظام شاہ نے شاہ طاہر کو جو مشہور شیعہ عالم تھے، مبارکباد کے لئے بھیجا، لیکن اس نے ان کی توہین کی، اس لئے نظام شاہ نے حملہ کیا، مگر عادلشاہ کی مدد سے وہ بچ گیا، ۹۹۰؁ھ ۱۵۸۲ء میں علی برید مر گیا، تو اس کا لڑکا ابراہیم برید شاہ سات سال اور پھر قاسم برید شاہ نے تین سال حکومت کر کے مر گئے، اب قاسم کا کمسن لڑکا تخت پر بیٹھا، مگر اسی خاندان کے ایک شخص مرزا علی برید نے ۱۰۱۰؁ھ ۱۶۰۱ء میں حکومت اس سے چھین لی، اس کے مرنے کے بعد امیر برید دوم اس کا لڑکا حاکم ہوا، ۱۰۱۸؁ھ ۱۶۰۹ء کے بعد اس سلطنت کا خاتمہ ہو گیا،

مليبار اور معبر (علاقہ مدراس) کے بادشاہ

سنہ ۱۰۰ء سے پہلے جنوبی ہندوستان پر تین خاندان حکمران تھے، چول، چیرا، پانڈیا، ان کا ذکر اشوک کے فرمان اور کتبوں میں بھی ملتا ہے،

یہ سلطنتیں طاقتور ہو کر ایک دوسرے سے لڑتی رہتی تھیں، سنہ ۳۰۰ء تک ان کا عروج رہا، لیکن تیسری صدی عیسوی میں ایک وحشی قوم "پلو" نکل آئی، یہ لوگ مرہٹوں کی طرح لٹیرے تھے، آہستہ آہستہ ان لوگوں نے سنہ ۴۰۰ء میں ایک زبردست سلطنت قائم کرلی، اور اس نے تینوں سلطنتوں کو مختلف زمانوں میں باجگذار بنالیا،

ساتویں اور آٹھویں صدی عیسوی میں چالوکیہ اور راشٹرکوٹ بھی طاقتور ہوگئے، ان دونوں نے پلو قوم کا زور توڑ ڈالا، اور آہستہ آہستہ ان کا زوال ہونے لگا، سنہ ۹۰۰ء صدی کے قریب چول خاندان نے بھی زور پکڑا، اور پلو خاندان کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کردیا،

چالوکیہ اور راشٹرکوٹ جنھوں نے جنوبی ہندوستان کے بڑے علاقہ پر قبضہ کر رکھا تھا، یہ بھی آپس میں لڑ بھڑ کر کمزور ہوگئے، اور چولا خاندان اس قدر زبردست ہوگیا کہ اس نے تمام دوسری طاقتوں کو نکال باہر کیا، بارھویں صدی

عیسوی میں دو اور خاندان طاقتور ہو گئے، ایک دولت آباد (دیوگیر) کا یادو خاندان اور دوسرا دھور سمندر کا خاندان ہوسیالا، یہ تمام ریاستیں سنہ ۱۳ء صدی تک جنوبی ہندوستان میں قائم رہیں،

مسلمانوں کی آمد

مالابار (ملیبار) میں پہلی دفعہ مسلمانوں کے پہنچنے کا قصہ یہ ہے، کہ سنہ ۲۰۰ھ (۸۱۵ء) کے بعد حضرت آدمؑ کے نقش قدم کے زائرون کا ایک جہاز لنکا جارہا تھا، کہ طوفان کے سبب سے مالابار کے ساحل پر آ لگا، مسلمان شہر "کدنگلور" پہنچے، اس شہر کے راجہ کا لقب سامری اور نام "چیرامن پیر دل" تھا،

راجہ مسلمانوں کے ایک صوفی گروہ سے ملا، اور ان کی صحبت سے مسلمان ہو گیا، اسی زمانہ سے ملابار میں مسلمان آباد ہو گئے، اور پھر آہستہ آہستہ تمام دکن کے ساحلی علاقون میں پھیل گئے، کچھ دنوں کے بعد ان علاقوں میں مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد ہو گئی، ہندو راجاؤں نے بھی ان کو اپنی سلطنت کے بڑے بڑے عہدے دیئے، اور مسلمان تاجروں کے ساتھ خاص کر رعایت کرتے،

جلال الدین فیروز شاہ خلجی کے زمانہ میں مشرقی گھاٹ میں جس کو عرب مَعْبر کہتے ہیں، مسلمانوں کا بڑا رسوخ پیدا ہو گیا تھا، چنانچہ یہاں کے راجہ کا وزیر اور مشیر ملک تقی الدین بن عبد الرحمان ایک مسلمان تھا، جن کو پٹن، مونگی پٹم اور بادل (کائل)، کا علاقہ جاگیر میں دیا گیا تھا، راجہ کو چیرمن کہتے تھے، مگر اس کا اصلی نام سندر پانڈیا تھا،

مسلمانوں کے حملے

سنہ ۷۱۰ھ (۱۳۱۰ء) میں علاء الدین خلجی کا سپہ سالار ملک کافور جنوبی ہندوستان فتح کرنے کے لئے روانہ ہوا، وہ دیوگیری (دولت آباد) سے چل کر تین مہینہ کے

بعد کرناٹک (خاندان ہوسیل) کی سلطنت میں پہنچا، یہاں کا راجہ بلال دیو تھا،
کافور سخت لڑائی کے بعد دھور سمندر تک فتح کا ڈنکا بجاتا ہوا چلا گیا،

سندر پانڈیا ۶۹۲ھ ۱۲۹۲ء میں مر چکا تھا، اس کے بعد اسکا بھائی کلس دیو برسر حکومت ہوا
اس کے دو لڑکے تھے، سندر پانڈیا، اور ویرا پانڈیا، چھوٹا ولیعہد تھا، بڑے
لڑکے کو یہ بات ناگوار گذری، اس نے ۷۰۹ھ ۱۳۰۹ء میں باپ کو مار کر خزانہ اور لشکر
پر قبضہ کر لیا، ویرا پانڈیا نے لڑ کر اس کو شکست دی، سندر فرار ہو کر خلجی سپہ سالار
کافور کے لشکر میں آیا، جو دھور سمندر میں موجود تھا، اور امداد کا طالب ہوا، کافور
نے ویرا کو شکست دے کر سندر کو راج گدی دی، اس طرح ۷۱۰ھ ۱۳۱۰ء سے اسکا
شمار باجگذار ریاست میں ہونے لگا،

ملک کافور مدورا کی فتح کے بعد بندر رامیشور پہنچا، یہاں اس نے مسجد بنائی،
اور علاء الدین کا خطبہ پڑھا کر ۷۱۱ھ ۱۳۱۱ء میں دہلی واپس چلا آیا،

اس کی واپسی کے بعد دیوگیری اور کرناٹک میں بغاوت ہو جانے کے سبب ملک کافور
۷۱۲ھ ۱۳۱۲ء میں پھر دکن پہنچا، اس نے دیوگیری کے راجہ کو قتل کر کے اس پر مستقل
قبضہ جمایا، پھر گلبرگہ، رائچور، دابل، اور دھور سمندر کو اسلامی سلطنت میں داخل
کیا، کرناٹک (ہوسیل خاندان) اور معبر (پانڈیا خاندان) کے راجہ نے خراج دینا
قبول کر لیا تھا، اس لئے ان کی حکومت باجگذار کی حیثیت سے باقی رکھی گئی،

۷۱۶ھ ۱۳۱۶ء میں علاء الدین کے بعد قطب الدین تخت پر بیٹھا، دکن میں
پھر بغاوت ہو گئی، اس کو دور کرنے کے لئے قطب الدین دولت آباد پہنچا،
اور فتح کے بعد خسرو خاں گجراتی کو اپنا نائب بنا کر دہلی واپس گیا،

خسرو خاں تلنگانہ سے ہوتا ہوا معبر پہنچا، اور ایک سال رہ کر تمام علاقہ فتح کرلیا، خسرو خاں دہلی واپس جاتے وقت معبر میں اپنا نائب چھوڑ گیا، اور اس کے بعد دہلی سے جو والی (نائب بادشاہ) دولت آباد میں مقرر ہوتے ان کی طرف سے ایک حاکم ہمیشہ معبر میں آتا رہتا،

۷۲۵ھ (۱۳۲۴ء) میں کنپیلہ (اناگندی) کے راجہ نے بغاوت کی تو محمد تغلق نے اسکو شکست دیکر ملک پر قبضہ کرلیا، اور ایک نائب اپنی طرف سے حکومت کرنے کے لئے مقرر کیا، مگر اس سے حکومت نہ سنبھل سکی، تو ہری ہر کو جو اسی ریاست کا پہلے وزیر تھا، راجہ اور اس کے بھائی بکا کو وزیر بنا کر ریاست سپرد کردی، ہری ہر نے سلطنت پانے کے بعد دریائے تنگ بھدرا کے کنارے ایک نیا شہر آباد کیا، جو آخر میں بجے نگر کے نام سے مشہور ہوا۔

معبر کے بادشاہ

محمد تغلق کے زمانہ میں سرہند (پنجاب) کا ایک قصبہ "کیتھل" تھا، جو آج بھی ہے، جہاں راجپوتوں کے علاوہ سیدوں کا خاندان بھی آباد تھا، اسی خاندان میں ایک شخص سید حسن نامی تھا، کسی تعلق سے یہ سلطان محمد تغلق کے دربار میں پہنچا اور ترقی کرتا ہوا امیروں کے مرتبہ پر پہنچ گیا،

دکن میں جب کئی بار بغاوت ہوئی تو محمد تغلق نے ان علاقوں پر لائق افسروں کو مقرر کیا، اسی وقت معبر پر سید حسن کیتھلی مقرر ہوا، کچھ عرصہ کے بعد سلطان محمد تغلق جب قنوج میں تھا، اس وقت اس کو خبر ملی کہ سید حسن نے معبر میں بغاوت کی ہے سلطان پہلے دہلی آیا، اور سید حسن کے خاندان کو گرفتار کرلیا، پھر ایک لشکر لیکر تلنگانہ پہنچا تھا، کہ بیمار ہو کر واپس آیا، اور سید حسن خود مختار ہو گیا،

سلطان سید احسن شاہ

سید حسن نے ۷۳۵ھ (۱۳۳۴ء) میں خود مختاری حاصل کرلینے کے بعد اپنا

لقب سلطان جلال الدین احسن شاہ رکھا، اور سلطنت کے انتظام میں مشغول ہو گیا

اپنے نام کا سکہ اور خطبہ بھی جاری کیا،

سید احسن پانچ برس تک حکومت کرتا رہا، اس کی ساری زندگی سلطنت کو مضبوط بنانے اور ہوسیل خاندان سے لڑنے میں صرف ہوئی، اسی عہد میں بیجے نگر کی ہندو ریاست بہت جلد جلد ترقی کر رہی تھی، اور دوسری طرف سلاطین دہلی کے حملہ کا ڈر ہر وقت لگا رہتا تھا،

معلوم ہوتا ہے کہ خود مختاری کے بعد اپنے دربار کے امیروں کو وہ سنبھال نہ سکا، کیونکہ پانچ ہی سال کے بعد ۷۴۰ھ ۱۳۳۹ء میں ان لوگوں نے سید احسن شاہ کو قتل کر ڈالا،

سلطان علاء الدین اودجی سید احسن شاہ کے بعد اس کا لڑکا امیر حاجی معبر کا بادشاہ نہ ہو سکا اور درباری امیروں میں سے امیر اودجی[1] بادشاہ ہوا، اس نے تخت پر بیٹھکر علاء الدین کے نام سے اپنا سکہ اور خطبہ جاری کیا،

اس نے پہلے سلطنت کو مضبوط بنایا، پھر پڑوس کے ایک ہندو راجہ پر حملہ کیا، اور فتح پا کر مدورا واپس آیا، کچھ دنوں کے بعد پھر حملہ کیا، لیکن عین لڑائی میں ایک تیر سے شہید ہو گیا،

سلطان قطب الدین سلطان علاء الدین کے بعد اس کا داماد فیروز سلطان قطب الدین کے نام سے تخت پر بیٹھا، مگر دربار کے امیر اس کی بد اخلاقیوں کے باعث ناراض ہو گئے، اور اسی ۷۴۰ھ ۱۳۳۹ء کے آخر میں چالیس دن کے بعد اس کو قتل کر ڈالا،

---

[1] ابن بطوطہ نے اس کا نام اوبجی لکھا ہے،

سلطان غیاث الدین | قطب الدین کے بعد محمد دامغان تخت کا مالک ہوا، یہ شخص دہلی میں ملک مجیر الدین ابی رجا کے سواروں میں نوکر تھا، پھر امیر حاجی بن سید احسن شاہ کا ملازم ہو کر معبر آئتے وقت اس کے ساتھ ہو گیا، اور یہاں آہستہ آہستہ امیروں کے درجہ تک ترقی کر گیا،

جب تخت پر بیٹھا تو اپنا نام، سلطان غیاث الدین رکھا، اور شاہی خاندان سے دوستی قائم رکھنے کیلئے سید احسن شاہ کی چھوٹی لڑکی سے شادی کر لی،

۶۹۲ھ ۱۲۹۲ء میں ہوسیل خاندان کا ایک راجہ" ویرا بلال دیو سوم" نامی تھا، ۷۱۰ھ ۱۳۱۰ء میں جب ملک کافور نے دھور سمندر فتح کر لیا، تو اس نے "تنور" نامی مقام کو اپنا پایہ تخت بنایا، کچھ دنوں کے بعد سلطنت کے کل پرزوں کو درست کر کے بڑا مضبوط ہو گیا، اس کے پاس ایک لاکھ فوج تھی، اس میں بیس ہزار مسلمان بھی نوکر تھے،

۷۴۳ھ ۱۳۴۲ء میں بلال دیو سوم نے معبر پر حملہ کیا، سلطان غیاث الدین کے پاس صرف چھ ہزار سپاہی تھے، اس میں سے بھی آدھے بے سروسامان "کیان" کے مقام پر دونوں کی لڑائی ہوئی، مسلمان شکست کھا کر مدورا چلے آئے راجہ نے "کیان" کا محاصرہ کر لیا، شہر والے دس مہینہ تک قلعہ بند ہو کر مقابلہ کرتے رہے، جب ان کے پاس صرف دو ہفتہ کا سامان رسد رہ گیا، تو سلطان غیاث الدین سے مدد مانگی،

سلطان اپنے تین ہزار سپاہی لے کر مدورا سے روانہ ہوا، شام کے وقت راجہ کی فوج سے مقابلہ ہوا، بڑی سخت لڑائی کے بعد راجہ کی فوج بھاگ

گئی اور خود راجہ گرفتار ہوکر قتل ہوا، اس کے بعد سلطان بڑے پیمانہ پر جنگی تیاری میں مصروف تھا کہ شہر میں بیماری پھیل گئی، آخر ۷۴۵ھ ۱۳۴۴ء میں خود سلطان بھی چل بسا،

اس عہد میں بحری بیڑا بھی کافی طاقت ور تھا، اس بیڑے کا امیر البحر خواجہ سرور تھا

سلطان ناصر الدین محمود

سلطان غیاث الدین کے بعد اس کا بھتیجا، محمود سلطان ناصر الدین کے نام سے تخت پر بیٹھا، سلطان غیاث الدین نے اپنے سامنے ہی اس کو ولی عہد بنا دیا تھا،

یہ شخص پہلے دہلی میں سلطان محمد تغلق کا ملازم تھا، جب اس کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ اس کا چچا معبر کا بادشاہ ہوگیا ہے، تو فقیروں کا بھیس بدل کر وہ دہلی سے معبر پہنچگیا سلطان ہو جانے کے بعد اُسنے انتظام سلطنت کی طرف توجہ کی، سب سے پہلے اس نے وزیر کو معزول کرکے ملک بدر الدین کو وزیر بنایا، اور جب اس کا انتقال ہوا، تو خواجہ سرور کو جو امیر البحر کے عہدہ پر مامور تھا، وزارت سپرد کر دی، اور خواجہ جہاں کا خطاب دیا،

اس کے بعد سے معبر کی تاریخ سکون کی مدد سے بھی مسلسل معلوم نہیں ہوسکی، اس وقت تک یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ ناصر الدین محمود کا کب انتقال ہوا،

عادل شاہ

ناصر الدین محمود کے بعد کا جو سکہ ملا ہے، وہ ۷۵۷ھ ۱۳۵۶ء کا ہے اور بادشاہ کا نام عادل شاہ ہے،

مبارک شاہ فخر الدین

عادل شاہ کے بعد مبارک شاہ شاہجہانی کے کئی سکے ملے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ اس نے اپنا لقب فخر الدین رکھا تھا، اس نے ۷۷۰ھ ۱۳۶۸ء تک دس برس یقینی طور پر سلطنت کی، کیونکہ ۷۶۱ھ ۱۳۵۹ء سے پہلے کا کوئی سکہ اس کے

نام کا اس وقت تک نہیں ملا ہے،

معلوم ہوتا ہے کہ معبر کے بادشاہوں میں یہ زبردست بادشاہ گذرا ہے، کیونکہ سکہ میں ایک طرف تو شاہجہاں کا خطاب ملتا ہے، اور دوسری طرف "فخر شاہ شاہاں" کا پر رعب لفظ بھی نظر آتا ہے،

سلطان علاء الدین

اس کا نام سکندر ہے، تخت پر بیٹھنے کے بعد اس نے اپنا لقب علاء الدین رکھا، یہ غالباً معبر کا آخری بادشاہ ہے، اس کا پہلا سکہ ۷۷۴ھ (۱۳۷۲ء) کا ملا ہے، اس لئے اس کی حکومت کا زمانہ اسی سنہ سے فرض کر لیا جاتا ہے، اور آخری سکہ ۷۷۹ھ (۱۳۷۷ء) کا ہے، جس سے چھ برس اس کی سلطنت تو یقینی تسلیم کیجا سکتی ہے،

اس عرصہ میں بجے نگر (بیجانگر) کی ہندو حکومت بڑی مضبوط اور زبردست ہوگئی تھی، چنانچہ راجہ ہری ہر دوم جس کا زمانہ ۷۸۱ھ (۱۳۷۹ء) سے ۸۰۲ھ (۱۳۹۹ء) تک یقینی ہے، اور بجے نگر کا تیسرا راجہ ہے اس نے معبر کا شمالی حصہ فتح کر لیا، پھر بکا راے دوم جو بیجانگر کا چوتھا راجہ تھا، وہ بقیہ تمام معبر، کارومنڈل تک اپنے قبضہ میں لے آیا، اور سنہ ۷۸۰ھ (۱۳۷۸ء) میں معبر کے بادشاہوں کا خاتمہ ہوگیا،

معبر کے بادشاہوں کے کام

معبر کی سلطنت ۵۴ برس رہی، اس تھوڑی مدت میں زیادہ تر اس کو آپس کے جھگڑے اور ہمسایہ سلطنتوں کے ساتھ لڑائی میں وقت صرف کرنا پڑا، پھر بھی اس نے اپنے چند کارنامے یادگار چھوڑے،

معبر کے بادشاہوں کا پایہ تخت مدورا تھا، سید حسن نے اس کی آبادی میں بڑی کوشش کی، یہاں کی عمارتوں کی بنیاد دہلی کے نمونہ پر رکھی، اور اچھی اچھی بلند عمارتیں بنائیں، اس کے بازار اور کوچے بہت چوڑے تھے، مدورا کی طرح پٹن بھی

بڑا شہر تھا، اور اس کو بھی خوب آباد کیا تھا،

انکی فوجی طاقت دو طرح کی تھی بری اور بحری بری فوج انکی کچھ زیادہ طاقتور نہیں تھی ہمسایہ سلطنتوں کے پاس ایک ایک لاکھ فوج تھی، اسکے مقابلہ میں معبر کے بادشاہوں کی چھ سات ہزار فوج کچھ زیادہ حیثیت نہیں رکھتی، اس پر بھی جب کوئی لائق بادشاہ مسلمانوں میں جہاد کا ولولہ پیدا کر دیتا، تو یہ مٹھی بھر فوج بڑی بڑی فوجوں پر فتح پا جاتی،

ان کی بحری طاقت اچھی تھی، پٹن انکا بندر تھا، یہ شہر سمندر کے کنارے دریائے کاویری کے دہانہ پر آج بھی موجود ہے، تجارت کے سبب سے ساری دنیا کے جہاز یہاں ٹھہرتے، ان کا جنگی بیڑا بھی اسی جگہ رہتا تھا، بندرگاہ کے قریب لکڑی کا ایک برج بہت ہی عجیب تیار کیا تھا، دشمن کا جب خوف ہوتا تو جہاز والے اس پر چڑھ جاتے، اور دشمن کو مقابلہ کر کے واپس کر دیتے، ان کا امیر البحر خواجہ سرور نامی ایک لائق شخص تھا، بادشاہ کے جہاز مسافروں کو لے کر ملک یمن جایا کرتے تھے،

ہر شہر میں قاضی اور خطیب مقرر تھے، خانقاہیں بھی بڑے بڑے شہروں میں تھیں، دربار میں عالم اور شاعر بھی رہتے تھے، مردوں کے علاوہ عورتوں میں بھی تعلیم کا رواج تھا، اور صوفی اسلام کی اشاعت میں ہر طرف مشغول تھے،

ان کے سکے زیادہ تر دہلی کے نمونہ پر ڈھلتے تھے، تجارتی کاروبار کی ترقی سے ان کی مالی حالت بھی اچھی رہتی، ان کی خوراک میں چاول اور ترشی ضروری چیز تھی، سخت گرمی کے سبب گو عام لوگ کپڑوں کا زیادہ استعمال نہیں کرتے تھے، مگر امیر کپڑوں کا دوسروں سے زیادہ خیال رکھتے، عمامہ سب مسلمان

باندھتے، بادشاہ باہر نکلنے کے وقت عبا، عمامہ اور چادر ضرور استعمال کرتا تھا، عورتیں صرف ساڑیاں پہنتیں،

فوجی ضرورتوں کے لئے گھوڑا غیر ملکوں سے آتا، زیادہ تر خلیج فارس سے تاجر لاکر بڑی بڑی قیمت پر بیچتے، مسلمانوں نے اس ملک میں میوہ کی کاشت کو خوب رواج دیا، چنانچہ انگور اور انار بہت کثرت سے ہوتے تھے،

ہنور کی ریاست

مغربی گھاٹ کی ایک چھوٹی سی باجگذار ریاست "ہنور" بہت ہی کم مدت میں ختم ہو گئی، ہنور کو آجکل ہونور کہتے ہیں، اور جو اب احاطۂ بمبئی میں شمالی کنڑا کے ضلع میں ایک تحصیل کا صدر مقام ہے، آٹھویں صدی ہجری کے بیچ میں یہ شہر سمندر سے آدھ میل کے فاصلہ پر ایک بڑی کھاڑی پر واقع تھا، عرب تاجروں کی آمدورفت سے وہاں بڑی رونق تھی، اس زمانہ میں یہاں جمال الدین محمد بن حسن نے اپنی سلطنت قائم کی تھی، اس کا باپ حسن ناخدا ایک جہاز راں تھا، اس کے بیٹے نے قوت پیدا کر کے اس ریاست کی بنیاد ڈالی، جو برائے نام ہندو راجہ ہری ہر دوم کے ماتحت تھی، سلطان کے پاس ۶ ہزار فوج اور بہت سے جنگی جہاز تھے، یہاں کے باشندے زیادہ تر شافعی مذہب کے تھے، اس کے قریب ہی سنداپور میں جس کا اب مشہور نام گوا ہے، ایک ہندو ریاست تھی، اس کے راجہ اور اس کے بیٹے میں کسی سبب سے مخالفت ہوئی، بیٹے نے سلطان کو لکھا کہ اگر اس کی مدد کیجائے تو وہ مسلمان ہونے کو تیار ہے، سلطان نے کہا اگر وہ مسلمان ہو جائے گا تو وہ اپنی بہن سے اس کی شادی کر دیگا، اس قرارداد کے مطابق سلطان نے باون جنگی جہازوں سے سنداپور پر حملہ کیا،

اور فتح کیا، اس فتح پر ابھی چند ماہ بھی نہیں گذرے تھے کہ راجہ نے آکر سر نو سے حملہ کیا، سلطان کا لشکر بے خبر گاؤں میں پھیلا تھا، وہ مقابلہ نہ کر سکا، اور بری طرح گھر گیا، اور اسی میں تباہ ہوگیا، اس کا بحری بیڑہ کافی طاقت ور تھا، اور اسی لئے مالابار کے بعض راجہ اس کے باجگذار تھے، اس کی فوج اس زمانہ کے نئے جنگی سامان سے مسلح رہتی، منجنیق اور روغن نفط کا استعمال ہوتا، خاص قسم کا جنگی جہاز تیار کرایا گیا تھا، تاکہ اس کے اندر ہی اندر فوج مسلح ہوکر اور گھوڑے پر سوار جہاز سے اترتے ہی حملہ کر سکے،

علم کا چرچا جیسا اس ریاست میں تھا، جنوبی ہندوستان کے دوسرے شہروں میں نہ تھا، صرف ہنور میں ۱۳ مدرسے لڑکیوں کے اور ۲۳ لڑکوں کے واسطے جاری تھے، یہاں کی اکثر لڑکیاں حافظ قرآن ہوتیں، عالم اور فاضل بھی بکثرت یہاں تھے، شہروں میں قاضی اور مسجدوں میں خطیب نامور عالموں میں سے ہوتے، بڑے بڑے فقیہ دربار میں حاضر رہتے، کئی خانقاہیں بنی ہوئی تھیں، زراعت کی طرف ان لوگوں کو رغبت نہ تھی، دریا کنارے ہونے کے سبب سے تجارت سے زیادہ نفع اٹھاتے،

بادشاہ ریشم اور کتاں کا استعمال کرتا، اور باہر جاتے وقت عبا اور عمامہ بھی سر پر رکھ لیتا، عورتیں صرف ساڑیاں باندھتی تھیں، جو عام طور پر ریشم کی ہوتیں، اور ناکوں میں بلاق استعمال کرتیں، عورت اور مرد دونوں بال رکھتے، بادشاہ جب باہر نکلتا تو اس کے آگے آگے نقارہ اور طبل بجتا،

مسلمانوں کا اثر ہندوؤں پر زیادہ تر مذہبی، جنگی اور اخلاقی تھا، لڑائی کے

فن میں ہندو مسلمانوں کی پیروی کرتے، برّی اور بحری فوج میں بڑے بڑے افسر مسلمان رکھے جاتے تھے، اس کے علاوہ عام فوجی بھرتی میں بھی مسلمانوں کی تعداد کافی ہوتی،

لیکن معاشرتی باتوں میں مسلمان ہندوؤں سے متاثر تھے، چاول، ترشی اور گرم پانی کا عام استعمال تھا، حالانکہ تجارتی گرم بازاری کے سبب غیر ملکوں سے گیہوں آسکتا تھا، کھانے کا طریقہ بھی نصف ہندوانہ تھا، الگ الگ برتنوں میں کھاتے، اور خادمہ چمچہ سے ہر ایک کو الگ الگ تھال میں دیتی، تھال ہی میں چاول کے ساتھ ہر قسم کے سالن رکھ دیتی، جیسا کہ آج بھی ہندوؤں کے یہاں یہ طریقہ موجود ہے،

ہندوؤں میں برہمن اور غیر برہمن کا فرق اس وقت بھی تھا، چھوت کا مسئلہ آج سے زیادہ اہم اس وقت تھا، عوام کیلے کے پتہ پر کھاتے، یا پیتل کے برتنوں میں راجہ اور بادشاہ سونے چاندی کا برتن بھی استعمال میں لاتے، آج کی طرح اس زمانہ میں بھی مسلمانوں کو گھر میں جانے نہیں دیتے، نہ ان کے ساتھ کھاتے پیتے، نہ اپنے برتنوں میں کھانے دیتے، مگر عام طور سے مسلمانوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے، عام لوگ زیادہ تر بدھ، جینی اور شیو کے پجاری تھے مسلمانوں میں زیادہ تعداد شافعیوں کی تھی،

متحدہ اسلامی سلطنت

تیمور کا خاندان

ہمایوں کی واپسی ہمایوں جب ہندوستان سے ایران پہنچا، تو شاہ ایران نے اس کی بڑی دلدہی کی، ہمایوں کچھ دنوں وہاں رہا، ۹۵۲ھ ۱۵۴۵ء میں وہ ایران سے ۱۴ ہزار فوج لے کر قندھار پہنچا، اور پھر بدخشان، کابل، اور سیستان کے قبضہ میں دس برس گذر گئے، آخر ۹۶۲ھ ۱۵۵۴ء میں جب سب بھائیوں کی طرف سے اطمینان ہوگیا، تو پندرہ ہزار سوار سے لاہور فتح کیا، اور سرہند کے پاس خود سکندر کو بھی شکست دی،

اب ہمایوں دہلی اور آگرہ کا مالک بنگیا، لیکن سکندر سور دوبارہ جنگی تیاری میں مصروف تھا، اس لئے اکبر کو اس کے اتالیق بیرم خاں کے ساتھ پنجاب سے سکندر سور کو نکالنے کے لئے بھیجا، اکبر اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ ۹۶۳ھ ۱۵۵۵ء میں ہمایوں نے دہلی میں وفات پائی،

اکبر بادشاہ کی تخت نشینی اکبر اس وقت ۱۳ برس نو مہینے کا تھا، مغلوں نے کلانور کے مقام میں اس کے سر پر ہندوستان کی بادشاہی کا تاج رکھ دیا،

جلال الدین اس کا شاہی لقب ہوا،

بیرم خاں جو عام طور پر خانخاناں کے لقب سے مشہور ہی، ہمایوں کے ان رفیقوں میں تھا جنھوں نے ہر حال میں اس کا ساتھ دیا، وہ اس نوجوان بادشاہ کا سپہ سالا اور اتالیق مقرر ہوا اکبر کلانور ہی میں تھا، کہ بادشاہ کے مرنے کے بعد آگرہ اور دہلی کے مغل حاکم ہیمو بقال سے شکست کھا کر یہاں سلے، خان خاناں اب اپنی مغل فوج کو لے کر دہلی کی طرف بڑھا، ادھر ہیمو بقال بھی اکبر کو پنجاب سے نکالنے کے لئے چل کھڑا ہوا، دونوں کا مقابلہ ۲ محرم ۹۶۴ھ ۱۵۵۶ء کو پانی پت کے مشہور میدان میں ہوا، ہیمو بقال گرفتار ہو کر مارا گیا، اور دہلی پر اکبر کا قبضہ ہو گیا، ہیمو بقال کی شکست سنکر سکندر شاہ سوری نے جو پہاڑوں میں چھپا موقع کا انتظار کر رہا تھا، پنجاب میں پھر شورش شروع کی، آخر کئی مہینوں تک مغلوں کی فوجوں میں محصور رہ کر اس نے اس شرط پر ہتھیار رکھا کہ اس کو بنگالہ نکل جانے دیا جائے،

خانخاناں میں جنگی قابلیت کے علاوہ موقع شناسی کا بڑا جوہر تھا، وہ تجربہ کار اور مستقل مزاج افسر تھا، لیکن درباری اس کی سخت گیری اور مطلق العنانی سے گھبرا گئے تھے، جب دو تین سرداروں کو اس نے اپنے حکم سے قتل کرا دیا اور اکبر کے استاد ملا پیر محمد کو جبراً حج کے بہانہ ملک سے نکال دیا، تو خود اکبر بھی ناراض ہو کر دہلی چلا آیا، خانخاناں نے آگرہ میں عرصہ تک اکبر کی رضامندی کا انتظار کیا، مگر جب دیکھا کہ بات بنتی نظر نہیں آتی تو سرکشی پر آمادہ ہو گیا، شاہی فوجوں نے اس کو اس قدر تنگ کیا کہ آخر معافی مانگ کر حج کے ارادہ سے گجرات چلا آیا، پٹن میں خان سرور کے تالاب پر تھا کہ ایک پٹھان نے جس کے باپ کو خانخاناں نے کسی زمانہ میں مارا تھا، قتل کر ڈالا،

اب اکبر سلطنت کی اصلی مشکلوں سے آگاہ ہوا، پنجاب پر حکیم مرزا نے حملہ کیا، اور مالوہ میں ادہم خاں نے جاکر خود مختاری کا خواب دیکھنا شروع کیا ادھر خان زماں جونپور سے بڑھ کر اودھ اور قنوج پر قابض ہوگیا، لیکن اس اولوالعزم نوجوان بادشاہ نے ہر جگہ خود پہنچکر باغیوں کا خاتمہ کیا، جب اس سے فراغت ملی تو چتوڑ پر حملہ کیا، اور راجہ جے مل کو اپنی بندوق سے مار کر اس مضبوط قلعہ کو فتح کرلیا،

اس کے بعد گجرات کو نوبت آئی، جہاں برائے نام مظفر شاہ سوم کی حکومت تھی، اور درحقیقت یہاں کے امیر آپس میں اپنے اقتدار کے لئے دن رات لڑ رہے تھے، سنہ ۹۸۰ھ (۱۵۷۲ء) میں اعتماد خاں نے جو مظفر کا وزیر تھا، جب اپنے اقتدار کو جاتے دیکھا تو اکبر کو گجرات آنے کی دعوت دی، اور اکبر کے پہنچنے پر اپنے آقا مظفر شاہ اور سارے گجرات کو اکبر کے حوالہ کردیا، اکبر گجرات کی بڑی دولت اور دو سو برس کا جمع کیا ہوا کتب خانہ لے کر دہلی واپس آیا،

بہار اور بنگال اب تک پٹھانوں کے ہاتھوں میں تھا، اکبر نے سنہ ۹۸۳ھ (۱۵۷۵ء) میں بہار فتح کیا، پھر بہار کے مغل حاکموں نے آہستہ آہستہ پورے بنگالہ پر قبضہ کرلیا، سنہ ۹۹۵ھ (۱۵۸۶ء) میں کشمیر کو اپنی حکومت میں شامل کیا، یوسف زئی پٹھانوں کی سرکوبی بھی اسی سال ہوئی اور اسی لڑائی میں اکبر کا مشہور مصاحب بیربل مارا گیا، سنہ ۱۰۰۰ھ (۱۵۹۱ء) میں قندھار اور سندھ دونوں اکبری سلطنت میں داخل ہوئے سنہ ۱۰۰۴ھ (۱۵۹۵ء) میں برار، سنہ ۱۰۰۹ھ (۱۶۰۰ء) میں خاندیس اور احمد نگر کا کچھ حصہ بھی سلطنت مغلیہ میں داخل ہوا، اس طرح اکبر کے زمانہ میں ہندوستان کی متحدہ سلطنت

دوبارہ قائم ہوئی ،

اکبر ۶۳ سال کی عمر میں ۴۹ برس سلطنت کرکے ۱۰۱۴ھ ۱۶۰۵ء میں انتقال کرگیا، اکبر بڑا ذہین، بہادر اور اپنی خصلتوں کے لحاظ سے نہایت اعتدال پسند بادشاہ تھا، اپنے استاد ملا پیر محمد اور ملا عبداللطیف قزوینی سے لکھنا پڑھنا اس نے گو معمولی طور سے سیکھا تھا، لیکن اپنی ذہانت سے مشکل باتوں کے متعلق صحیح طور رائے قائم کرتا، آخر عمر میں اگرچہ مذہبی خیالات میں بہت کچھ تغیر ہوگیا تھا، مگر ملکی اور جنگی نظام اس قدر اچھا قائم کیا کہ ہندوستان میں کوئی سرکش ایسا نہ تھا، جو اس سے ہمسری کا دعویٰ کرتا، بندوبست مالگذاری کے بہترین قوانین اگرچہ شیرشاہ کے زمانہ ہی سے شروع ہوگئے تھے، مگر ایسے وسیع ملک میں صحیح طور پر عمل درآمد درحقیقت اکبر ہی کے زمانہ میں مکمل ہوا،

نورالدین جہانگیر بادشاہ

۱۰۱۴ھ ۱۶۰۵ء میں اکبر کا لڑکا سلیم نورالدین جہانگیر کے لقب سے تخت پر بیٹھا، جہانگیر کا بڑا لڑکا خسرو جو اپنے دادا اکبر ہی کے وقت سے تخت کا مالک بننا چاہتا تھا، مایوس ہوکر پنجاب کی طرف بھاگا، شیخ فرید بخاری نے پیچھا کرکے گرفتار کرلیا، اور پھر نظربندی ہی کی حالت میں اس نے وفات پائی، ۱۰۲۳ھ ۱۶۱۴ء میں جہانگیر کے لڑکے شاہزادہ خرم نے جس نے آگے چل کر شاہجہاں کا لقب اختیار کیا، رانا ادے پور کو مطیع کرکے دربار میں لے آیا، ۱۰۳۵ھ ۱۶۲۵ء میں خرم نے دکن پہنچکر احمد نگر کی پوری سلطنت پر قبضہ کرلیا، ۱۰۳۰ھ ۱۶۲۰ء میں ملک عنبر حبشی نے جو نظام شاہیوں کا سپہ سالار تھا، بغاوت کی، چنانچہ بادشاہ خود تو کشمیر چلا گیا، لیکن شاہزادہ خرم کو ملک عنبر کی سرکوبی کے لئے دکن روانہ کردیا، شاہزادہ

نے ملک عنبر کو عاجز کر کے صلح پر مجبور کر دیا،

اسی سال ایرانیوں نے قندھار لے لیا، جہانگیر نے خرم کو قندھار کی واپسی کے لئے حکم دیا، خرم کو بدگمانی ہوئی، کہ نورجہاں قندھار بھیجکر تخت سے محروم کردینا چاہتی ہے، اس لئے وہ فوج لے کر آگرہ کی طرف بڑھا، سپہ سالار مہابت خاں نے لڑائی کر کے شاہزادہ کو شکست دی، لیکن بڑی مشکل یہ آپڑی کہ خود مہابت خاں کا اثر دربار میں بہت بڑھ گیا، جو شاہزادہ پرویز کا ہمدرد تھا، نورجہاں نے اس کانٹے کو بھی نکالنا چاہا، مہابت خاں ایک اکھڑ سپاہی تھا، نورجہاں کی مخالفت معلوم کر کے پانچہزار سپاہیوں کے ساتھ آپہنچا اور موقعہ دیکھ کر ۱۰۳۵ھ ۱۶۲۵ء میں بادشاہ کو نظر بند کر لیا،

کچھ دنوں کے بعد مہابت خاں کے فوجی سپاہی آپس میں لڑ پڑے، اور اس ہل چل میں لوگ بادشاہ کو بھی نظر بندی سے نکال لائے، نورجہاں نے خرم کی گرفتاری کی شرط پر مہابت خاں کو معافی دی لیکن مہابت خان خرم سے مل گیا، اسی سال ۱۰۳۶ھ ۱۶۲۶ء میں شہزادہ پرویز نے دکن میں انتقال کیا، خود بادشاہ کشمیر سے واپسی کے وقت ۱۰۳۷ھ ۱۶۲۷ء میں لاہور پہنچکر وفات پا گیا،

اسی زمانہ میں انگلستان کے بادشاہ جیمس اوّل کی طرف سے سر ٹامس رو سفیر ہو کر جہانگیر کے دربار میں حاضر ہوا، جہانگیر نے محض پرتگیزوں کا زور توڑنے کے لئے اس مضمون کا فرمان سفیر کے حسب خواہش دے دیا، کہ انگریزی مال پر محصول نہ لیا جائے،

جہانگیر ہندوستان کے بادشاہوں میں سب سے زیادہ خوش مذاق تھا، اس کو

فطری چیزوں سے بڑی دلچسپی تھی، عجیب و غریب چیزیں جمع کرتا تھا، طرح طرح کے جانوروں کا عجائب خانہ بھی اس کے پاس تھا، وہ بابر کی طرح علمی ذوق بھی رکھتا تھا تزک جہانگیری اسی کا روزنامچہ ہے، اس کی بیگم نورجہاں بھی بڑی علم دوست تھی تکلف اور آرائش کی نئی نئی چیزوں کی ایجاد کا اس کو بڑا خیال رہتا، گلاب کا عطر پہلے اسی نے کھچوایا، اور چاندنی کا فرش بھی پہلے اسی نے بچھوایا،

شہاب الدین شاہجہاں بادشاہ

باپ کے بعد ۱۰۳۷ھ / ۱۶۲۷ء میں شاہ جہاں کے نام سے خرم ہندوستان کا شہنشاہ ہوا، تین برس کے بعد دکن کے حاکم خان جہاں لودھی نے بغاوت کی، جو آخر مارا گیا، اعظم خاں، آصف خاں اور مہابت خاں جیسے بڑے بہادر مغل سپہ سالاروں نے دکن پر حملے کر کے سارے دکن میں ہلچل ڈال دی، ساتھ ہی قحط اور وبا نے ہزاروں لاکھوں کو تباہ و برباد کر ڈالا، ۱۰۴۱ھ / ۱۶۳۱ء میں دولت آباد اور احمد نگر کی سلطنت کامل طور پر مغلیہ حکومت میں شامل کر دی گئی، ۱۰۴۵ھ / ۱۶۳۵ء میں دکن کی شورش کو دبانے کے لئے خود بادشاہ دولت آباد پہنچا، گولکنڈہ اور بیجاپور کے بادشاہوں کو فرمانبرداری کی ترغیب دی گئی، بیجاپور کا بادشاہ عادل شاہ کے انکار پر لڑائی شروع کر دی گئی، آخر عادل شاہ نے مجبور ہو کر سالانہ خراج دینے کا اقرار کیا، اور مغل فوج واپس چلی آئی، شاہزادہ اورنگزیب ۱۰۴۶ھ / ۱۶۳۶ء میں دکن کا صوبہ دار مقرر ہوا،

ہگلی میں پرتگیزوں نے تجارتی کوٹھی کو قلعہ بنا ڈالا، بنگال کے صوبہ دار نے ان کو تنبیہ کی، مگر اپنی توپوں کے بھروسہ پر انھوں نے اس کی پرواہ نہ کی، مجبور ہو کر بادشاہ کے حکم سے زبردستی قلعہ ان سے چھین لیا گیا، ۱۰۴۷ھ / ۱۶۳۷ء

میں علی مردان خاں جو ایران کے بادشاہ کی طرف سے قندھار کا حاکم تھا ناراض
ہو کر شاہجہان کے پاس چلا آیا، اور قندھار مغلوں کے حوالہ کر دیا، ۱۰۵۵ھ (۱۶۴۷ء) میں
بلخ اور بدخشاں پر مغلوں کے مختلف سپہ سالاروں نے پے در پے حملے کئے،
مگر کامیابی نہ ہوئی،

۱۰۶۷ھ (۱۶۵۶ء) میں شاہجہاں سخت بیمار ہو گیا، سلطنت کی باگ اس کے
بڑے لڑکے شاہزادہ داراشکوہ کے ہاتھ میں آگئی، اس نے اپنے بھائیوں کو
باپ کی بیماری سے بے خبر رکھنے کی کوشش کی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان لوگوں کو
شاہجہان کے مرجانے کا یقین ہو گیا، اور ہر بھائی اپنی اپنی فوج لے کر آگرہ کی
طرف روانہ ہوا، جب داراشکوہ کو اس کی خبر ہوئی تو اپنے لڑکے سلیمان شکوہ
کو شاہزادہ شجاع کے مقابلہ پر بھیجا، جس نے بنارس میں شجاع کو شکست دی،
اور شجاع بنگالہ واپس گیا، اور راجہ جسونت سنگھ کو مراد اور عالمگیر کے مقابلہ میں روانہ
کیا، راجہ شکست کھا کر اپنے وطن مارواڑ بھاگ گیا، داراشکوہ اس واقعہ سے
بڑا جھلایا، شاہجہاں خود صلح کرا دینے کے لئے جانا چاہتا تھا، مگر داراشکوہ نے نہ
جانے دیا، اور ایک بڑی فوج لے کر فوراً روانہ ہوا، آگرہ کے قریب مقابلہ ہوا،
داراشکوہ شکست کھا کر بھاگ نکلا، اور عالمگیر کا قبضہ آگرہ پر ہو گیا،

عالمگیر نے اپنی سلامتی اور حفاظت کی خاطر شاہجہاں کو آگرہ کے قلعہ میں
نظر بند کر دیا، سات سال کے بعد یہ بوڑھا بادشاہ دنیا سے چل بسا، اس کے
زمانہ میں بڑی بڑی عمارتیں بنیں، جنمیں سے دہلی کا لال قلعہ اور جامع مسجد، لاجواب
عمارتیں ہیں، اور آگرہ کا تاج محل تو دنیا کے عجائبات میں شمار کیا جاتا ہے، شاہجہاں

کے زمانہ میں ہندوستان کی خالص مالگذاری ساڑھے سینتیس کرور (۳۷½)
ادا کیجاتی تھی، آمدنی کی یہ ترقی ہی سلطنت کے امن وامان کی بڑی دلیل ہے
جس کے سبب سے اس کا زمانہ "زرین عہد" یا سنہرا زمانہ کہا جاتا ہے،

محی الدین اورنگزیب عالمگیر

اورنگزیب پایہ تخت میں داخل نہیں ہوا، بلکہ داراشکوہ کے پیچھے لاہور جانا چاہتا تھا، جہاں داراشکوہ ایک بڑی فوج
کی تیاری میں مصروف تھا، مگر مراد کے مصاحبوں نے مراد کو بدعہدی کی ترغیب
دی، مجبوراً عالمگیر نے اس کی بدنیتی دیکھ کر انجام کے خیال سے اس کو قید کر دیا،
اور پھر پے درپے کوچ کرتا ہوا لاہور کی طرف چلا، داراشکوہ یہ سنکر ملتان چلا
گیا، عالمگیر راستہ ہی سے ملتان کی طرف مڑ گیا، داراشکوہ کو بھی اس کی خبر ہوگئی،
وہ ملتان سے سندھ جا پہنچا، عالمگیر نے دو تین افسروں کو داراشکوہ سے لڑنے کیلئے
روانہ کیا، اور خود دہلی واپس آیا،

یہاں اس کو معلوم ہوا کہ شاہجہاں اور داراشکوہ کے کہنے سے شاہزادہ شجاع
معاہدہ کے خلاف فوج کے لئے بنارس تک آگیا ہے، عالمگیر اس کو روکنے کیلئے
فوراً چل کھڑا ہوا، اٹاوہ کے پاس دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا، راجہ جسونت سنگھ
جس کی پہلی خطا معاف کر کے عالمگیر نے اپنی فوج میں شامل کر لیا تھا، یکایک رات
کو دشمن سے مل گیا، اور بادشاہی خیموں کو لوٹتا ہوا، چلدیا، شجاع کو اپنے جنگی
ہاتھیوں اور بارہہ کے سادات پر جو بڑے سورما بہادر اور جنگ آزما تھے
بڑا گھمنڈ تھا، لیکن عالمگیر نے ان کو شکست دے دی، اس کے بعد عالمگیر خود
تو دہلی چلا آیا، اور میر جملہ سپہ سالار کو شجاع کے پیچھے روانہ کیا، اس نے شجاع

کو بنگال سے نکال دیا، اور کوچ بہار، آسام، چاٹگام فتح کر کے مغلیہ سلطنت میں داخل کر لیا، شجاع اراکان (برما) پہنچا، جہاں سے پیگو (پایہ تخت برما) جانا چاہتا تھا کہ ارکان کے راجہ سے راستہ میں لڑ کر مارا گیا،

دارا شکوہ سندھ سے "کچھ" ہوتے ہوئے گجرات پہنچا، یہاں کا صوبہ دار اس سے مل گیا، عالمگیر کو جب اس کی خبر ہوئی تو ایک فوج ادودھر روانہ کی، دونوں فوجوں کا مقابلہ اجمیر کے پاس ہوا، دارا شکست کھا کر "کچھ" ہوتے ہوئے سندھ پہنچا، جہاں کے ایک زمیندار ملک جیون نے اس کو گرفتار کر کے عالمگیر کے پاس بھیجدیا، اور وہ قتل کر دیا گیا،

سنہ ۱۰۶۹ھ ۱۶۵۸ء میں عالمگیر نے اپنے سر پر ہندوستان کی بادشاہی کا تاج رکھا، امیروں کو خطاب، جاگیریں اور انعام ملے، غریبوں کو بے حساب بخشش دی گئی،

سنہ ۱۰۷۳ھ ۱۶۶۲ء میں کشمیر کے حاکم نے چھوٹا تبت فتح کر لیا، سنہ ۱۰۸۰ھ ۱۶۶۹ء میں افغانوں نے سر اٹھایا، تو آغر خاں نے دلیری سے حملہ کر کے ان کو کچل ڈالا، سنہ ۱۰۸۲ھ ۱۶۷۱ء میں ست نامی فقیروں نے نارنول کے پاس فساد کیا، اور ایک دو لڑائی کے بعد دہلی کے قریب تک چڑھتے چلے آئے، عالمگیر نے راجہ بشن سنگھ اور حامد خاں کو بھیجا، جنھوں نے ان کو شکست دے کر اس فساد کا خاتمہ کیا،

سنہ ۱۰۸۹ھ ۱۶۷۸ء میں جودھپور کے راجہ نے باغیوں کو پناہ دے کر سرکشی کی، عالمگیر فوج لے کر اس تیزی سے پہنچا کہ راجہ کو سوائے معافی مانگنے کے کوئی چارہ نظر نہ آیا، عالمگیر دہلی واپس آیا ہی تھا کہ راجہ نے پھر بغاوت کی، عالمگیر ادھر اجمیر آیا، اور شاہزادہ اکبر کو ایک سردار تہور خاں کے ساتھ جودھپور روانہ کیا، دکن

اور گجرات کی فوجیں بھی آگئیں، جنھوں نے باغیوں کو اس طرح گھیر لیا کہ ان کو ایک دانہ بھی نہ مل سکے، راجہ جو شاہی فوج کے آتے ہی پہاڑوں میں بھاگ گیا تھا، اس نے بادشاہ کو زیر کرنے کی ایک نئی تدبیر سوچی، یعنی شاہزادہ اکبر کو سبز باغ دکھا کر باپ سے باغی کر دیا، اب شاہزادہ اکبر نے خود اپنی بادشاہی کا اعلان کر دیا، اس کے ساتھ راجپوت بھی مل گئے، شاہزادہ آگرہ کی طرف چلا، لیکن بڑے بڑے سردار جن کو عالمگیر کی دور اندیشی اور استقلال کا حال اچھی طرح معلوم تھا، شہزادہ کو چھوڑ کر ایک ایک کر کے عالمگیر کے پاس چلے آئے، اکبر کے راجپوت دوستوں نے جب یہ دیکھا تو انھوں نے بھی ساتھ چھوڑنا شروع کر دیا، اور آخر شاہزادہ کو دکن بھاگنا پڑا، جہاں سے وہ دریا کی راہ سے ایران جا کر ۱۰۹۱ھ ۱۶۸۰ء میں پہنچکر مر گیا، رانا جب اپنی اس تدبیر میں بھی ناکام رہا، تو شاہزادہ محمد اعظم کے ذریعہ بادشاہ سے معافی کا خواستگار ہوا، بادشاہ نے اسکو معاف کر دیا، جس کے بعد وہ خود اور اس کے لڑکے ہمیشہ اورنگ زیب کے مطیع اور فرمانبردار رہے،

پنجاب میں سکھ | پندرہویں صدی کے آخر میں ہندو مذہب کی اصلاح کا خیال بہت لوگوں میں پیدا ہو گیا تھا، ان میں سے وہ لوگ جو زیادہ مشہور ہوئے، بابا کبیر داس، سوامی ولبھ اچاریہ، اور مہاتما چیتنیہ ہیں، انھی میں سے بابر کے زمانہ میں گرونانک نامی ایک صوفی منش ہندو فقیر تھے، انھوں نے خدا کی یکتائی، اور مساوات کا پرچار کرنا شروع کیا، آہستہ آہستہ جب ان کا اثر پھیلا تو لوگوں کو مرید (سکھ) بنایا، ۹۴۵ھ ۱۵۳۸ء میں جب ان کا انتقال ہوا تو ان کی

جگہ "گرو انگد" ہوے، اس وقت سکھ ایک چھوٹی سی جماعت تھی، عقیدہ میں صوفیانہ اسلام اور معاشرت میں ہندو طریقہ کے پیرو رہے، گورمکھی زبان کے حروف انہی کی ایجاد ہے، ۱۵۵۲ء ۹۶۰ھ میں گرو امرداس گدی پر بیٹھے، امرتسر انہی کا آباد کیا ہوا ہے، جس کے لئے زمین اکبر بادشاہ نے عنایت کی تھی، ان کے بعد گرو رام داس جی جو ان کے داماد تھے گرو بنائے گئے ۱۵۸۱ء ۹۸۹ھ میں یہ بھی چل بسے تو ان کے لڑکے ارجن دیو گدی پر آئے، سکھوں کی مذہبی کتاب "گرنتھ صاحب" انہی کی مرتب کی ہوئی ہے، جہانگیر کے زمانہ میں پنجاب کا سرکاری دیوان چندو شاہ ایک ہندو تھا، جس نے اپنی لڑکی کی شادی گرو کے لڑکے ہرگوبند سے کرنی چاہی، مگر ارجن دیو کے انکار کر دینے پر وہ ان کا جانی دشمن ہو گیا، ۱۶۰۶ء ۱۰۱۵ھ میں بغاوت کا الزام لگا کر ان کو قتل کرا دیا، اب ہرگوبند گرو ہوئے، انھوں نے مریدوں میں فوجی روح پیدا کی، اور ہتھیار بند رہنے کا حکم دیا، ۱۶۴۴ء ۱۰۵۴ھ میں جب اس دنیا سے کوچ کر گئے تو گرو ہر رائے ہرکرشن اور تیغ بہادر ایک دوسرے کے بعد گرو بنائے گئے ۱۶۷۵ء ۱۰۸۶ھ میں تیغ بہادر کے بعد ان کے لڑکے گوبند سنگھ گرو ہوے، انھوں نے مریدوں کو فقیری سے فوجی قالب میں تبدیل کر دیا، یہ عالمگیر کا زمانہ تھا، بیس برس تک ہمالیہ کے دامن میں رہ کر فوج تیار کرتے رہے، پھر پہاڑی راجاؤں کو زیر کر کے پنجاب کے شہروں اور گاؤں کو لوٹنا شروع کر دیا، پنجاب کے حاکم نے ان کی روک تھام کی، گیارہ بارہ سال تک ان دونوں کی لڑائی ہوتی رہی، جب اس لڑائی میں ہزاروں مریدوں کے علاوہ گرو گوبند سنگھ کا

خاندان بالکل تباہ ہوگیا، تو ۱۱۱۹ھ ؁۱۷۰۷ء میں پنجاب سے دکن چلے آئے، اور دریائے گوداوری کے کنارے اس دنیا سے کوچ کر گئے،

دکن کے مرہٹے | دکن کے مغربی حصے پہاڑوں سے پٹے پڑے ہیں، جن کا کچھ حصہ آج احاطہ بمبئی میں داخل ہے، مرہٹہ اسی جگہ رہتے ہیں، یہ ڈراوڑی نسل کے اصلی ملکی باشندے ہیں، لیکن انھوں نے زبان آرین اختیار کرلی، عام طور پر ان کا پیشہ کاشتکاری تھا، نظام شاہی سلطنت میں جب ملک عنبر سپہ سالار ہوا، تو مغلوں کے مقابل میں بڑی فوج کی ضرورت دیکھ کر ان کاشتکاروں کو فوج میں بھرنا شروع کیا، اور گریزپا جنگ (گوریلا) کی تعلیم دے کر ان سے کام لینے لگا، انہی میں سیواجی کا دادا "مالوجی" بھی تھا، جو ملک عنبر کی فوج میں ترقی کر کے ایک بڑے پر پہنچ گیا تھا، اس کے بعد اس کا لڑکا شاہوجی" نظام شاہی سلطنت میں دخیل ہوگیا، اور مغلوں سے مقابلہ کیلئے سلطنت میں جدید روح ڈالنے کی کوشش کی،

شاہجہاں کے زمانہ میں ساہوجی مغلوں سے مل گیا، بادشاہ نے اسکو پنج ہزاری عہدہ کے ساتھ ملک عنبر کی جاگیر کا ایک حصہ بھی عنایت فرمایا لیکن جب ملک عنبر کا لڑکا فتح خاں بھی مغلوں کے ساتھ ہو گیا۔ تو اس کی جاگیر اس کو واپس کردیگئی، یہ بات ساہوجی کو بہت ناگوار گذری، اس لئے وہ مغلوں کے خلاف بغاوت کر بیٹھا، جس کو شاہی فوج نے جلد ہی زیر کرلیا اور ساہوجی کو معافی دی گئی، ساہوجی عادل شاہی سلطنت میں ملازم ہوگیا، اور پونا اس کو جاگیر میں ملا،

ساہو کا لڑکا سیواجی تھا، وہ ایسا ایک جتھا بنا کے، چھوٹے چھوٹے قلعوں
اور گاؤں پر چھاپے مارنے لگا، اور اس طرح کچھ دنوں میں بڑا طاقتور ہوگیا، بیجاپور
کی سلطنت میں اس وقت بڑی بدنظمی تھی، جس کے سبب سے عرصہ تک بیجاپور
کے بادشاہ نے ادھر کچھ خیال نہیں کیا، آخر سپہ سالار افضل خاں کو سنہ ۱۰۶۸ھ (۱۶۵۷ء) میں
اس کی گوشمالی کے لئے روانہ کیا، سیواجی نے ایک ملاقات میں دھوکہ سے اسکو
قتل کر ڈالا، اسکے بعد ساہوجی کے ذریعہ سے سیواجی نے بیجاپور سے صلح کرکے
مغلوں کے صوبوں میں لوٹ مچائی، عالمگیر نے شایستہ خاں کو اس کے تدارک
کے لئے مقرر کیا، سنہ ۱۰۷۳ھ (۱۶۶۲ء) میں شایستہ خاں اس کو ہر جگہ شکست دیتا ہوا پونہ پہ
قابض ہوگیا، اب سیواجی نے دوسری چال کی یعنی رات کو چوروں کی طرح
کھڑکی کھول کر مکان میں گھس آیا، اور شایستہ خاں کو قتل کرنا چاہا، مگر دونوں
ایک دوسرے کے ہاتھ سے صاف بچ گئے،

سنہ ۱۰۷۴ھ (۱۶۶۳ء) میں جے سنگھ اور دلیر خاں اسکی سرکوبی کے لئے باقاعدہ بھیجے
گئے، کیونکہ اب سیواجی نے اپنے کو مستقل راجہ سمجھ کر اپنے نام کا سکہ جاری کر دیا تھا
اور پھر بندر سورت کے حاجیوں کو لوٹ لیا، راجہ جے سنگھ نے سنہ ۱۰۷۵ھ (۱۶۶۴ء)
میں پونہ فتح کر لیا، اور دلیر خان نے ناکہ بندی اور محاصرہ کرکے ایک ایک
قلعہ اس سے چھین لیا، اور آخر ایک قلعہ میں یہ خود بھی گھر گیا، اور اپنے بچاؤ
کا کوئی راستہ اس کو نہ ملا تو مجبور ہو کر تنہا بے ہتھیار لگائے جے سنگھ کے پاس
آگیا، اور معافی چاہنے لگا، جے سنگھ نے عزت کے ساتھ اس کو دہلی بھیجدیا جہاں
بادشاہ نے اس کو پنج ہزاری عہدہ داروں میں شامل کر لیا، جو مغلوں کے یہاں

امیروں کے لئے بڑے سے بڑا عہدہ تھا، مگر سیواجی وہاں سے بھاگ کر پھر دکن آگیا،
آگیا، اور بدستور لوٹ مار شروع کردی،

۱۰۷۷ھ ۱۶۶۶ء میں وہ اپنے تمام قلعوں کا پھر مالک ہوگیا، اور شاہزادہ معظم کے ذریعہ مغلوں سے صلح کرکے اپنی طاقت کو بڑھانے میں مصروف ہوا، آخر عمر میں جب وہ کافی طور پر مضبوط ہوگیا تو پھر مغلوں کے ملک میں چھاپے مارنے شروع کردیئے، مغل بھی معمولی طور پر روک تھام کرکے وقت کاٹتے تھے جس میں کبھی کامیابی اور کبھی ناکامی ہوتی تھی، یہانتک کہ ۱۰۹۰ھ ۱۶۷۹ء میں سیواجی کا انتقال ہوگیا، اور اس کا لڑکا سنبھاجی تخت پر بیٹھا اس نے بھی شاہی علاقو کی لوٹ مار شروع کردی، شاہی فوج گو روک تھام کرتی، مگر دکن کی اسلامی ریاستیں مغلوں کی دشمنی میں درپردہ ان کی مدد کرتی رہتی تھیں، اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ پہلے ان ریاستوں کی گوشمالی کیجائے،

چنانچہ عالمگیر خود دکن آیا، اور محاصرہ کرکے ۱۰۹۷ھ ۱۶۸۵ء میں بیجاپور فتح کرلیا، پھر گولکنڈہ کی باری آئی، آٹھ ماہ کے محاصرہ کے بعد ۱۰۹۸ھ ۱۶۸۶ء میں یہ ملک بھی شاہی قبضہ میں آگیا، ادھر سے اطمینان کرکے بادشاہ نے مرہٹوں کی طرف توجہ کی، مقرب خاں نامی ایک دلیر افسر کو سنبھاجی کی تنبیہ کے لئے مقرر کیا، یہ بہادر افسر یلغار کرتا ہوا، پہاڑوں اور گھاٹیوں کو طے کرکے ایک مندر سے سنبھاجی کو گرفتار کرلایا، جو صورت بدل کے بھاگنے کی تیاری کر رہا تھا عالمگیر اس کو صرف قید کردینا چاہتا تھا، مگر اس نے ایسی نالائق حرکتیں کیں کہ مجبوراً قتل کرنا پڑا، اور اس کے لڑکے "ساہو" کو بادشاہ نے درباری امیروں میں

شامل کرلیا، اور ایسی مہربانی سے اس کی پرورش کی کہ ساہو عمر بھر بادشاہ کا شکر گذار رہا،

سیواجی کی اصلی ریاست تو درہم برہم ہوگئی، مگر ساہو کا بھائی رام راجا ابھی تک راجہ کہلاتا تھا، اور چند طاقتور سردار اس کے نام سے ادھر ادھر لوٹ مار کرتے تھے، اس لئے سنہ ۱۱۰۹ھ ۱۶۹۷ء میں ذوالفقار خاں نے قلعۂ جنجی کو جہاں رام راجا تھا فتح کرلیا، رام راجا بھاگ کر برار چلا گیا اور وہیں وفات پائی، سنہ ۱۱۱۰ھ ۱۶۹۸ء میں عالمگیر نے بسنت گڑھ پر قبضہ کرلیا، پھر ستارا، کھیلنا، پرنالا، تورنا، وغیرہ قلعے ایک ایک کرکے سب لے لئے، غرض سنہ ۱۱۱۶ھ ۱۷۰۴ء میں تمام مرہٹے مطیع ہوگئے اور چند مربع میل زمین بھی ایسی نہ تھی جہاں مرہٹوں کی خودمختار حکومت ہو، بلکہ سارا دکن اور مرہٹہ دیس بلاکسی شرکت کے عالمگیر کی سلطنت میں شامل تھے، اور کسی مرہٹہ سردار کا حوصلہ نہ ہوا کہ پھر سر اٹھا سکے، اس کے دو برس بعد سنہ ۱۱۱۸ھ ۱۷۰۶ء میں عالمگیر بھی اس دار فانی سے کوچ کرگیا،

ہندوستان میں تاریخی زمانہ سے لے کر اس وقت تک کوئی ایسا بڑا بادشاہ نہیں گذرا جیسا کہ اورنگ زیب عالمگیر تھا، اس نے پچاس برس سے زیادہ ہندوستان میں حکومت کی، اس کی ۹۰ برس کی لمبی زندگی ہی اس بات کی دلیل ہے کہ اس نے ساری عمر اعتدال سے گذاری، بلخ سے لے کر راس کماری تک اور کراچی (بحر عرب) سے آسام (چین کی سرحد) تک اس کی سلطنت پھیلی ہوئی تھی، وہ بڑا دوراندیش اور مستقل مزاج تھا، علم کے زیور سے خود بھی آراستہ تھا، دوسروں کی بھی قدر کرتا، چنانچہ بڑے بڑے عالموں نے ملکر

فتاویٰ عالمگیری اسی زمانہ میں لکھی، فارسی زبان کا خود بڑا ادیب تھا، رقعات عالمگیری کے پڑھنے سے اس کی علمی قابلیت کا اندازہ ہوتا ہے، عالمگیر نے ہندوؤں کو اپنے زمانہ میں بڑے بڑے عہدے دیئے، اور مندروں کے نام بہت سی جاگیریں بھی وقف کیں،

محمد معظم شاہ عالم بہادر شاہ اول

اورنگ زیب کے بڑے لڑکے شاہزادہ معظم کو جب باپ کے مرنے کی خبر ہوئی تو پنجاب سے دہلی کی طرف چلا، دکن سے عالمگیر کا دوسرا لڑکا شاہزادہ اعظم بھی فوجی تیاری کے ساتھ کوچ در کوچ کرتے ہوئے روانہ ہوا، معظم شاہ نے صلح کی بہت کوشش کی، مگر لڑائی سے نہ بچ سکا، آخر دونوں میں سخت لڑائی ہوئی، اور اعظم کے مارے جانے پر معاملہ طے ہوا، معظم "شاہ عالم بہادر شاہ" کے لقب سے تخت پر بیٹھا، اودے پورا اور جودھپور کے حکمرانوں نے جو ہر نئے بادشاہ کے ہونے پر باغی ہو جانے کے عادی ہو گئے تھے، حسب دستور سرکشی شروع کی، مجبوراً شاہ عالم نے ان کی سرکوبی ضروری سمجھکر اپنے لڑکے شاہزادہ عظیم الشان اور منعم خاں سپہ سالار کو بھیجا، باغیوں نے عاجز آکر اطاعت قبول کرلی، اور منعم خاں کی سفارش سے ان کو معافی دی گئی

شاہ عالم کے چھوٹے بھائی کام بخش نے ۱۱۱۹ھ ۱۷۰۷ء میں بیجاپور اور حیدرآباد سے جو اس کی جاگیر میں تھا، بعض مصاحبوں کے غلط مشورہ سے بھائی سے لڑنے کے لئے روانہ ہوا، آخر وہ اسی لڑائی میں مارا گیا، اس کی جگہ داؤد خاں پنی ایک امیر کو دکن کا صوبہ دار بنا کر شاہ عالم واپس ہوا، ابھی برہان پور ہی میں تھا کہ راجپوتوں کی شورش کی خبر ملی، جن کو ایک امیر سیف خاں نے کام بخش

کی طرف سے مدد پر آمادہ کیا تھا، شاہ عالم اجین سے گذر کر اجمیر میں آکر ٹھہرا اور
ہر طرف فوجیں روانہ کیں، جب ان راجاؤں نے مفت کی بلا اپنے سر پر
آتے دیکھی تو معافی مانگی، اور رحمدل بادشاہ نے سب کے گناہ معاف کر دیئے،
سنہ ۱۱۲۰ھ (۱۷۰۸ء) میں سکھوں کے گرو گوبند سنگھ کے انتقال پر "بندا" نامی ایک
شخص نے گرو گوبند ہونے کا دعوی کیا، اور ایک بڑی جمعیت اکٹھی کر کے
سرہند پر قبضہ کر لیا، اور پھر یہ لوگ ستلج پار تک دھاوے کرنے لگ گئے،
آخر بادشاہ نے شاہزادہ رفیع الشان کو ان کی روک تھام کے لئے بھیجا، شاہزادہ
نے ان کو پے در پے شکستیں دے کر ایک قلعہ میں محصور کر دیا، مگر بندا بھیس بدل کر
بھاگ نکلا، اور جمعیت منتشر ہو گئی، شاہ عالم لاہور آگیا، اور اسی جگہ سنہ ۱۱۲۳ھ (۱۷۱۱ء)
میں انتقال کر گیا،

جہاں دار شاہ اور فرخ سیر

شاہ عالم کا لڑکا شاہزادہ معز الدین جہاں دار شاہ کے لقب سے
اپنے بھائی، بھتیجوں کو ٹھکانے لگا کر ہندوستان کا بادشاہ
ہوا، لیکن پٹنہ (بہار) میں عظیم الشان کا لڑکا فرخ سیر موجود تھا، اس نے بارہہ
کے سادات کی مدد سے آگرہ کے پاس بڑی سخت لڑائی کے بعد جہاں دار
شاہ پر سنہ ۱۱۲۴ھ (۱۷۱۲ء) میں فتح پائی، بارہہ[1] کے سادات میں سے سید عبداللہ خان کو
قطب الملک، اور ان کے بھائی سید حسین علی خاں کو امیر الامرا کا خطاب
دیا، اور فیروز جنگ بہادر کے لڑکے چین قلیچ خاں کو نظام الملک فتح جنگ کا

[1] بارہہ موجودہ ضلع مظفر نگر میں واقع ہے، یہاں کے سادات اپنی غیر معمولی بہادری
کے سبب سے ہمیشہ فوجی عہدوں پر ممتاز رہے۔

خطاب دے کر دکن کی صوبہ داری عنایت کی، حیدر آباد دکن کے نظام کی سلطنت کی بنیاد انہی سے پڑی، پہلے کے دستور کے مطابق بادشاہ کے تخت پر بیٹھتے ہی جودھپور کا راجہ باغی ہو گیا، بادشاہ نے سید حسین علی خاں کو گوشمالی کے لئے روانہ کیا، جس نے پے در پے شکست دے کر راجہ کو پہاڑوں میں بھاگ جانے پر مجبور کیا، ناچار معافی مانگی، اور سالانہ خراج ادا کیا، سید حسین اس کے لڑکے کو ساتھ لے کر دہلی واپس آیا،

سنہ ۱۱۲۶ھ ۱۷۱۴ء میں بندا نے پھر سر اٹھایا اور سکھوں کی پہاڑی جماعت کو لے کر پنجاب کے گاؤں لوٹنے لگا، اور اس بے رحمی اور سنگ دلی سے رعایا کو ستایا کہ سارا پنجاب چیخ اٹھا، بادشاہ نے لاہور کے حاکم عبد الصمد خاں کو ان کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا، اس نے ان سب کو ایک قلعہ میں اس طرح گھیر لیا کہ فاقوں سے مرنے لگے، مجبوراً بندا نے اپنے کو حوالہ کر دیا، وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ دہلی بھیجا گیا، جہاں اس کو قتل کر دیا گیا،

اب بارہہ کے سادات کا زور بہت بڑھ گیا تھا، سلطنت کے سارے کاروبار پر وہ حاوی ہو گئے، دربار کے پرانے امیر تک دم بخود تھے، بادشاہ بھی ان کے ہاتھ سے تنگ آ گیا تھا، سید عبد اللہ بھی اس معاملہ کو سمجھ گئے،

سنہ ۱۱۳۱ھ ۱۷۱۸ء میں فرخ سیر کو قید کر دیا، اور اسی قید میں وہ مار ڈالا گیا، اور شاہ عالم بہادر شاہ کے پوتے "رفیع الدرجات" کو تخت پر بٹھایا، تین ماہ کے بعد دق کے مرض میں بادشاہ کا انتقال ہو گیا، اس کے بھائی "رفیع الدولہ" کو بادشاہ بنایا، لیکن بد قسمتی سے دو مہینے کے بعد یہ بھی مر گیا، ملک میں ہر طرف بد نظمی پھیل گئی

اور تمام صوبہ دار خود مختاری کا خواب دیکھنے لگے،

محمد شاہ سیدوں نے مرزا روشن اختر کو جو بہادر شاہ کا پوتا تھا، محمد شاہ کا خطاب دیکے دہلی کا بادشاہ بنایا، اور نظام الملک کو مالوہ کا حاکم بنا کر دہلی سے رخصت کر دیا، جب ہر طرف سے سیدوں کو اطمینان ہو گیا، تو نظام الملک کے درپے ہوے، سید دلاور علی اور عالم خاں دو امیروں کو فوج دے کر نظام الملک سے لڑنے کے لئے روانہ کیا، مگر نظام الملک نے ان دونوں کو شکست دے کر دکن پر قبضہ کر لیا، دوسری لڑائی میں سید حسین اور عبد اللہ دونوں مارے گئے، بادشاہ نے آزادی تو حاصل کر لی، مگر عیش و عشرت میں ایسا پھنسا کہ سلطنت کے تمام کاروبار سے بے خبر ہو گیا، دکن سے نظام الملک کو بلا کر آصف جاہ کا خطاب دیا، اور وزیر بنایا، مگر آصف جاہ نے دیکھا کہ یہاں رہنا بادشاہ کی بے اعتدالی کے سبب مفید نہوگا، اس لئے واپس دکن چلا گیا، جہاں ملک کی بد نظمی سے فائدہ اٹھا کر مرہٹے پھر مضبوط ہو رہے تھے، اور ساہو جی کے وزیر بالاجی پیشوا کی ہوشیاری سے بڑی قوت پیدا کر کے چھاپے مارنے لگے تھے، نظام الملک کے دکن پہنچتے ہی بالاجی نے صلح کر لی، اور اپنا رخ گجرات اور مالوہ کی طرف کر دیا، اور لوٹ گھسوٹ کر ان ملکوں کو تباہ کر دیا، اور آخر ان پر قبضہ کر لیا،

ایران کا بادشاہ اس وقت نادر قلی درانی تھا، چند امیر اس سے باغی ہو کر پنجاب میں آ گئے، نادر نے لکھا کہ ان کو اپنے ملک سے نکال دو، یا گرفتار کر لو، محمد شاہ نے اس کی کچھ پروانہ کی تو ۱۱۵۱ھ ۱۷۳۸ء میں نادر شاہ نے مغلیہ سلطنت سے

کابل اور پھر سندھ کو لے لیا، اور پنجاب کو طے کر کے دہلی کی طرف بڑھا، محمد شاہ بھی لڑنے کے لئے آمادہ ہوا، لیکن آصف جاہ نظام الملک کی کوشش سے دو کروڑ روپیہ پر صلح ہوگئی، مگر اودھ کے صوبہ دار برہان الملک سعادت خان کی ترغیب سے نادر شاہ دہلی آپہنچا، اور بعض سپاہیوں کی بے اعتدالی سے شہر میں غدر مچ گیا، سات روز تک دہلی میں قتل عام اور لوٹ مچی رہی، آخر نادر شاہ ۱۵ کروڑ نقد، کوہ نور ہیرا، اور شاہجہاں کے وقت کا بنا ہوا تخت طاؤس لے کر ایران واپس چلا گیا، چند سال کے بعد نادر شاہ کا انتقال ہوگیا، اور کابل کی حکومت اس کے سپہ سالار احمد شاہ ابدالی کے ہاتھ میں آئی جس نے پنجاب پر قبضہ کر لیا، اس طرح ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کے ان حصوں سے بے دخل ہوگئی، جہاں سے اُسکی فوج کے لئے کار آمد سپاہی ہاتھ آتے تھے،

۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۸ء میں محمد شاہ کا انتقال ہوگیا، اس کا لڑکا احمد شاہ چند سال کیلئے بادشاہ بنا رہا، ۱۱۶۷ھ / ۱۷۵۳ء میں غازی الدین خاں وزیر نے اس کی آنکھیں نکلوا دیں اور جہاندار شاہ کے لڑکے کو عالمگیر ثانی کا خطاب دے کر تخت پر بٹھایا، وزیر نے پنجاب پر پھر قبضہ کر لینا چاہا، لیکن احمد شاہ ابدالی فوراً پنجاب آگیا، اور وہاں سے دہلی آپہنچا، اور ایک روہیلہ سردار نجیب الدولہ خاں کو اپنا قائم مقام بنا کر واپس ہوا، غازی الدین نے مرہٹوں کو ترغیب دے کر دہلی اور پنجاب پر ان کا قبضہ کرا دیا، یہ دیکھ کر نجیب الدولہ روہیل کھنڈ چلا گیا اور پنجاب کے پٹھان حاکم کابل پہنچے، احمد شاہ ابدالی یہ دیکھ کر مرہٹوں کی سرکوبی کے لئے ہندوستان روانہ ہوا، غازی الدین کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے عالمگیر ثانی کو قتل کر ڈالا، اور خود بھاگ کر

سورج مل نامی ایک جاٹ کے پاس چلا گیا،

مرہٹوں کا نیا دور اور پانی پت کی لڑائی

سیواجی کا پوتا، راجہ ساہو، جس کو بہادر شاہ نے اس کے وطن واپس کر دیا تھا، عیش پسند اور کاہل نکلا، اس لیے سلطنت کی اصلی باگ اس کے وزیر بالاجی کے ہاتھ میں آگئی، جس کا لقب پیشوا تھا، اس نے اندرونی انتظام درست کر کے، ان جاگیرداروں کی سرکوبی کی جو شاہی مقامات پر ڈاکہ زنی کرتے تھے، امیر الامرا سید حسین نے دس لاکھ سالانہ اور ضرورت کے وقت ۱۵ ہزار سپاہی مہیا کرنے کے بدلہ میں دکن کے پرانے رواج کے مطابق سرکاری محاصل کا چوتھ (یعنی کل محاصل کا چوتھا حصہ کمیشن کے طور پر) مرہٹوں کو دینا قبول کیا،

۱۱۳۲ھ ۱۷۱۹ء میں بالاجی کے بعد اس کا لڑکا باجی راؤ پیشوا ہوا، اس نے نظام الملک کے سبب سے دکن میں فتوحات کا راستہ بند دیکھ کر گجرات، مالوہ، مارواڑ، اور ناگپور کی طرف پیش قدمی کی، اور ہر جگہ کامیاب رہا، ۱۱۵۳ھ ۱۷۴۰ء میں اس کے لڑکے بالاجی باجی راؤ نے جب اپنے باپ کے بعد سلطنت کی باگ سنبھالی تو سلطنت اس قدر مضبوط ہو گئی تھی کہ نظام دکن سے احمد نگر کا ضلع لے لیا، اور شمالی ہندوستان میں غازی الدین کی ترغیب سے دہلی اور پنجاب پر قبضہ کر لیا،

اب پیشوا دہلی کی شاہنشاہی کا خواب دیکھنے لگا، اس وقت احمد شاہ ابدالی پنجاب پہنچ گیا تھا، مرہٹے ہٹ کر جمنا پار آگئے، ابدالی بھی یلغار کرتا ہوا سر پر آپہنچا اور اس زور کا حملہ کیا، کہ مرہٹوں کے ایک دستہ کے سوا قریب قریب سارے

مرہٹے مارے گئے، پیشوا کو جب یہ معلوم ہوا، تو بہت پیچ و تاب کھایا، اور بدلہ لینے کے لیے "سداشیو بھاؤ" ایک بہادر افسر کی ماتحتی میں تین لاکھ فوج جس میں سے ایک لاکھ باقاعدہ تھی روانہ کیا، اس فوج کے پاس دو سو توپیں تھیں جو ابراہیم خاں افسر توپ خانہ کے ماتحت تھیں، پانی پت کے میدان میں ۱۱۷۴ھ ۱۷۶۱ء میں ان دونوں کا مقابلہ ہوا، ابراہیم خان جس نے فرانسیسی طرز کی گولہ اندازی میں بڑی مہارت پیدا کی تھی، اپنے توپ خانہ سے ایک قیامت برپا کر دی، لیکن ابدالی نے اپنے خاص رسالہ سے مرہٹہ لشکر کے پچھلے حصہ پر اس زور کا حملہ کیا کہ مرہٹوں کا میدان میں ٹھہرنا دشوار ہوگیا، اور آخر بھاگ نکلے، تقریباً دو لاکھ مرہٹے مارے گئے، اور کوئی نامی سردار زندہ نہ بچا، پیشوا اسی غم میں مرگیا، اور اسکا لڑکا مادھو راؤ پیشوا ہوا،

ابدالی دہلی پہنچا اور شاہ عالم ثانی کو بادشاہ بنا کر واپس چلا گیا، شاہ عالم ان دنوں بہار پر قبضہ کرنا چاہتا تھا، جب اس کو کسی طرف سے کوئی امداد نہ ملی تو الٰہ آباد میں دس برس انگریزوں کا پنشن خوار بنکر مقیم رہا، پھر مرہٹوں کی امداد کے بھروسے دہلی آیا، لیکن غلام قادر روہیلہ نے جو دہلی پر قابض ہوگیا تھا، شاہ عالم کی آنکھیں نکال لیں، آخر مرہٹوں نے غلام قادر کے پنجہ سے نجات دلاکر بادشاہ کو اپنے قبضہ میں رکھا، اس طرح عرصہ تک شاہ عالم مرہٹوں کا دست نگر رہا، ۱۲۱۹ھ ۱۸۰۴ء میں انگریزوں نے مرہٹوں سے نجات دلاکر پنشن مقرر کر دی، اب ہندوستان کی بادشاہی تو انگریزوں کے ہاتھوں میں آئی، اور شاہ عالم صرف دہلی کا بادشاہ ہوکر رہ گیا،

مغربی اقوام

پانی پت کے میدان میں ایسی بڑی شکست سے مرہٹوں کی مرکزی طاقت ٹوٹ گئی، دہلی کی شہنشاہی کا خواب پریشان نظر آیا، خود آپس میں بھی نفاق ہو جانے سے چاروں مرہٹہ سردار الگ ہو گئے، بھونسلا ناگپور میں، گائیکواڑ گجرات میں، ہلکر اندور میں اور سندھیا گوالیار میں خود مختار ہو کر سلطنت کرنے لگے، اس لئے ایک تیسری قوم کو بڑھنے کا موقعہ مل گیا،

یہ لوگ یورپ کے رہنے والے تھے، ایشیا اور یورپ میں تجارتی تعلقات بہت زمانہ سے قائم تھے، اور خاکنائے سویز کے راستہ سے آپس میں تجارت کرتے تھے، آٹھویں صدی عیسوی سے پندرہویں صدی تک تجارت کا ڈھنگ یہ رہا کہ بحیرہ روم کے کنارے رہنے والی قومیں ملک مصر و شام کی بندرگاہوں میں آکر ہندوستان کی اجناس جو فارس یا بحیرہ قلزم کی راہ سے وہاں جاتی تھیں خرید کر لیجاتی تھیں، ان قوموں میں سے وینس اور جینوا والے اس کام میں بڑے ہوشیار تھے، ہندوستان سے مصر یا شام کے بندرگاہوں تک مال زیادہ تر عرب تاجر لیجاتے تھے، پندرہویں صدی عیسوی کے آخر میں پرتگیزوں کو (جو پرتگال کے باشندے تھے) تجارت کا شوق ہوا، اور جہازرانی میں خوب مہارت پیدا کی، ان کو خیال پیدا ہوا کہ ہم لوگ خود ہندوستان جا کر کیوں نہ مال لائیں، اور پورا نفع اٹھائیں، چنانچہ ۹۰۴ھ (۱۴۹۸ء) میں "واسکوڈی گاما" نامی جہازراں پہلی دفعہ افریقہ کا چکر لگا کر راس امید پہنچا، اور پھر وہاں سے اسد البحر نامی ایک مسلمان جہازراں کی رہنمائی سے کالی کٹ آگیا،

اس راستہ کے معلوم ہو جانے سے ہندوستان کی تجارت آہستہ آہستہ

پرتگیزوں کے قبضہ میں آگئی، عربوں (موپلہ) کا چونکہ اس سے بڑا نقصان تھا اس سبب سے ان کے ساتھ ان کی اکثر لڑائی رہتی، عربوں (مالاباری موپلے) کو شکست ملی، اور مالابار کے کمزور راجاؤں پر بھی جہازوں کے سبب پرتگیز غالب آگئے، انھوں نے اپنی چھوٹی چھوٹی بستیاں سمندر کے کنارے بسائیں یہ آبادیاں جب بڑھ گئیں تو پرتگال کے بادشاہ نے ان کے انتظام اور حفاظت کے لئے ایک حاکم ہندوستان بھیجا،

سنہ ۹۱۴ھ (۱۵۰۸ء) میں دوسرا نائب "ال بوکرک" نامی بھیجا گیا، یہ بڑا ہوشیار اور عقلمند تھا، اس نے تجارت کو ترقی دینے میں بڑی کوشش کی، اس شخص کے بعد ستر برس کے عرصہ میں پرتگیزوں نے بڑا عروج پایا، ہندوستان کے اکثر بندرگاہ اور جزیرے ان کے قبضہ میں آگئے، چنانچہ سولھویں صدی عیسوی کے آخر میں جب ان کا زوال ہورہا تھا تو "گوا" سنگلدیپ، ہگلی، چاٹگام، دیو، دمن سب انکے ہاتھ میں تھے،

سنہ ۱۰۰۹ھ (۱۶۰۰ء) میں ملک ہالینڈ کے ولندیزوں کو جہازرانی کا خیال آیا، اور وہ بھی ہندوستان آکر تجارت کرنے لگے، اور آہستہ آہستہ انھوں نے پرتگیزوں کی جگہ خود لے لی، پچاس برس کے عرصہ میں ہر جگہ ولندیز ہی ولندیز نظر آنے لگے، اور بحری قوت کے سبب سارے بحر ہند پر ان کا قبضہ ہوگیا، بنگالہ کا مقام "چنسرا" ان کا صدر مقام تھا،

ولندیزوں کی کامیاب تجارت نے یورپ کے ہر ملک کو ہندوستان سے تجارت کرنے کا شوق پیدا کرادیا، چنانچہ ڈنمارک، جرمنی، فرانس، اور انگلستان

کے لوگ بھی اپنے اپنے جہاز لیکر ہندوستان آئے لیکن آپس کی نا اتفاقی کی وجہ سے ڈنمارک
جرمنی وغیرہ کے لوگ یہاں نہ جم سکے لیکن فرانسیسی اور انگریز برابر ترقی کرتے رہے ۱۵۹۱ء میں
انگریزوں کا پہلا بیڑا روانہ ہوا، مگر یہ ہندوستان نہ پہنچ سکا، غالباً راستہ میں ڈوب گیا، ۱۶۰۰ء
میں انگلستان کی ملکہ الزبتھ کے زمانہ مین ایک انگریزی کمپنی قائم ہوئی، اور اسکی طرف سے
تجارتی جہازوں کا ایک بیڑا ہندوستان بھیجا گیا، جو ۱۶۰۱ء میں بڑی کامیابی سے واپس آیا
۱۶۹۹ء میں ایک اور انگریزی کمپنی قائم ہوئی، اسی طرح ۱۷۰۲ء میں ایک تیسری انگریزی کمپنی کھڑی ہوئی

ان مختلف انگریزی کمپنیوں میں آپس میں ناچاقی رہتی تھی، اس کے لئے آخر
میں یہ مشورہ قرار پایا کہ سب انگریزی کمپنیوں کو ملا کر ایک "ایسٹ انڈیا کمپنی" کر دیجائے
چنانچہ اس طرح تمام کمپنی مل کر ایک ہو جانے سے انگریزوں کی آپس کے رشک و
حسد کا خاتمہ ہوگیا، اور یہ کمپنی روز بروز ترقی کرنے لگی، جہانگیر بادشاہ کے زمانہ میں
اس کمپنی کو تجارت کے لئے چار کوٹھیاں بنانے کی اجازت ملی، پھر انگریزوں نے
محصول معاف کرا کر تجارت کو بڑی ترقی دی،

۱۶۳۸ء میں شاہجہاں نے باٹن نامی ایک انگریز ڈاکٹر کے علاج
سے شہزادی کی صحت پانے کے انعام میں کمپنی کو تجارتی حقوق عطا کئے، صوبہ
بنگالہ کے صوبہ دار سے بھی اس نے اسی طرح رعاتیں حاصل کیں، ۱۶۴۰ء میں
بیجانگر دکن کے حاکم رام راجا کے بھائی نے انگریزوں کو وہ زمین دی، جو آج
مدراس کے نام سے مشہور ہے، اور انگلستان کے بادشاہ چارلس کے حکم سے
وہاں ایک قلعہ بنایا گیا، جس کا نام "سینٹ جارج" رکھا گیا، بمبئی کا جزیرہ پرتگال
کے بادشاہ کی طرف سے انگلستان کے بادشاہ چارلس دوم کی ملکہ کو جہیز کے

طور پر ملا، اور چارلس نے اس جزیرہ کو کمپنی کے ہاتھ بیچ ڈالا،

۱۰۹۸ھ ۱۶۸۶ء میں عالمگیر نے انگریزوں کی نیت دیکھ کر بمبئی کے سوا تمام ہندوستان سے ان کو نکال دیا، ۱۱۰۸ھ ۱۶۹۶ء میں شہزادہ عظیم الشان نے پھر ان کو اجازت دیدی اور کلکتہ انھوں نے خرید لیا، اور وہاں ایک قلعہ "فورٹ ولیم" کے نام سے بنایا، اس طرح سے انگریز ۱۱۱۲ھ سنہ صدی کے ختم پر مضبوطی سے کلکتہ، مدراس اور بمبئی میں جم گئے،

فرانسیسی بھی انگریزوں کے ساتھ ساتھ ہندوستان میں آئے، اور کلکتہ کے پاس چندر نگر اور مدراس کے پاس پانڈی چری میں اپنے صدر مقام بنائے، اور انگریزوں کے ساتھ ساتھ ہر کام میں دخل دیتے رہے، ڈوپلے، ان کا مشہور فرانسیسی سردار تھا، جو انگریزوں کو نکال کر ہندوستان میں فرانسیسی سلطنت قائم کرنا چاہتا تھا، یہ دونوں قومیں دیسی نوابوں اور راجاؤں کی مدد کے بہانہ ایک دوسرے پر غلبہ پانے کی کوشش کرتی رہیں، چنانچہ ۱۱۶۴ھ ۱۷۵۰ء میں فرانسیسی غالب اور انگریز پریشان حال ہوگئے، لیکن یہ حالت بہت دنوں تک قائم نہیں رہی، ۱۱۶۶ھ ۱۷۵۲ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ایک انگریز کلرک کلایو نامی نے قلم چھوڑ کر تلوار سنبھالی، اور آہستہ آہستہ تمام فرانسیسی لوگوں کو شکست دے کر انگریزوں کو مضبوط بنایا، ۱۱۷۳ھ ۱۷۵۹ء میں فرانسیسی ہر جگہ پست ہو کر ہمیشہ کے لئے ہندوستان کی سلطنت سے مایوس ہو گئے، اور ۱۱۸۳ھ ۱۷۶۹ء میں فرانسیسیوں کی تمام تجارتی کمپنیاں بھی ٹوٹ گئیں، اور انگریز ہندوستان میں پوری قوت کے ساتھ عروج پر آگئے،

مغل بادشاہوں کے کام | یوں تو کہنے کو تو مغلیہ خاندان نے ۹۶۲ھ ۱۵۵۴ء سے ۱۲۷۴ھ ۱۸۵۷ء

تک تین سو برس سے زیادہ حکومت کی، لیکن درحقیقت ہمایوں سے لے کر محمد معظم بہادر شاہ تک ایک سو ساٹھ برس حکومت رہی، اس کے بعد سے مغلیہ سلطنت کا شہنشاہ برائے نام ہی رہا،

دنیا میں بہت کم ایسا خاندان گذرا ہے، جس کے چھ باپ بیٹے ایک کے بعد دوسرے لائق نکلے ہوں، یہ فخر ہندوستان میں صرف مغلیہ خاندان کو حاصل ہے کہ بابر سے لے کر عالمگیر تک لائق حکمران ہوئے، مغلیہ سلطنت کے قائم ہونے سے ہندوستان کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ بادشاہ گردی کا خاتمہ ہوگیا، اور صحیح معنی میں عالمگیر اورنگزیب ہندوستان کا شاہنشاہ تھا، مغلیہ سلطنت کی سیاسی پالیسی تقریبًا ہر زمانہ میں یکساں رہی، زبردست فوجی طاقت کے سبب سے ہر ناموافق حالت کو موافق بنا لیتے تھے، اور بعض دفعہ اپنی عقل سے ایسی چال چلتے کہ دشمن فرمانبرداری کرنے پر مجبور ہو جاتا،

ان کے زمانہ میں علمی ترقی بے انتہا ہوئی، تقریبًا کوئی زمانہ ایسا نہیں گذرا کہ جس میں اہل کمال دربار میں حاضر نہ ہوں، اس زمانہ میں ملا مبارک، حکیم فتح اللہ شیرازی، ملا محمود جونپوری، محب اللہ بہاری، ملا جیون، عرفی، فیضی، ملا نظام الدین سہالوی، ملا امان اللہ بنارسی، قاضی مبارک، حکیم گیلانی، ملا بحر العلوم اور شاہ ولی اللہ وغیرہ علم و فضل کے روشن ستارے تھے، ابوالفضل، آصف خاں، علامہ سعد اللہ جیسے وزیر اسی زمانہ میں تھے، خانخاناں، خانِ زماں، مہابت خاں، اعظم خاں، فیروز جنگ، میر جملہ جیسے بہادر سپہ سالار رہے، اور بیربل، ٹوڈرمل، مان سنگھ، جے سنگھ، اجیت سنگھ، جسونت سنگھ جیسے مشیر سلطنت تھے،

فوج میں ہر مذہب اور ہر نسل کے آدمی داخل ہوتے تھے، ہندوؤں میں زیادہ تر راجپوت تھے اور آخر میں مرہٹے بھی طاقتور ہو گئے تھے، فوجی انتظام نہایت اچھا تھا، سواروں کا دستہ، پیادوں کا دستہ، تیر انداز، بلم والے شمشیرزن سب الگ الگ ہوتے، توپ خانہ کا افسر میر آتش کہلاتا، تنخواہیں سب کو نقد دیجاتی تھیں، زراعت کو اس زمانہ میں ایسی ترقی ہوئی کہ شاید ہندوستان میں اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی ہو، مختلف قسم کے پھول اور میوے کے درخت کابل اور ترکستان سے منگوا کر یہاں لگائے گئے، مختلف قسم کے شاہی باغوں کو دیکھ کر دوسرے امیر بھی بکثرت باغوں کی طرف متوجہ ہو گئے، اور ملک میں عمدہ عمدہ باغ تیار ہوئے،

گو کہ عمارتوں کا سلسلہ فتحپور میں اکبر کے زمانہ ہی میں شروع ہو گیا تھا، لیکن شاہجہاں نے تو کمال تک پہنچا دیا، تاج محل جو اس کی پیاری بیگم کا مقبرہ ہے، اس خوبصورتی سے تیار ہوا کہ وہ دنیا بھر میں سب سے خوبصورت عمارت سمجھی جاتی ہے،

اس کے علاوہ ہر قسم کے شاہی محل، قلعے، خانقاہیں، سرائیں، شفاخانے، پاگل خانے اس کثرت سے اس زمانہ میں تیار ہوئے کہ شمار سے باہر ہے، دہلی اور آگرہ کا لال قلعہ، دیوان عام اور دیوان خاص آج بھی دیکھنے کے لائق ہیں مدرسے تو اس وقت میں بہت قائم کئے گئے، لیکن دہلی، لکھنؤ، جونپور، آگرہ، لاہور اور احمد آباد کے مدرسے زیادہ مشہور ہیں، مسجدوں کی بھی کوئی انتہا نہیں، دہلی اور آگرہ کی جامع مسجد آج بھی بطور یادگار موجود ہے، نہ صرف مدرسوں

اور مسجدوں کے لئے بلکہ ہندو اور مسلمانوں کے دوسرے رفاہ عام کے لئے بھی بڑی بڑی جائدادیں وقف کی گئیں،

تجارت کو تو اس زمانہ میں بھی بہت ترقی ہوئی، سورت کا بندرگاہ خاص طور پر بارونق ہو گیا تھا، اور تجارت کی روز بروز ترقی کے سبب دنیا کے ہر ملک کے آدمی وہاں موجود رہتے تھے، صرف ایک تاجر عبدالصمد نامی کے پاس کئی سَو تجارتی جہاز موجود تھے، کاریگری کے لحاظ سے ہندوستان بہت بلند مرتبہ پر پہنچ گیا تھا، ڈھاکہ کا ململ ساری دنیا میں شہرت رکھتا تھا، علم موسیقی کے اہل کمال ہمیشہ دربار میں حاضر رہتے، موسیقی کا مشہور استاد میاں تان سین اسی زمانہ میں تھے،

مغلیہ سلطنت میں عورتوں کو تعلیم دی جاتی تھی، خاص کر شاہی بیگمات ہر علم سے آگاہ ہوتی تھیں، نورجہاں بیگم، عام علم وفن کے ساتھ تیراندازی سے خوب واقف تھی، بندوق کا نشانہ بھی اس کا بڑا اچھا تھا، نورجہاں کے علاوہ گلبدن بیگم اور زیب النساء کو آج بھی ایک ادیب کی حیثیت سے علمی دنیا جانتی ہے، اس زمانہ کے ترجمے اور تصنیفیں بے شمار ہیں، توزک بابری، طبقات اکبری، تاریخ الفی، آئین اکبری، توزک جہانگیری، فتاویٰ عالمگیری، مہابھارت کا ترجمہ، وید کا ترجمہ سب اسی زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں،

دہلی اور بنارس میں رصدگاہیں بھی اسی زمانہ میں راجہ جے سنگھ کے اہتمام سے تیار ہوئیں، ڈاک کا بھی اچھا انتظام تھا، کابل کے تازہ میوے روز اسی ڈاک سے جہانگیر کے لئے آتے تھے، عالمگیر کے زمانہ میں گجرات سے دہلی

اور دولت آباد کی خبریں آسانی سے معلوم ہو جاتی تھیں، چنانچہ عید کے چاند کی خبر گجرات سے دہلی اسی ڈاک کے ذریعہ بھیجی جاتی تھی،

مغلوں کے عہد کی خاص یادگار بات یہ ہے کہ ہندو مسلمان مل کر ایک ہو گئے، ان کی زبان ایک ہو گئی، تہذیب و تمدن قریب قریب ایک ہو گیا، رہنے سہنے، پہننے اوڑھنے کے طریق ایک ہو گئے، رسم و رواج یکساں ہو گئے،

بہار اور بنگال انگریزوں کے ماتحت

انگریزوں نے شروع میں مدراس کے نواب کرناٹک کی مدد کے پردہ میں مدراس کے صوبہ پر قبضہ کیا، بنگالہ میں بنگال کے نوابوں کے معاملات میں دخل دے کر وہاں بھی اپنے قدم جمائے یہ دیکھ کر بنگال کے نوجوان نواب سراج الدولہ نے ان کے خلاف چڑھائی کی، اور ان کو بے دخل کر دیا، لیکن انگریز بھی موقع کے منتظر رہے، اور ایک بھاری فوج سراج الدولہ کی سرکوبی کے لئے بھیجی، سراج الدولہ کے سپہ سالار میر جعفر کو انگریزوں نے نوابی کا لالچ دلا کر ملا لیا، سراج الدولہ مارا گیا، اور میر جعفر بنگال کا نواب بنا، پھر میر جعفر کے داماد میر قاسم کو اپنے خسر سے لڑا کر بنگالہ میں بھی انگریزوں نے مضبوطی سے پاؤں جما دیئے،

۱۱۷۹ھ (۱۷۶۵ء) میں شاہ عالم نے جو الہ آباد میں انگریزوں کا پنشن خوار تھا، باضابطہ بنگال، بہار اور اڑیسہ کی دیوانی چند مذہبی شرائط کے ساتھ انگریزوں کے حوالہ کی اس وقت سے انگریز ان ملکوں کے حقیقی مالک بن گئے، بنگال، بہار اور اڑیسہ کا نواب ان کے ماتحت پنشن پانے لگا، اور اسی وقت سے ہندوستان میں گورنر جنرل کا عہدہ مستقل طور پر مقرر ہوا، ۱۱۸۶ھ (۱۷۷۲ء) میں سب سے پہلا گورنر جنرل

وارن ہیسٹنگز بنایا گیا، یہ بڑا ہوشیار آدمی تھا، اس نے دہلی تک اپنا اثر قائم کیا،
۱۷۷۳ء ۱۱۸۷ھ میں گورنر جنرل کے مشورہ کے لئے چار ممبروں کی ایک کونسل کلکتہ
میں بنائی گئی، جس کا مشہور ممبر فلپ فرانسس تھا، اس نے ہیسٹنگز پر رشوت کا الزام
لگایا، اور امی چند ساہوکار کے ایجنٹ نند کمار نے ثبوت اور گواہی بھی بہم پہنچائی،
لیکن اس پر ایک شخص کی طرف سے جعل کا مقدمہ کھڑا کر کے اس کو پھانسی دیدی
اور خود بھی صفائی کے لئے عدالت میں حاضر نہیں ہوا، پھر فلپ فرانسس سے
دوئل لڑکر اس کو زخمی کرڈالا جس کے علاج کے لئے فلپ وطن واپس گیا، ادھر
کونسل کا ایک ممبر بھی مرگیا، اس طرح ہیسٹنگز کے لئے راستہ صاف ہوگیا،
اور خود مختارانہ حکومت کرنے لگا،

۱۷۸۵ء ۱۲۰۰ھ میں کارنوالس گورنر جنرل ہوا، اس کے زمانہ میں لڑائی کم اور
اصلاحی کام زیادہ ہوے، عدالت اور مال گذاری وصول کرنے کے طریقہ
میں اصلاح کی گئی، ۱۷۹۴ء ۱۲۰۸ھ میں سرجان شور لندن سے گورنر جنرل مقرر ہوکر آیا
اس نے ہندوستان میں رعب وداب بٹھانے کے سوا ملکی انتظامات کے لئے
کوئی کام نہیں کیا،

ریاست میسور کی فتح

ہندوستان کے بالکل دکن میں ایک چھوٹی سی ریاست پر ایک
ہندو راجہ حاکم تھا، شروع میں کمزور اور ایک معمولی ریاست تھی
راجہ برائے نام حاکم تھا، اصلی طاقت اس کے وزیر "دیوانی" کے ہاتھ میں تھی حیدر
علی نامی اس کی فوج میں ایک رسالدار تھا جس نے آہستہ آہستہ طاقت حاصل
کرلی، وزیر نے ڈر کر اس کا نٹے کو نکال دینا چاہا، حیدر علی بڑا ہوشیار آدمی تھا،

معاملہ کی تہ کو سمجھ گیا، اب ان دونوں میں ان بن ہوگئی اور نوبت لڑائی کی پہنچی، حیدر علی نے لڑائی جیت لی، راجہ اور اس کے وزیر دونوں کو نظر بند کر کے پنشن مقرر کر دی، اور خود سلطنت کا مالک بن کر حکومت کرنے لگا، اس نے اپنے کو اس قدر مضبوط بنا لیا کہ ہمسایہ سلطنتیں ڈرنے لگیں،

۱۱۷۹ھ ۱۷۶۵ء میں انگریزوں نے حیدر آباد کے نظام الملک اور مرہٹوں کے ساتھ مل کر حیدر علی کو تباہ کر دینا چاہا، لیکن حیدر علی نے خود مدراس پہنچکر انگریزوں کو صلح پر مجبور کر دیا، ۱۱۹۶ھ ۱۷۸۱ء میں انگریزوں نے شرائط صلح کے خلاف ماہی بندر پر قبضہ کر لیا، جس کے سبب حیدر علی سے پھر لڑائی شروع ہوئی، جس میں حیدر علی کو شکست ہوئی، اور وہ میسور واپس چلا آیا، اور اسی سال اسی برس کی عمر میں اس دنیا سے کوچ کر گیا، اس کی جگہ اس کا لڑکا فتح علی جو ٹیپو سلطان کے نام سے مشہور ہے میسور کا بادشاہ ہوا،

ٹیپو بڑا بہادر، ہشیار اور سپاہی آدمی تھا، اس نے بہت سے مقامات فتح کر لیے، اور جب آخر میں بنگلور فتح کر چکا، تو انگریزوں سے صلح ہوگئی لیکن ۱۲۰۵ھ ۱۷۹۰ء میں ٹیپو سلطان نے جب ٹراونکور کے راجہ کی نافرمانی کے سبب سے اس کی سرکوبی کرنی چاہی تو انگریز اس کے خیر خواہ بنکر میدان میں آگئے، اور نظام الملک کی مدد سے ٹیپو کو گھیر لیا، اور پھر آدھی سلطنت لے کر اس سے صلح کی،

۱۲۱۲ھ ۱۷۹۷ء میں لارڈ ولزلی گورنر جنرل ہوا، اس نے آتے ہی دل میں ٹھان لی کہ ہندوستان کی تمام ریاستوں کا خاتمہ کر دے، چنانچہ اس نے سب سے

پہلے میسور کے ٹیپو سلطان سے لڑائی چھیڑی، نظام الملک کو اپنے ساتھ ملا لیا، اور دونوں نے دو طرف میسور کے پایہ تخت سرنگاپٹم کو گھیر لیا، سلطان کے معتمد خاص میر صادق علی نامی کی غداری سے انگریز قلعہ میں گھس آئے، سلطان شیروں کی طرح بہادری سے لڑ کر شہید ہوا، میسور فتح ہو گیا، انگریزوں نے سلطان کے لڑکوں کو پنشن دے کر کلکتہ روانہ کر دیا، اور راجہ کے لڑکے کرشنا نامی کو راجہ بنا دیا،

سنہ ۱۲۱۶ھ ۱۸۰۱ء میں انگریزوں نے کرناٹک کے نواب کو پنشن دے کر کل علاقہ اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ اسی طرح تنجور کی ریاست بھی انگریزوں نے ضبط کر لی، اور ان کے وارثوں کو پنشن پر گذارہ کرنا پڑا، اودھ کے نواب کو مجبور کیا گیا کہ دوآبہ اور روہیل کھنڈ کے تمام ضلعے انگریزوں کو اس فوج کے خرچ کے بدلے دیئے جائیں، جو اودھ کے نواب کی حفاظت کے لئے لکھنؤ میں موجود رہتی ہے۔ سنہ ۱۲۲۰ھ ۱۸۰۵ء میں لارڈ کارنوالس گورنر ہو کر آیا، مگر کلکتہ پہنچتے ہی دو مہینہ میں مر گیا۔ اس کے بعد سر جارج بارلو گورنر جنرل ہوا،

معین الدین اکبر ثانی

سنہ ۱۲۲۱ھ ۱۸۰۶ء میں شاہ عالم دوم کا انتقال ہو گیا، اور اس کی جگہ معین الدین اکبر دوم برائے نام دہلی کا بادشاہ ہوا، جس کو انگریزوں کی طرف سے پنشن ملتی تھی، اور صرف قلعہ کے اندر کی حکومت اس کو حاصل تھی،

سنہ ۱۲۲۲ھ ۱۸۰۷ء میں لارڈ منٹو گورنر جنرل کے عہدہ پر آیا، جس کے زمانہ میں سکھوں اور سندھ کے امیروں سے صلح نامے ہوئے، اور دوستی و اتحاد کو ترقی دیکر اس نے سلطنت کو محفوظ اور مضبوط بنایا، اسکے بعد مارکوئس آف ہیسٹنگز سنہ ۱۲۲۸ھ ۱۸۱۳ء میں

گورنر جنرل ہوا، اس نے نیپال کی فوج کو "بام ساہ" نیپالی سردار کے ذریعہ (جو انگریزوں سے مل گیا تھا) سخت شکست دے کر ہمالیہ کی ترائی کا کل علاقہ انگریزی سلطنت میں داخل کرلیا، پھر ۱۸۱۸ء ۱۲۳۳ھ میں پونہ کا تمام علاقہ پیشوا سے چھین لیا، اور باجی راؤ پیشوا کو آٹھ لاکھ کا وظیفہ دے کر کانپور میں نظربند کر دیا، ۱۸۲۴ء ۱۲۳۹ھ میں لارڈ ایم ہرسٹ جب گورنر جنرل ہو کر آیا تو آسام، اراکان، اور ضلع تناسرم (برما) فتح کر کے سلطنت کے رقبہ کو بڑھایا، ۱۸۲۸ء ۱۲۴۴ھ میں ولیم بن ٹنگ گورنر جنرل ہوا، اس نے اپنے زمانہ میں سڑکوں کا معقول انتظام کیا، ٹھگوں کی جڑ اکھاڑ دی، انہیں کے زمانہ میں ستی کی رسم بند کر دی گئی اور ہندوستان کی سرکاری زبان انگریزی قرار پائی، اور اسکی تعلیم کے لئے انگریزی مدرسے قائم کئے گئے، ۱۸۳۵ء ۱۲۵۱ھ میں سر چارلس مٹکاف گورنر جنرل ہوا، جو پرانے اور بڑے تجربہ کار ملازموں میں سے تھا، اس نے تمام اخباروں کو آزادی دیدی، اس سے انگریز ناراض ہو گئے، اس لئے مجبور ہو کر استعفا دیدیا، ۱۸۳۹ء ۱۲۵۵ھ میں لارڈ آک لینڈ گورنر جنرل ہو کر آیا اور کابل کی لڑائی میں مصروف رہا، جس میں انگریزوں کو سخت نقصان اٹھانا پڑا،

سراج الدین ابوظفر بہادر شاہ دوم

۱۲۵۳ھ ۱۸۳۷ء میں دہلی کے وظیفہ خوار بادشاہ اکبر دوم کا انتقال ہو گیا تو اس کا لڑکا سراج الدین بہادر شاہ دوم کے لقب سے تخت پر بیٹھا، اپنے باپ کی طرح اس کو بھی انگریزوں کی طرف سے ۱۲ لاکھ سالانہ وظیفہ ملتا تھا، ۱۲۷۲ھ ۱۸۵۷ء تک دہلی کے لال قلعہ میں رہا، ۱۲۵۸ھ ۱۸۴۲ء میں النبرا یہاں کا سب سے بڑا حاکم ہوا، اس نے سکھوں کی روک تھام کے لئے

سندھ پر قبضہ کرنا چاہا، اس لئے سندھ کے امیروں پر یہ الزام لگایا، کہ کابل کی لڑائی میں سندھ کے امیروں نے سامانِ رسد نہیں دیا، انگریزوں نے آخر لڑ کر سارے سندھ پر کسی نہ کسی طرح قبضہ کر لیا،

۱۸۴۴ء (۱۲۶۰ھ) میں لارڈ ہارڈنگ اول آیا، اس کے زمانہ میں سکھوں کی پہلی لڑائی ہو کر صلح ہو گئی، اور اسی وقت سے انگریز سرکاری ملازمتوں میں ان لوگوں کو ترجیح دینے لگے، جو انگریزی جانتے، نہریں اور ریلیں بنانے کی تجویز بھی اسی زمانہ میں ہوئی، ۱۸۴۸ء (۱۲۶۵ھ) میں لارڈ ڈلہوزی گورنر جنرل ہو کر آیا، کمسنی کے باوجود بڑا ذہین تھا، یہ لارڈ ولزلی کا ہم خیال تھا، اور سارے ہندوستان پر قبضہ کرنے پر تل گیا،

سکھوں کی جنگ اور پنجاب پر قبضہ

ہندوستان میں سوائے پنجاب کے اب ایک بالشت بھر زمین ایسی نہ تھی، جو خود مختار ہو اور جس پر انگریز اپنی ماتحتی کا دعویٰ نہ کرتے ہوں، پنجاب میں اس وقت سکھ حاکم تھے، عالمگیر کے زمانہ میں سکھوں کے دسویں "گرو" گوبند سنگھ ہوئے تھے، جنھوں نے ان کو درویشی سے جنگی قالب میں ڈھال کر ملک میں بڑی بدامنی پھیلائی تھی، بہادر شاہ اور فرخ سیر کے زمانہ میں بھی سکھوں نے بغاوت کی جس کو دور کر کے پنجاب میں امن قائم کر دیا گیا، نادر شاہ درانی نے ہندوستان واپس جاتے وقت پنجاب کو کابل کے ماتحت کر دیا، اس کے بعد مرہٹوں نے جب پنجاب پر قبضہ کیا تو احمد شاہ ابدالی نے پھر ان کے قبضہ سے نکال کر کابل کی سلطنت میں شامل کر لیا، اس بار بار کی خانہ جنگی سے سکھوں نے بڑا فائدہ اٹھایا، چھوٹے بڑے جتھے

بناکر ملک کو خوب لوٹا، ہر جتھہ نے بڑی بڑی زمینداری قائم کرلی،

اب سکھوں کے مختلف گروہ ہو گئے تھے، اور چھوٹے بڑے زمینداروں کی حیثیت سے ملک میں پھیل گئے تھے، انھیں میں سے رنجیت سنگھ کا باپ تھا، رنجیت سنگھ ۱۷۸۰ء (۱۱۹۴ھ) میں بمقام گوجرانوالہ پیدا ہوا، ۱۰ برس کی عمر تھی کہ اپنے جتھہ کا سردار ہو گیا، اور دوسروں کی طرح لوٹ مار سے ترقی پانے لگا، اس نے سب سے پہلے اپنے ہم قوم جتھوں کو زیر کرکے اپنی زمینداری کو بڑھائی، جب سکھوں کی بڑی بڑی طاقتوں کو توڑ کر اپنا مطیع بنا لیا، تو چھوٹے چھوٹے مسلمان نوابوں سے علاقے چھین لیے، لاہور کو مرکز بنا کر اس نے سکھ سلطنت کی بنیاد ڈالی

کابل میں درانی خاندان کی خانہ جنگی سے رنجیت سنگھ نے فائدہ اٹھاکر تمام پنجاب، کشمیر اور سرحدی علاقہ پر قبضہ کرلیا، وہ سخت گیر مگر ہوشیار حکمراں تھا، جب تک زندہ رہا، انگریزوں سے صلح رکھی، جب ۱۸۳۹ء (۱۲۵۵ھ) میں انتقال ہوا تو نابالغ لڑکا وارث ہوا، اور چند منہ زور سردار اس کے اتالیق مقرر ہوئے ان لوگوں نے انگریزی علاقہ پر حملہ کرکے مفت کی لڑائی مول لی، آخر شکست کھا کر صلح کرلی، پھر ۱۸۴۹ء (۱۲۶۶ھ) میں ڈلہوزی نے پنجاب پر قبضہ کرنا ضروری سمجھا اور ایک لڑائی کے بعد رنجیت سنگھ کے لڑکے راجہ دلیپ سنگھ کو پنشن دے کر پنجاب کو سلطنت انگلشیہ میں داخل کرلیا، اس کے بعد برہما کی نوبت آئی چنانچہ ایک بہانہ سے برھما (رنگون، پیگو، ٹانگو) پر قبضہ کرلیا گیا، پھر جب ناگپور کا مرہٹہ راجہ لاولد مرگیا، تو اس بہانہ سے اس ریاست کو اپنے قبضہ میں لے آئے،

صوبہ اودھ پر قبضہ بارہویں صدی ہجری کے درمیان میں دلی کی سلطنت کی طرف سے برہان الملک سعادت خاں اودھ کا صوبہ دار بنایا گیا، کچھ دنوں کے بعد یہ خود مختار ہو گیا، برہان الملک کے بعد اس کا لڑکا شجاع الدولہ نے حکومت کی باگ سنبھالی، اور شاہ عالم کے ساتھ مل کر بکسر کے مقام پر انگریزوں سے لڑا، لڑائی میں شکست کھا کر انگریزوں سے صلح کر لی، اس کے مرنے پر اس کا لڑکا آصف الدولہ تخت پر بیٹھا، یہ بڑا سخی تھا، لکھنؤ میں آصف الدولہ کا امام باڑہ اسی کی بنائی ہوئی قابل دید اور مشہور عمارت ہے،

اس کی وفات پر اس کا بھائی نواب سعادت علی خاں ان کی جگہ نواب ہوا، اس نے روپیہ سے انگریزوں کی بڑی مدد کی، اس کے مرجانے پر غازی الدین حیدر نواب ہوا، اور پھر اس کا لڑکا نصیر الدین حیدر اودھ کا نواب ہوا، اس نے انگریزوں کے اشارہ سے اپنی بادشاہی کا اعلان کیا، اس کے بعد اس کا لڑکا امجد علی شاہ سلطنت کا مالک ہوا، چند ہی برس کے بعد اس نے بھی وفات پائی، اب اس کے لڑکے محمد علی اور پھر اس کے لڑکے واجد علی شاہ اودھ کے بادشاہ ہوئے، لارڈ ڈلہوزی جو اودھ کا ملک لے لینا چاہتا تھا، واجد علی شاہ پر یہ الزام لگایا کہ ملک میں سخت بد انتظامی پھیلی ہوئی ہے، اس لئے ۱۸۵۶ئ ۱۲۷۲ھ میں اودھ کے بادشاہ کو ایک لاکھ ماہوار پنشن دیکر کلکتہ کے مٹیا برج میں نظر بند کر دیا، اور صوبہ اودھ کو انگریزی سلطنت میں شامل کر لیا،

سلطنت مغلیہ کا خاتمہ ۱۸۵۶ئ ۱۲۷۲ھ میں کیننگ صاحب گورنر جنرل ہو کر آئے،

اور انتظام میں مصروف ہوئے، لیکن ڈلہوزی نے جس طرح سے جلد جلد ہندوستان کی ریاستوں کا خاتمہ کیا تھا، اس سے قدرتی طور پر ہندوستانی لوگوں کے دلوں میں انگریزوں سے نفرت پیدا ہوگئی، اسی درمیان میں انگریزوں نے نئی قسم کا کارتوس ایجاد کیا، جس کو چاقو سے کاٹنے کے بدلے، دانتوں سے کاٹنا پڑتا تھا، اس پر عام طور سے یہ مشہور ہوگیا کہ کارتوس میں گائے اور سور کی چربی ڈالی جاتی ہے، اس سے ہر مذہب کے فوجیوں میں اشتعال پیدا ہوا،

چنانچہ ۱۸۵۷ء ۱۲۷۴ھ میں ان لوگوں نے بغاوت کردی، جس میں بہت سے انگریز مارے گئے، اور ایسا معلوم ہوتا تھا، کہ انگریزی راج اب ختم ہوجائے گا، ان باغیوں نے اپنی سرداری کے لئے دہلی کے پنشن خوار بہادر شاہ کا انتخاب کیا، لیکن نظام دکن، راجہ نیپال اور سکھوں کی مدد سے یہ بغاوت دور کردی گئی مغل شہزادے بیدردی سے مارے گئے، اور بہادر شاہ گرفتار کرکے رنگون میں نظربند کردیا گیا، اور سارا مغلیہ شاہی خاندان تباہ ہوگیا، اس کے بعد ہندوستان کا انتظام بجائے ایسٹ انڈیا کمپنی کے انگلستان کے بادشاہ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا، اس زمانہ میں انگلستان کی ملکہ، وکٹوریہ تھیں وہ اب ہندستان کی "قیصر ہند" ہوگئیں، اور اس وقت سے گورنر جنرل کے بجائے "وائسرائے (قائم مقام بادشاہ) آنے لگے، جس کا سلسلہ اس وقت تک جاری ہے،

(دار المصنفین کی بعض تاریخی کتابیں)

مضامین عالمگیر

شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر پر اعتراضات اور اُن کے جوابات، مورخانہ تحقیق وتنقید کا ہندوستان میں پہلا نمونہ، قیمت باختلاف کاغذ وطبع عہ، ویہ ضخامت ۱۴۴ صفحے،

مقالات شبلیؒ جلد پنجم (تاریخی)

یہ مولنا شبلی کے ان مقالات کا مجموعہ ہے، جو اکابر اسلام کے سوانح وحالات سے متعلق ہیں اس میں علامہ ابن تیمیہؒ، ابن رشد، اور زیب النسار کی سوانحمری، وغیرہ جیسے اہم اور مفید مضامین ہیں، ضخامت ۱۴۰ صفحے، قیمت:- عہ

مقدمہ رقعات عالمگیر

اس میں اسلامی فن انشا کی تاریخ اور ہندوستان کے صیغۂ انشار کے اصول کے علاوہ عالمگیر کی ولادت سے برادرانہ جنگ تک کے تمام واقعات پر، خود اُن خطوط ورقعات کی روشنی میں تنقیدی بحث کی گئی ہے، ضخامت ۴۸۰ صفحے، قیمت:- صہ

ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں

ہندوستان کی قدیم تاریخی کتابوں میں، مرتب طور پر ہندوستانی مسلمانوں کے تعلیمی حالات، اور ان کے مدرسوں اور تعلیمگاہوں کا حال معلوم کرنا چاہیں، تو نہیں مل سکتے،

مولوی ابوالحسنات صاحب مرحوم نے نہایت تلاش و تحقیق کے بعد "ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں" پر ایک مقالہ مرتب کیا، اور جس کو اہل نظر نے بے حد پسند کیا، اب دارالمصنفین نے اسی مقالہ کو کتابی صورت میں نہایت اہتمام کے ساتھ شائع کیا ہے، کتاب مصنف کے ذوق تحقیق کی آئینہ دار اور مفید اور پر از معلومات ہے،

ضخامت ۱۳۴ صفحات، قیمت :- ۱۲ / ر

تاریخ صقلیہ جلد اوّل

مسلمانوں نے سسلی پر ڈھائی سو برس تک نہایت جاہ و جلال کیساتھ حکومت کی، اور تقریباً پانسو برس تک اس سے وابستہ رہے لیکن اسکی کوئی تاریخ کسی مشرقی زبان میں کیا مغربی زبان میں بھی موجود نہیں تھی، اب دو ضخیم جلدوں میں اس کی تاریخ مرتب کی گئی ہے، پہلی جلد سسلی کی سیاسی تاریخ ہے، جس میں اسلامی حملوں کی ابتدا سے لیکر مسلمانوں کے سیاسی زوال تک کے حالات نہایت شرح و بسط کیساتھ بیان کئے گئے ہیں، ضخامت ۶۷۵ صفحے، قیمت :- للعہ ر

تاریخ صقلیہ جلد دوم

اس میں سسلی کے عہد اسلامی کے تمدنی جغرافیہ، نظام حکومت، زراعت، صنعت، حرفت، تعمیر، تجارت، تہذیب و معاشرت، اور علوم و فنون کا تفصیلی مرقع دکھا کر یورپ پر سسلی کے اسلامی تمدن کے اثرات دکھائے گئے ہیں، ضخامت ۵۰۰ صفحے، قیمت :- للعہ ر

(منیجر دارالمصنفین اعظم گڈھ)

(طابع محمد اویس دارثی)